# کشمیر فوک لور کے آئینے میں

غلام نبی آتش

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیر
# فوک لور کے آئینے میں

غلام نبی آتش

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ناشر: سیکریٹری، جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

کمپیوٹر کمپوزنگ : مسرت

سرورق : امتیاز شرقی

اشاعت : 2020

قیمت : 200/ روپئے

☆......خط و کتابت کا پتہ:

محمد سلیم سالکؔ

مدیر ''شیرازہ'' اُردو

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

لال منڈی، سرینگر، کشمیر۔ 190008

ای میل: salimsalik2012@gmail.com

فون نمبرات: 9419072288 - 9419711330

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# ترتیب


| | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | حرفِ آغاز | ۴ |
| ۲ | پیش گفتار | ۶ |
| ۳ | کشمیر: فوک لور کے آئینے میں | ۱۱ |
| ۴ | کشمیری لوک ادب میں ناگ | ۳۳ |
| ۵ | کشمیری لوک ادب میں پانڈو | ۴۶ |
| ۶ | کشمیری لوک ادب میں مُغل | ۵۵ |
| ۷ | ذکر حضرت مولانا رومیؒ کا | ۶۶ |
| ۸ | حضرت شیخ العالم کے چند اشعار منظر، پس منظر | ۷۵ |
| ۹ | لڈی شاہ، سماجی زندگی کا ترجمان | ۹۰ |
| ۱۰ | ناپ تول کے روایتی کشمیری پیمانے | ۱۰۵ |
| ۱۱ | کشمیر کے روایتی لوک رقص: چند باقیات | ۱۱۷ |
| ۱۲ | کشمیری لوک ادب کے چند کردار | ۱۳۲ |
| ۱۳ | شیرازہ (اردو) اور کشمیری فوک لور | ۱۳۸ |
| ۱۴ | کشمیر کی مقامی گنتی...... خاص طرزِ تحریر | ۱۷۸ |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# حرف آغاز

جب کشمیر کے فوک لور کی بات کی جاتی ہے تو رنگ و بُو کا ایک سمندر آنکھوں کے سامنے ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ کشمیر اور اِس کے فوک لور کے حوالے سے زمانۂ قدیم ہی سے کچھ نہ کچھ لکھا جاتا رہا ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں کشمیر آنے والا چینی سیاح ہیون سانگ ہو یا اُس کے بعد آنے والے فاھیان یا اوکانگ، البرونی ہو یا ابوالفضل، اورنگ زیب عالمگیر کے ہمرکاب فرانسیسی معالج اور سیاح فرانکویس برنیئر ہو یا دیگر یورپی مستشرقین جن میں ایم۔ پی ایجورتھ، ڈاکٹر اُلمیز لی، ڈاکٹر ارنیسٹ ایف نیو، ٹی رسل وڈے، جے ہنٹن نولز، سر ولیم روپرٹ لارنس، پروفیسر جارج بہلر، بیرن چارلس ہیوگل، ایل بی بوزنگ، برکھرڈ کارل فریڈرک، سر جاج کیمپ بیل، سر رچرڈ ٹمپل، ٹی گراہم بیلے، جی ڈبلیو لٹز وغیرہ بعض نمایاں نام ہیں۔ حکایت بہت طویل ہے۔ ہر اہل قلم نے اپنے زاویۂ نگاہ سے ہمارے فوک لور کا جائزہ لیا ہے اور اِسے اعلیٰ ظرفی اور تر دماغی کی ایک مثال قرار دیا ہے جس کے ڈانڈے ماقبل تاریخ سے جُڑتے ہیں۔ وہ ہی مال ناگرائے ہو یا راجہ پچی نر کی کہانی، اکہ ننڈُن ہو یا بمبور لولری کا قصۂ عشق...... جو ہزارہا برس سے ہمارے فوک لور کا حصّہ رہے ہیں یا ساتویں صدی عیسوی میں تحریر نیل مت پوران۔ یہ صورت حال کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود اِس موضوع پر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

منضبط تاریخ کا لکھا جانا ابھی باقی ہے جس میں تمام تر ماخذوں تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تدریجی سفر اور موجودہ صورت حال کا مفصل جائزہ لیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں اور اس کو ہر سطح پر ادارہ جاتی بنانے کی ضرورت ہے۔ اکیڈیمی نے اِس سلسلے میں مختلف زبانوں میں لوک گیتوں، لوک کہانیوں، کہاوتوں، محاوروں، تلمیحات وغیرہ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر کے شائع کیا ہے۔ کشمیری انسائیکلوپیڈیا کی کئی جلدوں میں فوک لور کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس حوالے سے آج ''کشمیر۔ فوک لور کے آئینے میں'' آپ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے ہمیں مسرت ہو رہی ہے۔ فوک لور ہمیشہ اکیڈیمی کا ایک محبوب موضوع رہا ہے۔ زیرِ نظر پروجیکٹ میں ہمارے فوک لور کی بعض پُر پیچ راہوں کو روشن کر کے اِنہیں اندھیروں کی نذر ہو جانے سے بچا لینے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ اس پروجیکٹ میں بعض اہم موضوعات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یہ سلسلہ وُسعت اختیار کرے اور موضوع کے حوالے سے مخفی گوشے منوّر ہوں۔

پروجیکٹ کے اِس حصے کے روحِ رواں غلام نبی آتشؔ صاحب نے جس عرق ریزی اور کامیابی کے ساتھ اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے اُس کے لئے اُن کو دِلی مُبارکباد سیکریٹری اکیڈیمی منیر الاسلام صاحب ہماری راہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دستِ شفقت سے نوازتے رہتے ہیں۔ اکیڈیمی کے شعبۂ اُردو کے ایڈیٹر محمد سلیم سالک۔ اُن کے معاونین سلیم ساغر اور محمد اقبال لون پروجیکٹ کے مختلف مراحل کو آسان بناتے رہتے ہیں۔ اِن سبھی حضرات کا شکریہ اَدا کرنا میرا خوشگوار فریضہ ہے۔

☆...... محمد اشرف ٹاک
چیف ایڈیٹر

سری نگر
یکم/دسمبر ۲۰۲۰ء



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# پیش گُفتار

کشمیراور کشمیری زبان فوک لوراورلوک ادب سے مالا مال ہے۔اس سرمایہ کے بارے میں نہ صرف ریاست اور ملک کے محققین نے قابل قدر کام کیا ہے بلکہ سات سمندر پار سے اس کے قدردان یہاں آکر تحقیق اور ترتیب میں مصروف رہے ہیں۔ان شعبوں میں تحقیقی اور تجزیاتی کام کرنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ اگرکسی ملک اورقوم کی تحریری تاریخ دستیاب نہ ہو یا سرے سے ضبطِ تحریر میں نہیں لائی گئی ہوتو فوک لوراورلوک ادب کے دریچوں سے ماضی میں جھانکا جا سکتا ہے۔اس طرح اس تمدنی سرمایہ سے سماجی تاریخ مرتّب کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ فوک لوراورلوک ادب اس وسیع وبیکراں انسانی اثاثے کا حصہ ہیں جوسینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا ہے۔اس کا مطالعہ سماجیات ولسانیات،قوموں کے درمیان تمدنی لین دین اورسماجی ارتقاء کوسمجھنے میں مددگار ہوسکتا ہے۔اگر یہ سب کشمیری فوک لوراورلوک ادب کے لئے بھی صحیح ہے تواِس سلسلے میں اب تک اتنا کام نہیں ہوا ہے جس کا یہ متقاضی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''کشمیر: فوک لور کے آئینے میں'' اس خیال سے مرتّب کی گئی ہے کہ کشمیری فوک لوراورلوک ادب میں سماجی زندگی کے مختلف پہلو تلاش کر کے ایک جگہ پیش کئے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جائیں۔ ہر ایک مقالہ ایک ہی سِلسلے کی کڑی ہے۔ پہلا مقالہ ''کشمیر: فوک لور کے آئینے میں'' عنوان کے تحت لکھا گیا ہے، حالانکہ یہی نام کتاب کے لئے بھی مختص رکھا گیا۔ اس طویل مقالے میں کشمیری لوک کہانیوں میں تاریخ، چند پُر اسرار خیالی مقامات، کشمیریوں کی حِس ظرافت، کشمیری سنہ، بچوں کے لوک گیت اور لوک تھیٹر وغیرہ ذیلی عنوانات کے تحت نادر و نایاب معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کئی واقعات کے ڈانڈے تحریر شدہ تاریخی واقعات کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں اساطیر میں سے واقعات اخذ کر کے انہیں پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاریخ اور لوک کہانیوں کا تعلق اجاگر کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مورخوں کو مدتوں کئی بادشاہوں کے حالات دستیاب نہیں ہوئے تھے۔ پنڈت کلہن کو راج ترنگنی منظوم کرتے وقت 52 راجاؤں کے حالات بہم نہیں ہو سکے تھے، حالانکہ کچھ قدیم تاریخی اور نیم تاریخی تذکرے ان کے زیرِ نظر رہے تھے۔ ایک مُدت کے بعد سلطان زین العابدین بڈشاہ کے درباری مورخ ملا احمد نے ''وقائع کشمیر'' فارسی میں لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ خوش قسمتی سے اس کو پنڈت رتنا کر کا ''رتنا کر پوران'' ملا جو کلہن کی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ ملا احمد نے اُسی پوران میں سے 35 گُم شدہ راجاؤں کا حال اپنی تاریخ میں درج کیا، پھر بھی 17 راجاؤں کا تذکرہ معدوم ہی رہا۔ سینکڑوں سال گزرنے کے بعد مورخ پیر غلام حسن شاہ کھویہامی نے چار جلدوں میں کشمیر کی تاریخ فارسی زبان میں تحریر کی۔ خوش قسمتی سے وہ ملا احمد کے وقایع کشمیر کا نسخہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُسی نسخہ سے 35 راجاؤں کے حالات' جو کلہن نے درج نہیں کئے تھے، اپنی تاریخ میں شامل کئے۔ یہ تاریخ کی بھول بھلیاں ہیں۔ مورخ ان بھول بھلیوں میں مصروف تھے مگر عام لوگ اُن گم شدہ بادشاہوں کی کہانیوں سے، جو کشمیری فوک ادب کا حصہ بن گئیں تھیں، واقف تھے اور سینہ بہ سینہ سنتے آ رہے تھے۔ مثال کے طور پر ہی مال اور ناگی رائے (ناگ راج) کے رومانی المیہ کا قصہ، راجا بمبور اور لولری کے عشق کی کہانی، راجا نرکی ناگ شہزادی چندر لیکھا کے ساتھ زبردستی کی پاداش میں شہر نر پور کی تباہی



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا واقعہ، اکہٕ نُندن کی کہانی اور رجا دامودر کی آدمی سے سانپ بننے کی کہانی۔اس طرح فوک لور اور تاریخ کے روابط اُجاگر ہو جاتے ہیں۔اصل میں اساطیر کی تہہ میں جا کر، ان کا فوق الفطری لبادہ ہٹا کر حقائق کے آثار ہاتھ لگتے ہیں مگر اس کے لئے عالموں اور محققوں کو آگے آنا ہوگا۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ کشمیری لوک ادب میں موجود سینکڑوں کہانیاں، واقعات، بالافطری قصّے، تلمیحات، لوک شاعری، ضرب الامثال، محاورات اور مقولے، کشمیریوں کی روایات، اجتماعی دانش مندی اور نادانیاں، رسوم ورواج، اعتقادات، اخلاقیات اور مجموعی طور پر سماجی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں۔

کشمیر ازمنۂ قدیم سے مختلف تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔جن میں ناگ مت، شومت، ہندومت ہو، بُدھ مت اور دورِ اسلام قابلِ ذکر ہیں۔کشمیری الاصل بادشاہوں کے علاوہ باہر سے آئے بادشاہوں نے مختلف ادوار میں یہاں حکومت کی ہے۔

مؤرخین عام طور پر سیاسی حالات، جنگی کارناموں اور حکام کی عیش و کامرانی کا تذکرہ کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جبکہ لوک کہانیوں اور داستانوں عام لوگوں کے رہن سہن، کلچر اور دیگر رسومات کے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہے۔اس کتاب میں تین ایسے مقالات درج ہیں جو تاریخ سے قطع نظر ناگوں، پانڈوں اور مغلوں کے دورِاقتدار میں کشمیریوں کی سماجی زندگی اور اُن کے خیالات پر پڑے ہوئے اثرات کے آئینہ دار ہیں۔یہ مقالے لوک ادب اور تاریخ کے باہمی ربط پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔اُن ادوار کی لوک کہانیوں، لوک روایتوں اور دیگر آثار کی نشاندہی کی کوشش بھی کرتے ہیں۔یہ آثار، واقعات اور روایات کشمیری زبان میں تلاش کی گئی ہیں۔کچھ متروک ہیں اور کچھ آج تک باقی ہیں۔ناگ مت، جو نہایت قدیم زمانے میں یہاں رائج تھا، معدوم ہو چکا ہے۔حالانکہ کچھ محققین کا دعویٰ ہے کہ ناگ کبھی یہاں نہیں آئے تھے مگر ناگوں کے تہواروں اور رسموں رواجوں کے آثار نہ صرف کشمیری زبان میں آج تک موجود ہیں بلکہ ان سے متعلق کئی کہانیوں کے جائے وقوع کے Topographical



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نشانات بھی موجود ہیں۔ اس کتاب میں ناگوں سے متعلق مقالہ میں کشمیری لوک ادب میں ناگوں کے باقی ماندہ آثار واثرات، عقائد اور دیگر کئی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسی طرح پانڈؤں کے آثار اب تک کشمیر اور کشمیری زبان کے لوک ادب میں محفوظ ہیں۔ مغلوں کا زمانہ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ آج بھی اُن کی یادگاریں تازہ ہیں۔ تینوں مقالات میں، کشمیری فوک لور اور لوک ادب کے وسیع سرمایہ کو کھنگال کر، تینوں ادوار میں کشمیر اور کشمیریوں کے سماجی، سیاسی، تہذیبی، تمدنی حالات وکوائف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مقالے سماجی تاریخ مرتب کرنے والے مستقبل کے محققوں کے لئے بُنیادی مواد فراہم کرسکے۔

مقامی روایتی گنتی، ناپ تول کے روایتی پیمانے اور روایتی لوک رقص چند: باقیات جیسے مقالات نادر اور نایاب معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور کشمیر کی عوامی زندگی کے حال احوال کو پیش کرتے ہیں۔ اُن روایتوں اور رسموں رواجوں کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں ہیں جو اب آخری سانسیں لے رہی ہیں یا معدوم ہوچکی ہیں۔ مقامی روایتی گنتی کے بارے میں غالباً آج تک اردو میں کسی نے نہیں لکھا۔ ایک مدت تک لین دین کے حساب وکتاب میں یہی گنتی استعمال کی جاتی تھی، اب اس کا چلن ختم ہوگیا ہے۔ اسی طرح ناپ تول کے روایتی پیمانے کب کے بدل چکے ہیں، اب ان پیمانوں اور باٹوں کے نام بھی کسی کو یاد نہیں ہیں مگر ایک مُدت تک ان کا چلن رہا ہے۔ اب اُن کے نام وغیرہ صرف لوک ادب میں باقی رہ گئے ہیں۔ بڑی محنت سے ان دو عنوانات کے تحت تحقیقی مقالے تیار کئے گئے ہیں۔ کشمیر کے چند روایتی لوک رقص جو اب دم توڑ رہے ہیں، کے بارے میں بھی ایک مفصل مقالہ درج ہے۔ دمالی، ہکٹ، رود، رنگولی کا رقص، بچہ نغمہ اور بانڈوں کا رقص روایتی لوک رقص کی چند صورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ایک مقالہ لڈی شاہ کے بارے میں ہے۔ روایتی لڈی شاہ اب دیکھنے کو نہیں ملتا۔ کشمیر کی عوامی زندگی پر لڈی شاہ کا کردار اس قدر چھایا ہوا تھا کہ وہ بیک وقت شاعر بھی تھا اور نقاد بھی اور تفنن طبع کا وسیلہ بھی۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس کتاب میں دو عظیم شخصیات حضرت مولانا جلال الدینؒ رومی اور حضرت شیخ نور الدینؒ ریشی کا تذکرہ دو مقالوں میں کیا گیا ہے، لیکن تاریخی تناظر میں نہیں بلکہ ان کو عوامی تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ ان عظیم شخصیات کا اثر کشمیری تمدن پر کافی گہرا ہے۔ اُن سے متعلق واقعات کشمیری فوک ادب میں بھی موجود ہیں۔ اعلیٰ الخصوص علمدارِ کشمیر حضرت شیخ العالم شیخ نورالدینؒ ریشی جیسی تمدُن شناس شخصیت کے کشمیریوں پر بڑے احسانات ہیں۔ اُن کے حالاتِ زندگی کئی صدیوں تک ضبطِ تحریر میں نہیں لائے گئے تھے مگر عوام کے ذہنوں میں محفوظ رہ کر سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے رہے۔ اس کتاب میں اُن کے جن اشعار کے پیش منظر اور پس منظر کے بارے میں بات کی گئی ہے، کئی محققین کا خیال ہے کہ وہ لوک ادب کا حصہ ہیں اور حضرت شیخ العالم اور ان کے خاندان کے کچھ افراد کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں۔

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لنگریجز کی اردو سب ایڈوائزری کمیٹی کے معزز اراکین نے اس مجموعہ مقالات کو درخورِ اعتنا سمجھ کر اشاعت کے لئے قبول کیا اس کے لئے ان کا شکر گزار ہوں۔ شعبۂ اردو کے اراکین محمد اشرف ٹاک، محمد سلیم سالکؔ، سلیم ساغرؔ اور محمد اقبال کا بھی از حد شکر گزار ہوں، جن کی کاوشوں سے یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ پائی۔

غلام نبی آتشؔ
نائل اننت ناگ کشمیر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیر: فوک لور کے آئینے میں

"فوک لور" کی اصطلاح انگلستان کے جان تھامس نے 1846 میں پیش کی تھی۔ بعد میں فوک ہیرِ ٹیج، فوک لٹریچر، فوک ڈانس، فوک میوزک وغیرہ اصطلاحات فوک لور کی شاخوں کے طور پر وجود میں آئیں۔ الان ڈانڈیز نے "فوک لور" اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "فوک Folk" سے مراد لوگوں کی وہ چھوٹی یا بڑی جماعت ہے، جس کے افراد کی زبان مشترک ہو اور جن کا مذہب یا کم از کم روایات، پیشوں اور اعتقادات میں سے کوئی نہ کوئی چیز مشترک ہو۔ یہ مشترک چیزیں انسانوں کے اس گروپ کو ایک مخصوص شناخت عطا کرتی ہیں۔ لور"LORE" سے مراد قدیم روایات، رسوم اور سوچ وغیرہ کو عملانے کے بعد ذہن میں محفوظ کرنے کا عمل ہے۔ اس طرح فوک لور میں آفرینش کے زمانے سے موجودہ دور تک انسان کے تجربات، اساطیر، خواہشات، خیالات، رہن سہن کے طریقے، روایات، تجربات، رسوم، طرزِ اظہار اور مافوق الفطرت واقعات شامل ہیں لیکن اس سب کا دارومدار لوک اعتِقادات پر ہے۔ قوموں میں مختلف لوک عقائد اور اعتقادات موجود ہوتے ہیں۔ جب فوک لور اور تحریری تاریخ میں تضاد ہو جائے تو فوک لور، عقیدے اور اعتقاد کی ڈھال پہن کر سُرخرو ہو جاتا ہے۔ تاہم فوک لور کے ماہر تجزیہ کار کہتے ہیں کہ جب تحقیق اور



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تجزیہ کاری بروئے کار لائی جائے تو فوک لور سماجی تاریخ مرتب کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ کشمیر کی مشہور تاریخ ''راج ترنگنی'' کا ایک حصہ لوک کہانیوں پر مشتمل ہے۔ وہ تمام واقعات وحوادث جن کی طرف کسی وجہ سے مورخ کی نظر نہیں جا سکی ہو یا جو مورخ کی نظر میں زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہوتے ہیں، عوام کے اجتماعی ذہن میں محفوظ رہتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اساطیر کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں واقعات سے اساطیری اور دیومالائی لبادہ اتار کر واقعات کی اصل تک جانے کی کوششیں کی جاتی ہیں اور جس سے تحریری تاریخ کے اُدھورے پن کو پورا کرنے اور تاریخ کے گُم شُدہ واقعات کو باز یافت کرنے کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

کشمیر اور کشمیری زبان قدیم ترین زبانوں کے فوک لور سے مالا مال ہے۔ تاریخ نویسی کی ابتدا سے قبل بھی کشمیریوں کو نیم تاریخی، اسطوری اور دیومالائی واقعات اجتماعی طور پر یاد تھے اور ان واقعات کو وہ لوگ ایک نسل سے دوسری نسل تک سینہ بہ سینہ منتقل کرتے رہتے تھے۔

## کشمیری لوک کہانیوں میں تاریخ:

''راج ترنگنی'' کو منظوم کرنے اور ترتیب دینے کے دوران پنڈت کلہن کو راجا گونند دوم کے زمانے کے بعد آنے والے 52 راجاؤں کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے تھے۔ حالانکہ راج ترنگنی سے بہت پہلے تحریر شدہ ''رتنا کر پوران'' بھی کلہن کو نہیں مل سکا تھا۔ پیر غلام حسن شاہ کھویہامی کے زمانے 1885ء تک (اُسی سال حسن شاہ نے اپنی مشہور تاریخ کشمیر کا دوسرا یعنی پولٹیکل حصہ مکمل کر لیا ہے) اُن 52 گُم شدہ راجاؤں کے حالات نہیں مل سکے تھے۔ ان ہی راجاؤں میں سے ''بلدیو'' بھی ایک تھا۔ حسن شاہ نے لکھا ہے:

> ''بلدیو 1397 کل جُگ میں تخت پر بیٹھا۔ اُس نے بلہ پور گاؤں بسایا۔ اُس زمانے میں اجین کے راجا بھیکھم نے کشمیر پر چڑھائی کی لیکن بلدیو نے مقابلہ کر کے دُشمن کو مغلوب کر لیا۔ بلدیو کی بیٹی ہی مال کے حُسن و جمال پر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک اجنبی قوم کا شخص ناگ ارجن عاشق ہوگیا۔ آخر کار بڑی مشکلات کے بعد اُن کا وصال ہوا۔ یہ ساری کہانی پنڈت رتنا کرنے خاصی طویل لکھی ہے۔ جس کا جی چاہے اُس کے متن کی طرف رجوع کرے۔ راجہ بلدیو 53 سال تک حکومت کر کے فوت ہوگیا۔'' (فارسی سے ترجمہ۔ تاریخِ حسن حصہ ددم۔ ص:33)

کشمیریوں نے ہی مال کی یہ کہانی تاریخی کتابوں سے حاصل نہیں کی بلکہ صدیوں سے اس کو سینہ بہ سینہ محفوظ کرلیا۔ مورخوں نے سرسری تذکروں پر اکتفا کیا تو عوام نے تمام جزیات کے ساتھ اس اسطوری عشقیہ داستان کو لوک ادب کا حصہ بنا دیا۔ لوک ادب فوک لور کی چھوٹی سی شاخ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کشمیر میں بعض لوک کہانیاں ایسی ہیں جن کے جغرافیائی Topographical نشانات آج بھی ملتے ہیں۔ مثلاً ''ہی مال ناگِی رائے'' اور چندر لیکھا'' نام کی دونوں کہانیاں ناگ اساطیر سے متعلق ہیں۔ ہی مال ناگ رائے کے رومانی المیہ میں یارِ وَن' رنبی آرہ' سوپر سمن اور شکرو وغیرہ جیسے مقامی نام ملتے ہیں اور یہ مقامات آج بھی موجود ہیں۔ بلہ پورہ میں دریائے رنبی آرہ کے کنارے چشمۂ ہی مال آج تک موجود ہے اور چشمے میں پتھر کا وہ ہووج بھی جس سے گزر کر ناگ ارجن نے پاتال کی راہ لی تھی۔ شوپیان میں ناگی رائے کا چشمہ بھی محفوظ ہے، جہاں ''ناگی رائے'' سدارام کے بستے میں داخل ہوگیا۔ تفصیلات میں پڑے بغیر لوک کہانی یوں ہے:

''ایک تھا برہمن' سدارام۔ اُس کی بیوی کا نام تھا چھوربِٹنی۔ ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ عورت پھوہڑ اور تُند مزاج تھی۔ خاوند کو ہر وقت تنگ کرتی رہتی تھی۔ بے چارہ سدرام دن بھر کام کاج کر کے تھکا ماندہ شام کو گھر پہنچتا تو بیوی سات لٹھ مارا کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو ایک بستہ ہاتھ میں اُٹھائے گھر سے نِکل بھاگا۔ یارون جنگل میں پہنچ کر ستانے کے لئے ایک چشمے کے کنارے بیٹھا کہ نیند آ گئی۔ چشمے سے ایک خوبصورت سانپ نکل


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آیا اور بستے میں گھس گیا۔ بستے میں جنبش محسوس ہونے سے سدارام کی آنکھ کھل گئی۔سانپ کو دیکھ کر بستے کا دہانہ بند کر کے گھر کی راہ لی۔سوچا کہ بدمزاج بیوی کو اسی سانپ سے ڈسوا کر خلاصی حاصل کروں گا۔گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ یہ بستہ بند کمرے میں کھولنا تا کہ اس کے اندر موجود سوغات سے خوش ہوسکو۔عورت نے بند کمرے میں بستہ کھولا۔ بستے سے ایک خوبصورت لڑکا نکل آیا۔عورت دیکھ کر بلیوں اُچھلنے لگی۔سدارام کو اندر بلایا۔ وہ لڑکا دیکھ کر حیران ہوگیا۔لڑکے نے کہا' میں پریوں کے دیش پاتال سے آیا ہوں۔ وہاں کا شاہزادہ ہوں۔ پاتال میں میری رانیاں بھی ہیں۔میں نے بلہ پور کے راجا بلاویر کی حسین وجمیل بیٹی ہی مال کا شہرہ سُنا ہے۔سدارام اور اُس کی بیوی نے اس لڑکے کو نازوں سے پالا۔ایک روز وہ لڑکا جس کا نام ناگ رائے تھا' سانپ کا روپ دھار کر ہی مال کو دیکھنے کے لئے بادشاہ کے باغ میں داخل ہوگیا۔ہی مال کو دیکھ کر اُس پر فریفتہ ہوگیا۔ہی مال بھی ناگ رائے کو دِل دے بیٹھی۔ بادشاہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی ہی مال کی شادی ناگ رائے کے ساتھ رچائی گئی۔اُدھر پاتال میں رانیاں ناگی رائے کو ڈھونڈنے نکلیں۔اُس کی ایک رانی کمہارن کا روپ دھار کر ہی مال کے پاس پہنچ گئی۔باتوں باتوں میں کمہارن نے ہی مال کو یقین دلایا کہ ناگ رائے بہت نیچ ذات کا ہے۔ اُس سے اس کی ذات پوچھ لینی چاہئے کسی بڑے برتن میں دودھ ڈال کر ناگ رائے کو اُس میں نہانے کے لئے کہہ دینا تو اُس کی ذات معلوم ہوجائے گی۔شام کو ہی مال نے ناگ رائے کی ذات معلوم کرنے کے لئے اُس کو دودھ والے بڑے برتن میں نہانے کے لئے مجبور کیا۔ناگ رائے برتن میں اُترتے ہی غائب ہوگیا۔ اُس کی بیویوں نے اُسے پاتال پہنچادیا۔کچھ مدت بعد ناگ رائے نے ہی مال کو بھی پاتال پہنچایا۔وہاں ہی مال کو نوکرانی کی حیثیت میں رہنا پڑا۔ایک دن وہ چاولوں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں سے گرم گرم پیچھ نکالنے میں مصروف تھی کہ غلطی سے دست پناہ اُس برتن پر گر پڑا جس میں گرم پیچھ تھی۔ سنپولے یہ سمجھ کر کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے برتن میں کود پڑے اور جل گئے۔ ایک کہرام مچ گیا۔ سارا پاتال ہی مال کا دُشمن ہو گیا۔ اُسے ادھ مُوا کر کے پاتال سے باہر زمین پر یارِوَن جنگل میں پھینک دیا گیا۔ وہاں سے ایک سوداگر نے اس کا علاج کیا اور اُس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی۔ ہی مال نے اُسے کہا کہ میں شادی شدہ ہوں تُو ایک سال تک انتظار کر لے۔ اگر میرا ناگ رائے سال بیتنے تک نہیں آیا تو تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی۔ ایک سال بیت جانے میں صرف ایک دِن باقی تھا۔ ہی مال حجرۂ عروسی میں پہنچائی گئی۔ ناگ رائے بھی سانپ کی صورت میں اُس کمرے میں گُھس آیا اور اپنے آپ کو ہی مال کے تنِ سیمین کے گرد لپٹا دیا۔ ہی مال کیف و سرُور میں کھو گئی۔ دولھا (سوداگر) کمرے میں داخل ہوا تو سانپ کو دیکھ کر اپنی تلوار سے اُس کے ٹکڑے کر دیئے۔ ناگ رائے کو چِتا پر چڑھایا گیا اور ہی مال اُس کے ساتھ ستی ہو گئی۔''

مورخین اور محققین کی نظر میں یہ تمثیل ناگوں اور آریاؤں کے تضاد اور ٹکراؤ کی مثال ہے۔ ناگ رائے کا دودھ میں اُتر کر غائب ہو جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ ناگ کشمیر سے فرار ہو گئے یا اُن کا خاتمہ ہو گیا۔ یا وہ آریوں میں مدغم ہو گئے۔ ناگ کشمیر کے قدیم باشندے تھے۔

''ناگ یا ناگا کشمیر کے اسطوری اور تاریخی وجود سے اِس طرح لپٹا ہوا ہے کہ اسے راویوں کی ہزار ہا سال کی کاوش بھی اس کے لمسِ آتشیں سے نہیں چھڑا سکی۔ بہت مُدت تک ناگ کو سانپ کا ہم معنی اور مترادف قرار دیا جاتا رہا ہے۔ لیکن جوں جوں تعصبات کی دُھند چھٹتی جا رہی ہے کشمیر کا ناگ کینچلی اُتار کر اپنی انسانی شکل میں نظروں کے سامنے اُبھرتا جا رہا ہے۔ یہ بات آشکارا ہوتی جا رہی ہے کہ ناگ کوئی سانپ عفریت وغیرہ نہ تھے بلکہ وہ کشمیر کے اصلی باشندے تھے۔


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُن کی انسان سے سانپ بن جانے کی کہانی کا رشتہ شمشیر وسناں کی بازی ہار جانے کے ساتھ جُڑ جاتا ہے۔ آریاؤں نے حملہ آوروں کے روپ میں ناگوں کو تاخت وتاراج کیا اور اُن کی صحیح عمرانی، نسلی اور تہذیبی تشکیل کو مسخ کر دیا''

(ہی مال، فارسی، مرتبہ محمد یوسُف ٹینگ)

ہی مال اور ناگ رائے کے رومان کو کشمیری شعراء نے اپنے کلام میں مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ کشمیری زبان میں اس لوک کہانی سے کئی تلمیحات اور محاورات اختراع ہوئے ہیں۔(ا)

گم شدہ راجاؤں میں راجا بومبور بھی تھا۔ مورخ اُس کے حالات کی تلاش میں رہے اور عام لوگ نہ جانے کتنی صدیوں سے اُس کی داستانِ عشق کو سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچاتے رہے:

''راجا بمبور 1322 کلجگُ میں تخت نشین ہُوا۔ انصاف پروری اور داد گُستری میں ممتاز تھا۔ حُسنِ انتظام سے عوام وخواص کا دِل خوش کیا۔ اچانک اپنے چچیرے بھائی کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا جس کا نام لولری تھا۔ پاگلوں کی طرح صحرا نوردی میں کھو گیا۔ کھانا، پینا، سونا سب ترک کر دیا۔ سیماب کی طرح مضطرب اور بے تاب تھا۔ عشقیہ گیت گاتا اور شب وروز ''لولو'' کی رٹ لگائے پھرتا۔ چنانچہ سرودِ لولو' لولری اور بمبور مشہور ہے۔'' (فارسی سے ترجمہ: تاریخ حسن۔ جلد دوم۔ ص 34)

اسی طرح ہمارے داستان گُویوں کے پاس آج بھی راجا بچی نر کی چندرلیکھا کے ساتھ زبردستی کرنے کی پاداش میں شہر نر پور کی تباہی کی کہانی ملتی ہے۔ کلہن نے یہ کہانی تفصیل سے لکھی ہے۔ داستان گو آج بھی اِس کہانی کو تمام جزئیات کے ساتھ دہراتے رہتے ہیں۔ حالانکہ عام ناخواندہ لوگوں نے راج ترنگنی کے بارے میں سنا بھی نہیں ہوگا مگر اس کہانی کو

---

(ا) اس کہانی کے بارے میں مزید تفصیلات اسی کتاب میں شامل مضمون ''کشمیری لوک ادب میں ناگ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ (آتش)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ذہنوں میں محفوظ کرلیا ہے۔اس کہانی سے بھی ناگاؤں اور آریاؤں کی باہمی رسہ کشی اور منافرت عیاں ہے۔حتیٰ کہ ناگ راجا پچی نر کو پائے تخت نر پور سمیت ختم کر دیتے ہیں۔راجا پچی نر 1312 کلجگُ میں تخت نشین ہُوا تھا۔اُس نے ایک ناگ شہزادی چندرلیکھا کے ساتھ زبردستی کرنا چاہی۔ناگ زادی اپنے خاوند ویشنہ پنڈت اور اپنے والد شُشرم کے ساتھ تھجی وارہ کے راستے امرناتھ کی طرف چلی گئی۔جانے سے پہلے شُشرمُ (سُسر وم) اور چندرلیکھا آسمان سے پتھر، بارش اور اولے برساتے ہیں، اس میں شُشرم کی بہن رنبی بھی ان کی مدد کرتی ہے۔بادشاہ کا دارالحکومت نر پور رفنا ہو جاتا ہے۔اس کہانی کے جغرافیائی آثار topography آج بھی موجود ہیں۔مثلاً سیمتھن ،شہرنرپور (جو آج بھی کریوہ ژکدر" چکردھر" کی صورت میں درسِ عبرت دیتا ہے)، امرناتھ گپھا کو جاتے ہوئے راستے میں زامترناگ (جاماتر ناگ مطلب داماد کا چشمہ) ہیٖہرِ سُند ناگ (شُشر وم ناگ مطلب سُسُر کا چشمہ) موجود ہیں۔

اکہ ننُدُن کشمیری زبان کی ایک اور مشہور و مقبول لوک کہانی ہے۔یہ ایک قدیم اور عظیم شہر کی یادگار ہے جس کا نام سندھ مت نگر (بقولِ داستان گو سلابت نگر) تھا جو راجا سند یمان نے (تخت نشینی 471 کلجگُ) بسایا تھا۔بعد میں یہ شہر غرقاب ہو گیا۔کہتے ہیں کہ آج کل ولرجھیل اُسی جگہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے جہاں کبھی سندھ مت نگر واقع تھا۔اسی شہر میں رام گوپال، کُجہِ مال اور ان کا بیٹا اکہ ننُدُن رہا کرتے تھے۔مشہور صوفی شاعر عبدالاحد زرگر نے اس شہر کا نام سندھ مت نگر اور سلابت نگر کے بدلے راز پور (راجا پوری)، ایک اور مشہور صوفی شاعر صمد میر نے راز ناگ (راجا کا چشمہَ) اور رمضان بٹ نے سلامانگر بتایا ہے۔ان تینوں شعراء نے اس لوک کہانی کو مثنوی کا رُوپ بخشا ہے۔اسی طرح بہادُر گنئ (داستان گو) نے راجا کا نام چکنا دیگ اور رمضان بٹ (مثنوی نگار) نے ژکہ دیگ ،صمد میر نے ہرنام اور عبدالاحد زرگر نے رام گوپال لکھا ہے۔کہانی کا خُلاصہ یہ ہے کہ رام گوپال اور کُجہِ مال اولادِ نرینہ سے محروم تھی۔انہوں نے ایک سادھو سے منت سماجت کی۔سادھو نے کہا تم کو ایک لڑکا ملے گا،



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُس کا نام اکہ نندُن رکھنا اور بارہ سال کی عمر کو پہنچ کر اُسے میرے حوالے کر دینا۔ میاں بیوی وعدہ کر کے چلے گئے۔ اکہ نندُن پیدا ہوا۔ بارہ سال بیت گئے، سادھُو حاضر ہو گیا۔ اکہ نندُن کو بُلا کر اُسے ذبح کیا اور اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالی۔ اُس کی ماں سے کہا اب اکہ نندُن کا گوشت بڑے بڑے برتنوں میں پکا دو۔ اکہ نندُن کی ماں اور سات بہنیں بین کرتی رہیں۔ گوشت پک جانے پر سادھو نے کہا، یہ گوشت رکابیوں میں ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سادھو نے کُجہِ مالی سے کہا، جا کر اکہ نندُن کو بُلاؤ۔ وہ چھاتی پیٹتی ہوئی اور بال نوچتی ہوئی ''اکہ نندُن'' ''اکہ نندُن'' پکارنے لگی۔ اکہ نندُن حاضر ہو گیا اور سادھو غائب۔ سب حیران رہ گئے۔ بقولِ محمد یوسُف ٹینگ

> ''اکہ نندُن ہماری تاریخ کے اسطور سے لبریز ایسا ہیبت انگیز افسانہ ہے جو خود کشمیر کی کوکھ سے پیدا ہوا۔ کشمیر میں آدم خوری کی روایت کی طرف بہت پہلے اِشارے ہوتے آئے ہیں۔ بہت سے یورپین سیاحوں نے تبت اور اس کے نواح میں آدم خوری کا ذکر کیا ہے۔ اکہ نندُن اسی روایت کا ایک سمبل ہے اور چونکہ یہاں بھی ایک جوگی ایک عام گھرانے کے پسر کا گوشت پکا کر کھاتا ہے۔ اس لئے عجب نہیں کہ اس کی تہہ میں بھی نسلی عصبیت کا کوئی رمز پوشیدہ ہو۔''
>
> (ہی مال، فارسی، مرتب محمد یوسُف ٹینگ)

کشمیری زبان میں بے شُمار لوک کہانیاں ہیں جو تاریخی گرہیں کھولنے میں مدد کر سکتی ہیں۔ مثلاً کسی راجا مکند کی ایک کہانی عام ہے لیکن تاریخی کتابوں میں اس راجا کا ذکر نہیں ملتا۔ یکھشوں (جن کو کشمیری میں یچھ کہا جاتا ہے) کے واقعات اور عادات کشمیری فوک لور میں آج بھی محفوظ ہیں۔ راجا سہدیو (1362 بکرمی) کے زمانے میں ذوالقدر خان نے کشمیر پر حملہ کر کے تباہی مچا دی۔ روایت ہے کہ ذوالقدر خان معہ مال واسباب اور قیدی و فوجیں واپس جاتے ہوئے کوہ دیوسر پر برفانی طوفان میں مر گیا۔ اُس کے حملے کے بعد سرینگر شہر میں صرف گیاراں کُنبے رہ گئے تھے۔ اِس حملے کے نتیجے میں پیدا شدہ تباہی کے بارے میں مورخوں نے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لکھا ہے مگر ''ظالم خان'' نام کی ایک کشمیری لوک کہانی میں اس کے تمام جزیات موجود ہیں۔

فقط اساطیری واقعات اور کردار ہماری (بلکہ ساری دُنیا کی) لوک کہانیوں کا لب لباب نہیں ہیں۔ بے شمار کہانیوں میں کھاتے پیتے، ہنستے کھیلتے، روتے بلکتے، دوڑتے بھاگتے اور کارہائے نمایاں کرتے ہوئے انسانی کردار بھی ہیں۔ کشمیری زبان میں دیگر زبانوں کی طرح ہر طبقے اور پیشے سے تعلق رکھنے والے اچھے اور بُرے انسانوں کے متعلق کہانیاں ملتی ہیں۔ چھان (بڑھئی)، کھار (لوہار) پوہوٗل (چوپان) گلہٕ وان (گلہ بان)، واتُل (موچی) کانڈُر (نانبائی) واز (آشپاز) راز (راجا) وزیر، کُٹہٕ وال (کوتوال) ژور (چور) موقدم (گاؤں کا مُکھیا) کرال (کمہار) بادشاہ بائے (رانی) نایِد (حجام) کانُیل (شاخساز) شہزادِ (شہزادہ) زور (بہرہ) اون (اندھا) کون (کانا) سِپاہ (سپاہی) بُڈ (بوڑھا)، کھور (گنجا) زاری (جواری) سوٗنُر (سُنار) رنگُر (رنگریز) خوجہ (خواجہ) خوجہ بائے (خواجہ کی بیگم) مسخر (مسخرہ) اور بانڈ جیسے بے شُمار کردار کشمیری لوک کہانیوں کی جان ہیں۔ یہ مختلف النوع کردار مختلف مزاج اور خواص کے مالک ہیں۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والے دُم دبا کر بھاگنے والے، زیرک، عیار، ریاکار، رزیل کردار اِن ہی میں سے ہیں۔ اس قسم کی کہانیوں میں انسانی سماج اور انسانی فطرت کے مختلف پہلوؤں کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ لوک کہانیاں تاریخ کے دوش بدوش چلتی رہی ہیں۔ ان میں سے نہ صرف تواریخی واقعات اور حقائق بلکہ سماجی معاملات کی معلومات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ سلاطین کے ابتدائی ادوار میں سے کشمیری فوک لور میں عرب و عجم کے اساطیری واقعات اور کردار شامل ہو گئے اور ایک نئی تہذیب پنپتی گئی۔ سادات، ریشیوں اور صوفی بُزرگوں سے متعلق ہزاروں واقعات زبان زدِ خلایق ہو گئے۔

## فوک لور میں چند پُراسرار مقامات:

**(1) پاتال:**...... عام عقیدہ ہے کہ پاتال زیرِ زمین ایک جگہ ہے۔ کشمیر کے داستان سراؤں کے مطابق ہی مال ناگ رائے نام کی مشہور و مقبول عشقیہ داستان کا ہیرو ناگ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رائے ( ناگ ارجن ) سانپ کا روپ دھار کر پاتال نگری سے ایک چشمے کے راستے زمین پر ظاہر ہو گیا۔ چشمے کے کنارے سدارام نام کا برہمن، جو اپنی تُند مزاج بیوی کے بُرے سلوک سے تنگ آ کر گھر سے فرار ہونے کے بعد ایک درخت سے ٹیک لگا کر سُستانے لگا تھا کہ اچانک اُس کی آنکھ لگ گئی، نیند کُھل جانے پر اُس نے اپنے تھیلے میں، جو سرہانے رکھا تھا، ایک سانپ دیکھا، موقع غنیمت جانتے ہوئے سدارام نے تھیلے میں گُھسے سانپ کو اپنے گھر پہنچا دیا۔ اُس کی بدمزاج بیوی نے تھیلی کھولی تو وہاں سے موہنی صورت والا ناگ رائے خوشی خوشی نکل آیا۔ اس داستان کی آخری کڑی میں بتایا گیا ہے کہ ہی مال جو بلدیو پور ( بلہ پور ) کے راجا بلدیو کی حسین وجمیل بیٹی تھی، نے ناگ رائے کی ذات کو پرکھنے کی غرض سے اسے دودھ میں ڈُبکی لگوائی تو وہ غائب ہو کر پاتال پہنچ گیا۔ اصل میں وہ پاتال نگری کا ناگ شہزادہ تھا، وہ ہی مال کا عاشق تھا، اس لئے زمین پر واپس چلا آیا، زمین پر ہی مال کو شراپ دے کر پتھر بنا دیا اور اُس پتھر کو پاتال نگری پہنچا دیا۔ داستان سراؤں کے مُطابق پاتال ناگی رائے کا وطن اور ہی مال کا سسرال تھا۔ اسی طرح وشاکھ نامی برہمن، سُسرو س ناگ اور اُس کی دو بیٹیوں سے زیون نامی چشمے کے راستے زمین پر نمودار ہو گئیں تھیں۔ وشاکھ برہمن سُسرو س کی خوبصورت بیٹی چندرلیکھا کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ یہی شادی کشمیر کے مشہور راجا نرکم اور اُس کی راجدھانی نر پور کی تباہی کا باعث بن گئی۔ اس کہانی کو کلھن نے اپنی تاریخ ''راج ترنگنی'' میں تفصیلات کے ساتھ درج کیا ہے۔ راج ترنگنی سے قطع نظر یہ کہانی آج تک کشمیری فوک لور کا حصہ ہے۔
سوم دیو کی شہرہ آفاق داستانوی کتاب ''کتھاسرت ساگر'' میں درج کئی کہانیاں پاتال نگری سے وابستہ ہیں۔ کشمیری زبان کے فوک لور میں کئی داستانیں آج بھی زبان زدِ خلایق ہیں، جن میں ناگ قوم کے معاشقے بیان کئے گئے ہیں۔ ان رومانی کہانیوں میں پاتال کا یہی تصوُّر ملتا ہے کہ پاتال زیرِ زمین کوئی جگہ ہے۔ مفتی محمد صدارالدین وفائی اور بابا اسرار قادری جیسے قادرالکلام سخنوروں نے ''ہی مال ناگ رائے'' میں وہی بات دُہرائی ہے، جو آج تک عوام


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے اجتماعی لاشعور میں محفوظ ہے، یعنی ناگ رائے پاتال کا رہنے والا تھا، ہی مال کا باپ ناگ رائے (ناگ ارجن) کو فقیرانہ لباس میں ملبوس دیکھ کر پریشان ہوگیا، تو ناگ رائے نے کہا۔

نہ پنداری کہ ہستم بے نوائی — سراسیمہ شدہ ہمچوں گدائی
کہ من سلطانِ ایں زیرِ زمینم — ہمہ تحت الثریٰ زیرِ نگینم

(قصہ ارژن و ہی مال)

ترجمہ: ''یہ خیال نہ کر کہ میں بے نوا اور گداگروں کی طرح سراسیمہ ہوں۔ میں زیرِ زمین دُنیا کا بادشاہ ہوں، تمام تحت الثریٰ میرے زیرِ نگین ہے۔''

تاہم محققین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زمین کے نیچے کوئی ٹھوس مقام نہیں اور پاتال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ محض خیالی تصوّر ہے۔ موتی لال ساقیؔ کے مطابق پاتال وادی سندھ میں واقع ایک شہر تھا، جو ناگ قوم کے لوگوں کا مسکن رہا۔

''پورانوں کے مطابق ناگ قوم کے لوگوں کا شہر پاتال کے نام سے مشہور تھا، جو عام عقیدے کے مطابق زیرِ زمین ہے اور جو محض تصور ہو سکتا ہے، سچ یہ ہے کہ قدیم زمانے میں پاتال وادیٔ سندھ کا ایک علاقہ اور شہر تھا، وادی سندھ کی تہذیب کو بڑھاوا دینے میں ناگ بھی شامل تھے۔''

(لُکہ باوتھ ہتہٕ نسلی ژہتہٕ وژتُر۔ موتی لال ساقی۔ مطبوعہ: وتھہٕ آگُر: مرازادبی سنگم بجبہاڑہ)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ناگ رائے شہر سُمان کا ناگ شہزادہ بلکہ ناگوں کا راجا تھا۔ مُفتی محمد صدرالدین وفائی نے ہی مال اور ناگ رائے کی اس عشقیہ داستان کو فارسی میں مثنوی کا روپ دے کر ''تحفتہ العشاق'' نام رکھا۔ اُس نے یہ مثنوی یکم جنوری 1806ء کو مکمل کی تھی۔ جس وقت ہی مال کو یہ کہہ کر کہ ناگ رائے نچلی ذات سے تعلق رکھتا ہے، ناگ رائے کے خلاف اُکسا کر، دونوں کی محبت میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو ہی مال اپنے عاشق بلکہ شوہر سے اس کی ذات کے بارے میں سوال کرتی ہے، بادلِ ناخواستہ ناگ رائے جواب



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دیتا ہے۔

اصل ونسلِ من پُرسان گُنی گر　　شِنو از من اگر آری تُو باوَر
بہ خوبی سر ورم خیلِ پری را　　شہنشاہم سوادِ دِلبری را
سُمان را تخت گاہِ من بِدانی　　زِمن مشہور شُد حُسن سُمانی
سُمان شہریست در کشمیر و لاہور　　سمن بویانِ آں شہر اند مشہور

(تحفۃ العشاق، ص158)

ترجمہ:''میری اصل ونسل کے بارے میں تُو اگر سوال کرتی ہے تو سُن ، میں سوادِ دلبری کا شہنشاہ ، پریوں کا سرور اور شہر سُمان کا بادشاہ ہوں۔ سُمان میرا پایہ تخت ہے، میری بدولت حسنِ سُمان کو شہرت نصیب ہوئی۔ سمان شہر کشمیر اور لاہور کے درمیان واقع ہے، اُس شہر کے سمن بو مشہور ہیں۔''

جواب سُن کر ہی مال مطمئن نہ ہوئی تو مجبور ہو کر بڑے برتن میں رکھے ہوئے دودھ میں نہانے کی غرض سے ڈُبکی لگا کر ناگ رائے غائب ہو جاتا ہے۔ داستان گو کہتے ہیں کہ وہ اسی راستے پاتال پہنچ گیا، مگر صدر الدین وفائی رقمطراز ہے کہ ڈُبکی لگاتے ہی وہ اپنے شہر سُمان چلا گیا، وہاں عزیز واقارب اُسے دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔

زِ حوضِ شیر چوں جوئی فریاد　　رہِ سنگیں اُو را پیش اُفتاد
ازاں راہ شُد رواں سویِ وطن گاہ

کوئی تاریخی حوالہ دیئے بغیر مرحوم عبدالستار رنجورؔ نے لکھا ہے کہ ناگ رائے ناگ قبیلے کا سردار تھا۔ وہ سُمان نامی شہر کا باشندہ تھا جو پاکستان کے گجرات شہر کے قریب ایک گاؤں ہے، یہ ناگ سردار سُمان سے کشمیر چلا آیا تھا۔

''ناگ قبیلے کا ایک عظیم سردار ناگ ارجن (ناگی ارژن /ناگی رائے)، کچھ چیلوں کو ساتھ لے کر 1702 (ق۔م)، میں اُس وقت سُمان سے کشمیر چلا آیا، جب اُجین کے راجا نے کشمیر پر چڑھائی کی تھی۔ راجا جلدیو کی فوج



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی کمان سنبھالی اور اُجینی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔''

(ناگ مت تہِ کشیر۔عبدالستار رنجور۔شیراز۔جلد 17 شمارہ 4)

## (2)۔کُگی یأر

کشمیر میں علاقہ مراز کے دو مشہور پرگنوں دوچھن پور اور کھوورُ پور میں آج بھی یہ لوک عقیدہ ہے کہ زمستان شروع ہوتے ہی دیوؤں اور بھوتوں کو گھومنے پھرنے کی کھلی چھوٹ ملتی ہے۔اس دوران یہ مافوق الفطرت مخلوق لوگوں کو ڈرا دھمکا کر آسیب زدہ کرتی ہے، راہ گیروں کو غلط راستوں پر ڈال دیتی ہے، اس طرح یہ بھوت لوگوں سے بلی چڑھواتے ہیں، خیرات اور نذر و نیاز دلواتے ہیں۔زمستان کے چھ مہینے گزرنے کے بعد ان بھوتوں کو بیگار پر لگا کر کشمیر بدر کر دیا جاتا ہے۔لوک روایت ہے کہ ان کو کُگی یأر نامی ایک خیالی پہاڑ کو کھینچنے میں مصروف رکھا جاتا ہے۔اس خیالی پہاڑ کو ہر ایک بھوت پکڑ کر اپنی طرف کیوں کھینچتا رہتا ہے، کسی کو معلوم نہیں!لوک روایت ہے کہ کُگی یار وادی پہلگام میں ویر یسرن کے قریب لنگن بل نامی جگہ سے شروع ہونے والا خیالی پہاڑ ہے، اسی پہاڑ پر بھوتوں کا راجا کُمب رہتا ہے۔(اس لوک روایت کی تفصیل اسی کتاب کے ''کشمیری لوک ادب میں ناگ'' مقالے میں آگے ملاحظہ کریں)

## (3)۔کامُن زُو

کامُن زُو نام کی خیالی جگہ کا تذکرہ کئی کشمیری لوک کہانیوں میں بار بار سننے کو ملتا ہے۔داستان سراؤں کے مطابق یہ پُراسرار خیالی جگہ پہاڑوں اور سمندروں سے پرے ہے، جہاں پھولوں کے باغ ہیں۔میوہ دار درخت ہیں۔میٹھے اور صاف پانی کے چشمے ہیں۔چہچہاتے ہوئے پرندے ہیں۔خوبصورت مکانات ہیں، جن میں چراغ ہمیشہ روشن رہتے ہیں۔خوش نما پرندے اُن مکانوں میں پنجروں میں قید ہیں۔اُن ہی چراغوں اور پرندوں میں دیوؤں اور جنوں کی جانیں مقید ہیں۔اس پُراسرار اور خوف ناک جگہ تک انسانوں کا گزر نہیں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتا۔ یہ فقط دیوؤں اور جنات کی سیر گاہ اور عیش گاہ ہے۔ جن اور دیو جب کسی شہزادی، کسی پری یا کسی دُشمن کو پکڑ لیتے ہیں، اُس کو اسی جگہ قید کر لیتے ہیں اور جادوئی ہار پہنا کر بے ہوش کر لیتے ہیں۔ کوئی دیو، کوئی جن اُس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک نہ وہ چراغ گل کر دیا جائے جس میں اُس کی جان محفوظ ہے یا اُس پرندے کو مار نہ دیا جائے جس کے اندر اُس کی جان بسی ہوئی ہے۔ داستان گو اس جگہ کو نہایت پُرکشش اور خوبصورت بتاتے ہیں مگر آج تک کسی آدم زاد نے یہ جگہ نہیں دیکھی ہے۔ کشمیری داستاں گو کے مطابق مشہور رزمیہ سام نامہ، (شاہ نامہ فردوسی طوسی کا ایک ضمنی قصہ) ہیروئن پری گل دوخت (گُل دوخ پری) کو دیو ابراہ پکڑ کر لے جاتا ہے، تو بے شُمار مصائب اور صعوبتیں برداشت کر کے رزم نامے کا ہیرو سام اُس پُراسرار خیالی جگہ تک پہنچ کر پری گُل دوخت کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ رزمیہ داستاں سام نامہ کشمیر میں بہت مقبول رہا ہے۔ داستاں سراؤں نے کشمیر کے ماحول اور مزاج کے مطابق اس میں جذیات جوڑ کر اور بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا، لیکن اب نہ داستاں سرا رہے نہ داستانوں کے سُننے والے قدر دان! کشمیر کے مشہور رزمیہ مثنوی نگار امیر شاہ کریری نے اس رزم نامہ کو کشمیری زبان میں مثنوی کا روپ دیتے وقت شاہ نامہ فردوسی کے علاوہ خواجو کرمانی اور عسجدی کے رزم ناموں سے خوب استفادہ کیا ہے۔

''ابوظفر عبدالعزیز بن منصور مروزی متخلص بہ عسجدی، فردوسیؔ طوسی کی وفات کے بیس سال بعد انتقال کر گیا ہے، اُس کا سنِ وفات 230ھ ہے۔ وہ سلطان محمود غزنوی کا ایک اہم درباری شاعر تھا''۔ (تاریخِ ادبیاتِ ایران از رضا زادہ شفق)

خواجو کرمانی کا سن وفات 753ھ ہے، جو سام نامہ اُس کے ساتھ منسوب ہے، اُس کو ہُمائے وہمایوں بھی کہا جاتا ہے، ان تمام ماخذوں سے حاصل کر کے امیر شاہ کریری نے سام نامہ کو کشمیری مثنوی کا روپ دیتے ہوئے، اُس خوفناک جگہ کا نقشہ پیش کیا ہے، جہاں دیو ابراہ نے پری گُل دوخت اور پری رضوان کو قید کر رکھا تھا۔ امیر شاؔہ نے لکھا ہے کہ کوہِ فنا کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نیچے ایک قلعہ ہے، قلعے کے اندر طلسماتِ جمشید، جن کی حفاظت پر دیو ابراہ مامور ہے، اسی قلعے میں پری گُل دوخت اور رضوان قید ہیں لیکن ہمارے کشمیری داستان سرا جب کوہِ فنا اور طلسماتِ جمشید کی Description پیش نہ کر سکے تو انہوں نے کامُن زو جیسی جگہ تخلیق کر لی اور داستان کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسی کامن زُو میں دیو ابراہ نے پری گل دوخت کو قید کر لیا تھا۔

کشمیری زبان میں ''زو'' کے کئی معانی ہیں جیسے جان اور جزیرہ۔ ''کام'' سے مُراد ہے حُسن، شہوت۔ کام دیو ہندوستانی دیو مالا میں حُسن کا دیوتا مانا جاتا ہے، کامُک لفظ کا مطلب ہے معشوق، یہ لفظ کشمیر کے صفِ اوّل کے رومانی شاعر رُسول میر کے اس مصرعے میں بڑی خوبی کے ساتھ استعمال ہوا ہے:۔

جمالکی جامہِ وُچھمَے کامہِ گَس نألی

(حُسن و جمال کے پیرہن میں اپنے معشوق کو دیکھا)

''کامُن زُوٗ'' سے مراد ہے، وہ جزیزہ جہاں کام دیو رہتا ہے، جو حُسن و جمال کا مرکز اور حسیناؤں کا بسیرا ہے۔

## (4)۔ کوہِ قاف

### ایک طاقتور خیالی پرندے کا مسکن:

کشمیر میں ناخواندہ لوگوں کا آج بھی خیال ہے کہ کوہِ قاف نام کا خطرناک پہاڑ دُنیا کی آخری سرحد پر واقع ہے۔ لوک روایت کے مطابق کوہ قاف آگر پچھنی نام کے ایک بھیانک، طاقتور اور تیز بین پرندے کا مسکن ہے، یہ نام شاید سیمرغ، عنقا یا باز کے بدلے اختراع کیا گیا ہے، دیوؤں، جنوں اور پریوں کا وطن بھی اسی کوہِ قاف کو تصوُر کیا جاتا ہے۔ آگر پچھنی اکثر کشمیری لوک کہانیوں میں ایک زور آور کردار کا رول نبھاتی نظر آتی ہے، وہ بعض اوقات جھپٹا مار کر انسانوں کو نوکیلے پنجوں میں جکڑ کر لے جاتی ہے لیکن احسان کے عوض کبھی کبھی انسانوں کو اپنے کُھلے اور مضبوط پروں پر بٹھا کر اُن کو مطلوبہ منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ سعدیؒ کے اس شعر میں آ گر پچھنی (سیمُرغ) کا وطن کوہِ قاف بتایا گیا ہے۔

چناں پہن خوانِ کرم گسترد    کہ سیمرغ درقاف قسمت خورد

اصل میں کوہِ قاف ایک چھوٹا پہاڑ ہے، جو آرمینیا میں واقع ہے۔ یہ وہی آرمینیا ہے، جہاں 1988ء میں ایک قیامت خیز زلزلے سے بے شُمار مکانات زمین بوس ہو گئے تھے اور لاکھوں لوگ بے بسی اور بے کسی کی حالت میں لقمہ اجل بن گئے تھے۔ اُس وقت آرمینیا متحدہ سوویت روس کا ایک صوبہ تھا۔ کشمیری نثری فوک لور میں اسی کوہِ قاف کو پُر اسرار اور ہیبت ناک پہاڑ، جہاں دیوؤں، پریوں اور سیمُرغوں کے گھر ہیں، بنا کر ہمیشہ پیش کیا گیا۔

## دو قدیم اسطوری کردار:

### ا۔ کامہ دیو

دینِ اسلام کے قبول عام کے بعد بھی کشمیر میں ہندوستانی دیو مالا کا چلن رہا۔ مجموعی طور کشمیری زبان کی باضابطہ شاعری اور کشمیری زبان کے لوک ادب میں ہندوستانی دیو مالا نے مستقل جگہ بنالی تھی۔ کچھ کشمیری صوفی شعرا نے ان کرداروں کو صوفیانہ شعری تجربوں کی ترسیل کے لئے استعمال کیا۔ مثال کے طور پر ''کام دیو'' (جسے کشمیری میں ''کامہ دیو'' کہتے ہیں) عشق کا دیوتا مانا جاتا ہے۔ ''کام'' سے مُراد ہے ''عشق، جنسی محبت'' اور ''دیو'' سے مراد ''دیوتا''۔ کشمیری شاعری میں ''کامہ دیو'' کو ہمیشہ حُسن اور عشق کے معنوں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے مثلاً نادرِ سخن گورُسول میر شاہ آبادی کا یہ مصرعہ

جمائےلکی جامہ وُچھ مے کامہٕ کس نالٕی

(''کامک''، یعنی کامہ دیو (بمعنی عاشق) کو جمال کی پوشاک میں ملبوس پایا۔ مطلب یہ کہ کامہ دیو کا درون و بیرون سراپا جمال ہے)

کامہ دیو کو کبھی عاشق اور کبھی معشوق مانا گیا ہے۔ عام طور پر کسی مست شباب جلال و جمال والے مرد کو ''کامہ دیو'' کہا جاتا ہے۔ شاعرِ کشمیر پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ نے اس شعر میں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کامہ دیو کو حُسن و جمال کا پیکرِ معشوق بنا کر پیش کیا ہے۔

کامہٕ دیو کرِ سأل ڈل بوٗزم شبس ترِ تیل بل
درشُنس آبس اندر پمپوش لأ گتھ پرأرہا

(کامہ دیو کو ڈل جھیل کی سیر کا ارادہ ہے۔ سُنا ہے وہ رات بھر تیل بل میں رہے گا۔ میں پانی کے اندر کنول کا پھول بن کر اُس کا انتظار کرنا چاہتی ہوں تاکہ چوری چُھپے اُس کے درشن ہو سکیں)

عبدالاحد آزاد کا یہ شعر۔

کزٕلی گرِنم وۄزٕلی جامہٕ  مےٚ نیونم کامہٕ دیون دِل

(کامہ دیو میرا دل لے کر چلا گیا۔ میری خوبصورت سُرخ پوشاک کو سیاہ کر کے رکھ دیا)

یا مشہور صوفی شاعر شمس فقیر کے یہ اشعار۔

چھو سأ لِکوٕ مہٕ بنٛدرے  کامہٕ دیو جامن اندرے
دیوانہٕ گأمژ سونٛدرَے  کامہٕ دیو جامن اندرے

(سُندریاں دیوانہ ہو گئی ہیں۔ کامہ دیو حُسن و جمال کے کپڑوں میں ملبوس ہے۔ سالکوں نے مئےعرفان نوش کیا)

ہندوستانی دیومالا میں کام دیو کا وہی کام ہے جو یونانی دیومالا میں کیوپڈ (CUPID) کو تفویض ہوا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کیوپڈ کو اندھا دکھایا گیا ہے جبکہ کامہ دیو خوشی، فرحت جنسی جذبے کی شدّت، محبت اور حُسن کا ترجمان مانا گیا ہے اور اندھا نہیں ہے۔

بقول موتی لال ساقی

"دیومالا کامہ دیو کی طاقت کو اتنا بڑھا کر پیش کرتی ہے کہ پیدائش کا مالک برہما جی بھی اُس کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ کچھ کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ کامہ دیو درما (سچائی کا دیوتا) اور شردھا (یقین کی دیوی) کا بیٹا ہے۔ تصویر میں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کامہ دیو کو نیشکر کی کمان اور پانچ تیروں کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ تیروں کے پھل پھولوں سے بنائے گئے ہیں۔ نیشکر کی کمان اس بات کی علامت ہے کہ کامہ دیو کا کام لطیف اور میٹھا ہے۔ پانچ تیر علامت ہیں اس بات کے کہ یہ تیر چلا کر کامہ دیو حواسِ خمسہ کو بے حس کر دیتا ہے۔ تیروں کے پھل یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ یہ زیادہ ٹیس اور کسک کے بجائے خوش کُن بے چینی پیدا کرتے ہیں۔''

(بشکریہ نیب، سرینگر)

مشہور ہے کہ جب شنکر بھگوان نے پاروتی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ بقول ڈاکٹر امر مالموہی پاروتی

''کوئی عورت ہے اور نہ ہی بھگوان شنکر کوئی مرد ہے۔ یہ فقط دیو مالائی کردار اور فلسفیانہ علامات ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سب انسانی جذبوں کے عکس ہیں۔ اس کی تہذیبی اور ثقافتی اہمیت ہے مگر تاریخی طور اسکی زیادہ اہمیت نہیں''

(کتھا سرت ساگر، کشمیری سے ترجمہ، ص 30)

پاروتی نے کامہ دیو کی پُوجا اور تپسیا کی۔ کامہ دیو خوش اور راضی ہو گیا اور پاروتی کو درشن دیئے۔ پوچھا، کیا چاہیئے؟ پاروتی نے کہا شنکر مہاراج میرے ساتھ شادی کرنے کے لئے راضی ہو جائیں۔ کوہ کیلاش پر برف کی چادر بچھی تھی۔ شنکر مہاراج وہاں عبادت میں محو تھے۔ کامہ دیو کوہ کیلاش پر گئے، برف پگھل گئی اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اُگ آیا۔ پُھول کھلنے لگے۔ کامہ دیو نے پھولوں کے تیر شنکر بھگوان پر چلائے۔ انہیں کامہ دیو پر نظر پڑی۔ ایک ہی نظر سے کامہ دیو جل کے راکھ ہو گیا لیکن تیروں نے اپنا اثر کیا تھا اور شنکر بھگوان نے پاروتی کے ساتھ شادی کی۔

کشمیری زبان میں کامہ دیو کے تعلق سے کئی محاورے بھی مستعمل ہیں۔

**۲۔ پچھ**



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پچھ ( یکھش ) کوئی غیر فطری مخلوق نہیں تھے بلکہ وہ انسان تھے اور کشمیر اُن کا مسکن تھا ۔ یہی پچھ ہماری لوک کہانیوں کا ایک عجیب و غریب اور دلچسپ کردار ہے ۔ وہ مختلف کہانیوں میں مختلف رول نبھاتا ہے ۔ اسے ہر مشکل کا حل آتا ہے اور ہر چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے ۔ یہ لوک کہانیوں میں اپنی شکل وصورت بدلتا رہتا ہے ۔ آناً فاناً اُس کا قد لمبا ہو جاتا ہے ۔ کبھی ٹھِنگنا بن جاتا ہے اور کبھی کتے کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے ۔ کبھی بلی کے روپ میں زمستان کی لمبی اور خنک راتوں میں ڈراونی آوازیں نکالتا رہتا ہے ۔ کبھی کبھی انسان کے روپ میں آکر کسی شخص سے تپتے ہوئے کوئلوں بھری کانگڑی مانگ کر اُس کے سر پر پھینک کر اُسے جُھلسا دیتا ہے ۔ لوک عقیدے کے مطابق قبرستانوں سے مُردوں کو اُکھاڑ کر اُن کو لواحقین کے گھروں میں پہنچا دینا بھی پچھ کا کام تصوّر کیا جاتا ہے ۔ دور اُفتادہ مقامات پر آج بھی کچھ لوگ اپنے مُردوں کو پچھ سے بچانے کے لئے قبروں پر لہسن کے پانی کا چھڑکاؤ کرتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ لہَسن کی بُو سے پچھ قبروں سے دُور رہتے ہیں ۔ کہتے ہیں قبروں سے مردے نکال کر لے جانے والے پچھ کو گور پچھ ( قبروں کا پچھ ) کہتے ہیں ۔ پچھ کے بارے میں مشہور ہے کہ اُس کی ساری طاقت اور عیاری اُس کی ٹوپی میں پوشیدہ ہے ۔ اس لئے لوک کہانیوں میں اس پچھ کو قابو کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو شخص اُس کی ٹوپی چُرانے میں کامیاب ہو جائے ، پچھ اُس کا غلام بن جاتا ہے ۔ چونکہ پچھ پانی اور سیال مادوں سے بہت ڈرتا ہے اس لئے اُس سے چُرائی ہوئی ٹوپی کو پانی کے گھڑے کے نیچے یا دودھ کے برتن کے نیچے اور عام طور پر سُدرِکائنز والے برتن کے نیچے رکھا جاتا ہے ۔ ’’سُدرِکائنز‘‘ ایک کھٹے مشروب کو کہتے ہیں ، جس کا رواج اب ختم ہو چکا ہے ۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چاولوں سے نکالے ہوئے پچھ کو کئی دنوں تک کسی ہانڈی میں رکھا جاتا تھا اور اُس میں نمک بھی ملایا جاتا تھا ، اس طرح اُس میں کھٹاس پیدا ہو جاتی ہے ۔

پچھ کون تھے ؟ یہ بجائے خود ایک دلچسپ اور تحقیق طلب موضوع ہے ۔ یکھش کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں۔ کچھ لوگ انہیں دیوؤں اور جنوں کے قبیلے سے منسلک کرتے ہیں۔ گلگت کے علاقے میں لوگوں کا خیال ہے کہ یکھش ایک دیو ہے، جس کی صرف ایک آنکھ ہوتی ہے اور اُس کا واحد مقصد فصلوں کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ کشمیر کی طرح بلتِستان اور گلگت میں بھی یکھش کو یچھ کہا جاتا ہے بقول موتی لال ساقی:۔

''جدید محققین نے تاریخی ماخذوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یکھشوں کا اصلی وطن کشمیر اور اس کے آس پاس کا علاقہ تھا۔ یہیں سے یہ لوگ برصغیر کے دوسرے علاقوں، یہاں تک کہ لنکا میں جا کر آباد ہو گئے۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ یکھش ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے کشمیر میں سب سے پہلے بُدھ دھرم قبول کیا تھا۔ یکھشوں کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اُن کی آنکھیں لال تھیں اور یہ لوگ انسانی لاشوں تک کو کھا جاتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے اس جاتی کو ناکارہ اور بُرا سمجھا گیا۔ چنانچہ آج بھی ہمارے یہاں لفظ یچھ بُرے اور ناکارہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آریہ لوگ بھی اس جاتی کے لوگوں سے ڈرتے تھے۔ نیل مت پوران میں ''یکھشا اماوسی'' کا تہوار آریوں کا یکھشوں کو قربانی دینے کا واضح ثبوت ہے۔ ہمارے یہاں بہت سارے مقامات اور کچھ خودرو گھاس وغیرہ یکھشوں کے نام سے موسوم ہیں۔ مثلاً یچھ کوٹ، یچھ ہوم، یچھِ کراور یچھِ گوز وغیرہ''۔ (''خبرنامہ'' کلچرل اکادمی۔ جلد 12 شمارہ۔۱)

## کشمیری سنہ:

سلطان شمس الدین شاہ میر نے کشمیر میں ایک نیا سنہ ایجاد کیا، جس کی ابتداء سلطان صدرالدین رینچن کی تخت نشینی کے سال یعنی 1320ء سے کردی۔ اس کو کشمیری سنہ ہیں۔ مہینوں کے نام کشمیریوں کے مزاج اور ماحول کے مطابق رکھے گئے۔ مورخ حسن شاہ کے مطابق مہینوں کے نام سنہ یزدجردی کے مہینوں کے مطابق رکھےگئے۔ سنہ یزدجردی ایران میں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بادشاہ یزدجرد کی تخت نشینی کے وقت سے شروع ہوا تھا۔ مورخ حسن شاہ نے یزدجردی مہینوں کی مُشابہت کشمیری ناموں کے ساتھ اس طرح دکھائی ہے:

| یزدجردی مہینے | کشمیری نام |
|---|---|
| ماہِ حمل | وہیکھ |
| ماہ ثور | زیٹھ |
| ماہِ جوزا | ہار |
| ماہِ سرطان | شراوُن |
| ماہِ اسد | بأدِر |
| ماہِ سنُبلہ | أشِد |
| ماہِ میزان | کارِتک |
| ماہِ عقرب | مونجہور |
| ماہِ قوس | پوہ |
| ماہِ جدی | ماگھ |
| ماہِ دلو | پھاگُن |
| ماہِ حوت | ژِتھر |

سلطان شمس الدین شاہ میر کا رائج کردہ کشمیری سنہ دوسو چونسٹھ سالوں تک استعمال چلتا رہا۔ اس کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی اور عوامی مقبولیت بھی۔ مغلوں کے کشمیر میں دورِ اقتدار کے ابتدائی ایام سے اس سنہ کو سرکاری سرپرستی سے محروم ہونا پڑا۔ سنہ ہجری کو سرکاری طور پر رائج کیا گیا، تاہم عوام میں ہجری مہینوں کے نام پوری طرح رواج نہ پا سکے۔ حالانکہ مدتوں کشمیری مہینوں کے ناموں کا چلن رہا۔ کشمیری زبان کے نثری اور منظوم فوک لور کے علاوہ تخلیقی شعری سرمائے میں آج تک یہ نام مستعمل ہیں۔ دوردراز دیہات میں پرانی وضع قطع



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے کچھ لوگ، زمینداری کے مختلف مراحل کی شروعات کے موقعوں پر کشمیری سنہ کے مہینوں اور خاص دنوں کا خیال رکھتے ہیں۔ کئی اولیائے کرام کے عرس آج بھی کشمیری کلینڈر کے مطابق منائے جاتے ہیں۔ اس طرح کشمیری سنہ اور اُس کے مہینے کشمیری فوک لور کا حصہ بن کر رہ گئے۔

## بچوں کے لوک گیت:

بچوں کے لوک گیت ان کے دل بہلانے کے لئے ہوتے ہیں اور عام طور پر اُن کا تعلق کھیل کود کے ساتھ ہوتا ہے۔ لوریاں بچوں کو سُلانے اور سہلانے کے لئے گائی جاتی ہیں۔ کشمیری زبان میں بچوں کے لئے دلچسپ لوک گیت موجود ہیں۔ اگرچہ ان کا ہرگز یہ کام نہیں کہ وہ سماجی تاریخ کے کسی پہلو کو محفوظ کریں یا سماجی حالات کی عکاسی کریں، پھر بھی بچوں کے لئے مخصوص اکثر لوک گیت کسی نہ کسی سماجی واقعے کے پس منظر کو پیش کرتے ہیں۔

بچوں کا ایک کھیل ہے ''کُس باچھکھ'' یہ عام طور پر شام کے وقت کھیلا جاتا ہے۔ ایک بچہ کانگڑی سے کوئلہ نکال کر اس سے اپنے چہرے پر مونچھیں بنا لیتا ہے۔ سر پر کسی پھٹے پُرانے کپڑے سے بنایا ہوا دستار باندھ لیتا ہے۔ ہاتھ میں ایک موٹی سوٹی اُٹھائے بچوں کی ایک ٹولی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ رعب وداب جما کر بچوں کو خوف زدہ کرتا ہے۔ کوئی بچہ گویا جان جوکھم میں ڈال کر پوچھتا ہے۔ آپ کون ہیں؟ آپ کو کسی کی تلاش ہے۔ جب بچے سُن لیتے ہیں کہ وہ سنز وُول ہے، سنز وُول پٹھانوں اور سکھوں کے دورِ اقتدار میں محکمہ مال کا ایک ظالم ملازم ہوتا تھا۔ کہیں پیچھ بھرا برتن چرایا گیا ہے اور سنز وُول کو چور کی تلاش ہے۔ بچے اُدھر اِدھر بھاگ جاتے ہیں۔ کسی طرح سنز وُول ایک بچے کو پکڑ کر چور سمجھتا ہے اور اُسے مارنا شروع کرتا ہے۔ باقی بچے واپس آکر بڑی منّت سماجت کر کے خواہ مخواہ کے چور کو آزاد کروا لیتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| کُس باچھکھ؟ | سنز وُول |
| کیا چھکھ ژھاران؟ | انہِ مہِ ڈُل |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | |
|---|---|
| سہ ٹمی زیوُ وے | ژیئے تہِ بیہٕ ٹمی |
| مے کر چوو؟ | روٗ دٕ یلہِ پیٖو |
| ژٕے چھکھ ژوٗر | گٹہٕ وال والی لور |

نا، بابا، نا

| | |
|---|---|
| کون ہے تو؟ | سنز وُ ول |
| کس چیز کی تلاش ہے | پیچھ بھرے برتن کی |
| وہ کس نے چُرایا؟ | تونے اور کس نے |
| میں نے پیچھ کب پی لی؟ | جب بارش ہوئی تھی |
| تو ہی چور ہے | کوتوال تجھے ڈنڈے برسائے گا |

نا، با، با، نا

اصل میں اس گیت کا تعلق شخصی راج کے کارندوں کے عوام پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کے ساتھ ہے اور یہ گیت ایک لوک کہانی کا منظوم روپ ہے۔قدیم زمانے میں جب کسان سال بھر خون پسینہ ایک کر کے کھیتی کیا کرتا تھا تو فصل کی کٹائی سنز وُ ول اور کوتوال جیسے سرکاری کارندوں کی نگرانی میں ہوا کرتی تھی۔ فصل کو کھلیانوں میں جمع کروانے کے سارے مراحل سرکاری کارندوں کی زیر نگرانی مکمل ہو جایا کرتے تھے۔کام ختم ہو جانے پر بے چارے کسان خالی ہاتھ گھر چلا جاتا تھا اور پیٹ پر پتھر باندھ کر جوں توں کر کے زندگی کے دن کاٹ لیا کرتا تھا۔اُس کی اُگائی فصل میں سے کچھ حصہ سنز وُ ول، کاردار، چکدار اور کوتوال کو مل جاتا اور کچھ حصہ سرکار کو۔ایک بار ایک بھوکے پیاسے کسان نے کسی طرح تھوڑی بہت شالی کھلیان سے اُٹھالائی۔اُس کی بیوی نے اوکھلی میں کُوٹ کر تھوڑے چاول تیار کیے۔چاول ہانڈی میں ڈال کر پیچھ تیار کر لی۔اُس کا چھوٹا بیٹا خالی پیٹ سویا تھا۔میاں بیوی سوچنے لگے اگر بیٹے کو پیچھ پلائی جائے اور وہ دن کے وقت اپنے ساتھیوں سے کہہ دے گا کہ ہم نے پیچھ پی لی۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بات بڑھ جائے گی تو سرکاری کارندے ہم کو پکڑ کر لے جائیں گے۔آخر کار انہوں نے ایک ترکیب نکالی کہ گہری نیند میں مست بیٹے کے چہرے پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا۔لڑکا جاگ گیا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ماں نے کہا، کچھ نہیں بیٹا، آج رات زور کی بارش ہو رہی تھی، ہماری جھونپڑی کے اندر ٹپ ٹپ پانی گرنے لگا تو اُٹھ کر پیچھ پی لے۔لڑکا بھوکا تھا۔پیچھ پی کر پھر سو گیا۔صُبح جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلنے لگا، اُسے یاد آیا کہ جب بارش ہوئی تھی ،اس نے گھر میں پیچھ پی لی تھی۔اصل میں بارش ہوئی ہی نہیں تھی ترکیب نا کام ہوئی اور بات بڑوں کے کانوں میں پہنچ گئی۔پھر سرکاری کارندوں نے سُنا۔بے چارے کسان اور اُس کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے کہ پیچھ کا برتن کہاں سے چُرا کے لائے ہو؟''

غریب کشمیری ہر وقت ہراساں اور پریشان رہا کرتے تھے۔ان میں سے نمبردار یا موقدم یعنی گاؤں کا مُکھیا، گاؤں میں بنیادی سطح پر کام کرتا تھا۔گاؤں کے ہر انسان پر اُس کی نگاہ ٹکی رہتی تھی۔ہر معاملے اور واقعے کا اُس کو علم ہوتا تھا۔کسان کی کمائی سے اپنا حصہ وصول کیا کرتا تھا۔گاؤں والوں کو اپنے لئے بلا معاوضہ کام کرواتا تھا اور بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا تھا ۔گاؤں میں کوئی شادی اُس کی مرضی اور شرکت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔بچوں کے اس گیت میں موقدم کی وہ حیثیت اور شان وشوکت آج تک موجود ہے، جس کا وہ کسی زمانے میں مالک ہوا کرتا تھا۔خُلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایک ہٹا کٹا جوان اپنی بیوی کو کسی وجہ سے مارتا ہے اور بیوی اُس کو میکے بھاگ جانے کی دھمکی دیتی ہے۔خاوند منت سماجت کر کے کہتا ہے کہ میں اپنے باپ، بھائی، ماموں اور چاچا کو تمہیں لانے کے لئے بھیج دوں گا۔بیوی کہتی ہے میں ہرگز نہیں آؤں گی۔خاوند دھمکی دیتے ہوئے کہتا ہے میں تجھ کو لانے کے لئے موقدم کو بھیج دوں گا۔بیوی موقدم سے مرعوب ہو کے کہتی ہے، میں اس کے جاہ ومنصب کے آگے گھٹنے ٹیک دوں گی اور ضرور آؤں گی۔

لاے لاے گندرَو      بہ مالِیٔن ژلہ یو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بوے پُنن سوزے		توتہِ ناو بوزے

مول پُنن سوزے		توتہِ ناو بوزے

مام پُنن سوزے		توتہِ ناو بوزے

پیچہ بابہ سوزے		توتہِ ناو بوزے

موقدم سوزے		کونہ یمس سجدِ مس

## کشمیریوں کی حِس ظرافت:

کشمیریوں کی بذلہ سنجی، بذلہ گوئی اور مجموعی طور پر ظرافت کے بے شمار نمونے کشمیری فوک لور کا اچھا خاصہ حصہ ہیں۔ اس ضمن میں چند ایک لطائف ملاحظہ ہوں:

(1)...... ایک امیر تاجر نے مختلف نوکروں کو مختلف کام سونپ دیئے تھے۔ ایک نوکر کو فقط یہ کام تفویض ہوا تھا کہ رات گئے جب خواجہ صاحب کے سونے کا وقت آ جائے تو وہ اس کے سر سے پگڑی اُتار کر طاق پر رکھ دے۔ اسی کام کے عوض اُسے اچھی خاصی تنخواہ ملتی تھی۔ ایک بار خواجہ صاحب کے یہاں چند خاص مہمان آئے تھے۔ شام کو بعد طعام خواجہ صاحب مہمانوں کے ساتھ گپ شپ میں اتنے مشغول ہو گئے کہ رات گئے تک جاگے رہے۔ بے چارہ نوکر خواہ مخواہ شب بیداری سے تنگ آ گیا۔ آخر کار اس کا صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ جھٹ کمرے میں گھس کر خواجہ صاحب کے سر سے بھری محفل میں پگڑی اُتار کر طاق پر رکھ دی۔ خواجہ صاحب شرمندہ ہو گئے۔ ایک مہمان نے اپنی لال لال آنکھیں اِدھر اُدھر پھیرتے ہوئے پوچھا: ابےَ! یہ بدتمیزی کیوں؟ خواجہ صاحب جھٹ بول اُٹھے: ''نہیں، کچھ نہیں ہوا، نوکر نے بس اپنا فرض پورا کیا''۔

(2)...... بیوی نے اپنے شوہر سے عاجزی کے ساتھ کہا، پیارے، جب سے اس گھر میں آئی ہوں، آپ نے میرے لئے ایک بھی نیا جوڑا نہیں بنوایا۔ پاس پڑوس کی عورتوں کے شوہر اُنہیں اچھے اچھے کپڑوں کے جوڑے لا دیتے ہیں۔ میاں نے بیوی کو دِلاسا دیتے ہوئے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہا: غم نہ کر، کل شام کو تمہارے لئے ایسا نیا جوڑا لاؤں گا کہ پاس پڑوس کی عورتیں عش عش کر اُٹھیں گی۔ صبح مُنہ اندھیرے پنگھٹ پر عورتیں حسبِ عادت جمع ہو گئیں۔ اس عورت نے اپنے نئے جوڑے کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایک عورت نے کہا: بہن! میرے میکے میں آج شام ایک تقریب ہو رہی ہے، اپنا نیا جوڑا مجھے عاریتاً دے دینا۔ نئے جوڑے والی عورت نے کہا ''شوق سے لے جانا''۔ ایک اور عورت بولی: بی بی جی، مجھے بھی کل میکے جانا ہے، رات بھر کے لئے مجھے بھی نیا جوڑا دے دینا۔ ''ہاں، ہاں، تم بھی لے جا سکتی ہو''۔ جوڑے والی نے متکبرانہ لہجے میں جواب دیا۔ اسی طرح دوسری عورتیں بھی نیا جوڑا مانگ رہی تھیں اور وہ عورت فخریہ انداز میں ''ہاں، ہاں'' کرتی رہی۔ اُس جوڑے والی عورت کا شوہر یہ باتیں سُن رہا تھا، مکان کی کھڑکی سے اُس نے بیوی کو آواز دی: اری او پگلی! کیوں اپنا نیا جوڑا ابھی سے خراب کروا رہی ہے! سب عورتیں اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئیں۔

## لوک تھیٹر:

کشمیریوں کے پاس ہنسنے ہنسانے کا ایک موثر اور دائمی وسیلہ اُن کا لوک تھیٹر ہے۔ اس کا چلن ہزاروں برس سے جاری ہے۔ لوک تھیٹر کے ساتھ اداکاروں کا ایک مخصوص حلقہ وابستہ ہوتا ہے، جن کو بھانڈ کہتے ہیں۔ لوک تھیٹر کے لئے کسی خاص اسٹیج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بھانڈ روایتی پاتھر (روایتی ناٹک) پیش کرتے ہیں۔ ان ناٹکوں میں بھانڈ نہ صرف غیر ملکی حکمرانوں کے ڈھائے ہوئے مظالم و مصائب پر طنز کے تیر چلاتے ہیں بلکہ ان کے طنز اور ہنسی مذاق کا نشانہ ناہموار سماجی رشتے، انسانی فطرت کے تاریک بھنور حتیٰ کہ خود اُن کی اپنی ذات بھی بنتی ہے۔ کشمیر کا یہ عوامی فن کار عوامی احتجاج کو ظرافت کی چاشنی ملا کر پیش کرتا ہے

## کتابیات:


| | | |
|---|---|---|
| 1 | کلہن | راج ترنگنی (اردو ترجمہ، اچھر چند) |
| 2 | حسن کھویہامی | تاریخ حسن (فارسی) محکمہ تحقیق |




CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | | |
|---|---|---|
| 3 | کلچرل اکادمی | کشمیری لوک گیت، ۱۱ جلدیں |
| 4 | کلچرل اکادمی | کشمیری لوک کہانیاں، ۶ جلدیں |
| 5 | پرے، عبدالرشید | سِکھ رُول اِن کشمیر |
| 6 | کلچرل اکادمی | شیرازہ اُردو، فائل |
| 7 | کلچرل اکادمی | شیرازہ (کشمیری) فائل |
| 8 | کلچرل اکادمی | کتھا سرت ساگر (کشمیری ترجمہ) |
| 9 | آتش غلام نبی | کاشر لکہ شاعری، وکھنے تہ ویژھنے |
| 10 | آتش غلام نبی | کاشر لکہ وۆتُر |

............☆☆☆............



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیری لوک ادب میں ناگ

ناگ کشمیر کے قدیم باشندے تھے۔ اُن کے متعلق واقعات اور حوالہ جات مختلف نیم تاریخی، دھارمک اور اسطوری کتابوں کے علاوہ مہابھارت، سفر نامہٗ ہیون سانگ اور بودھ گرنتھوں میں ملتے ہیں۔ ناگ ایک منظّم قوم کہلاتی تھی ۔ وہ سیاست گری، سیاسی جوڑ توڑ اور طاقت آزمائی میں ماہر تھے۔ اُن کی حکومتیں چین سے ہندوستان تک پھیلی تھیں ۔ وہ آسام سے کشمیر تک حکمرانی کرتے تھے۔ ٹیکسلا ناگوں نے بسایا تھا۔ ان کی ابتدائی تہذیب وادیٔ سندھ میں پروان چڑھی تھی۔ ڈاکٹر تریلوکی ناتھ گنجو کے مطابق:

> ''کشمیر میں ماقبل تاریخی دور سے ہی نارڈک (NORDIC) ناگ نسل کا وجود رہا ہے۔ رگ ویدک آریوں کے آنے سے پہلے ناگ نسل کا پھیلاؤ سارے ہمالیہ کے دامنوں اور وادیوں میں چار ہزار سال قبل مسیح میں ہوا تھا۔ اس نسل کا رشتہ حقیقت میں ہند یورپی اور ہند ایرانی لوگوں سے ہے۔

ہند یورپی لوگ مغرب کی جانب جانے سے پہلے ان نارڈک ناگوں کا پھیلاؤ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مغربی ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں ہو چکا تھا۔ صوبہ سندھ اُن کی تہذیب کا ابتدائی گھوارہ رہا ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد ایک مضبوط اور تہذیب یافتہ نسل کے لوگوں نے ان نارڈک ناگ نسل کے لوگوں کو سندھ کی دھرتی چھوڑنے پر مجبور کیا اور مجبوری کی بنا پر انہیں ہمالہ کے شمالی پہاڑی دروں، دامنوں اور وادیوں کا رہائش کی خاطر سہارا لینا پڑا۔ اُن نارڈک نسل کے لوگوں کا پھیلاؤ گڑھوال، نیپال، کشمیر اور تاحدِ تبت ہوا۔ کشمیر کے پوُرب میں اُن کا پھیلاؤ لداخ اور زانسکار تک ہوا اور کشمیر کے اُتر پچھم میں گلگت تک رہا''۔ [1]

مہا بھارت میں رِگ ویدک آریاؤں کے آنے سے پہلے وادیٔ سندھ میں نارڈک ناگوں کے بسنے کا ذکر موجود ہے۔ اس میں نارڈک ناگوں اور رگ ویدک آریاؤں کے درمیان ہونے والی لڑائیوں کے واقعات بھی درج ہیں۔ وہ اکثر آپس میں دست و گریبان رہتے تھے۔ بہ ایں ہمہ سیاست کاری میں ماہر ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی آپس میں رشتہ داریاں بھی کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات نسلی تعصب خون ریز لڑائیوں پر اُکساتا تھا۔ پانڈوؤں کی ماں کُنتی کے باپ کا پردادا ایک ناگ تھا۔ پانڈوؤں کے بھائی ارجن نے ناگ زادی الوپی کے ساتھ شادی کی تھی۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جب نارڈک ناگ گنگا، جمنا اور پنجاب کے میدانی علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ ارجن نے اندر پرست (موجودہ دلی کا علاقہ) میں لوگوں کے بودوباش کے لئے بستی قائم کرنے کا ارادہ کیا تو تکھشیک ناگ نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ ارجن نے پلٹ کر ناگوں پر وار کر دیا۔

''مہا بھارت میں ناگوں اور پانڈوؤں (آریاؤں) کی کشمکش کے بڑے ہیبت ناک منظر بیان کئے گئے ہیں۔ ایک قصے کے مطابق پانڈوؤں کے ہیرو ارجن نے ناگوں کے پایہ تخت کھانڈو جنگل کو جلا ڈالا اور ناگوں کو بھی زندہ بھسم کر دیا۔ ناگاؤں کا سردار تکھشک، اُس وقت کروکشیتر گیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ بچ نکلا۔ وہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سانپ کا روپ دھارن کر کے ارجن کے پوتے پریکھشت کے محل میں جا گھسا۔ اس کو ڈس کر ہلاک کر ڈالا۔ اُس کے محل میں آگ لگا دی اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کر کے واپس چلا گیا۔ بعد میں پنجاب اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والے ناگوں اور پشاجوں، جو آریاؤں کی نظر میں حقیر نسب رکھتے تھے، نے پانڈوؤں کے خلاف متحدہ محاذ بنالیا اور ان کے ساتھ محو جدال رہے۔''[۲]

اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ پریکھشت کے بیٹے جنمے جی نے ناگوں سے انتقام لینا چاہا لیکن ناکام رہا۔ واسکی ناگ، جو اس زمانے میں ناگوں کا سردار تھا، نے اپنی بہن جسرت کی شادی آریائی فرقے کے ایک ریشی کے ساتھ رچائی۔ اس کے خواہرزادہ نے بڑی کوشش کے بعد ناگوں اور آریاؤں کو صلح کرنے پر آمادہ کرلیا۔ (۳)

نیل مت پوران، جو ساتویں صدی عیسوی سے پہلے لکھا گیا تھا، کے مطابق کشمیر میں ناگ سب سے پہلے آباد ہوئے تھے۔ ان کے بعد پشاچ اور دیگر ذاتیں یہاں بسنے لگیں۔ کہا جاتا ہے کہ ناگ کشپ رشی اور اُن کی بیوی کدرو کی اولاد تھے۔ دیو، دتیتہ، دانو، کھش، برہدر اور گرڈ بھی اُن ہی کی اولاد بتائے جاتے ہیں۔ گرڈ کو ناگوں کے سردار واسکی کے ساتھ زبردست دشمنی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ واسکی نے وشنو دیوتا کی بہت عبادت کی۔ وشنو دیوتا نے واسکی کو کشمیر بھیج دیا۔ وہاں سارے دیوتا پہنچ گئے۔ پہاڑ کاٹ کر ستی سر جھیل سے پانی باہر نکال دیا اور جل اُدبھوا کھشس، جو ستی سر کے پانی میں رہتا تھا، کو قتل کر دیا۔[۴]

ناگ وادیٔ سندھ سے نکل کر کشمیر چلے آئے تھے۔ پرجاپتی کشپ ریشی نے نیل کو اُن کا راجا مقرر کر دیا۔ نیل مت پوران میں درج بالا فطری کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجا نیل شان و شوکت اور دبدبہ کا مالک تھا۔ حالانکہ ستی سر اور ناگوں کے درمیان بھی مخاصمت چلی آ رہی تھی۔ کشمیر میں ناگوں کے راجاؤں کے معتبر حالات دستیاب نہیں ہیں۔ چونکہ وہ قبل از تاریخ کے ادوار میں رہتے تھے، اس لئے اُن کے واقعات اسطوریات کا لبادہ اوڑھ کر سینہ بہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے رہے۔

پروفیسر گلشن مجید نے کشمیر میں ناگوں کے قیام اور حکومت کرنے کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قابلِ یقین تاریخی وسائل ناگوں کے کشمیر میں موجود ہونے کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔ نیل مت پوران میں ہندوستان کے ناگ اور (NAG LORE) کو بیان کیا گیا ہے۔ ناگوں سے متعلق قصّے کہانیاں بہت پہلے کشمیر پہنچ گئی ہوں گی۔ نیل مت پوران سے پہلے لکھے گئے کسی پوران یا مہاتمیہ میں یا برہمنوں کی کسی تحریر میں یہ بات نہیں لکھی گئی ہے کہ کشمیر میں ناگ یا اُن کی عقیدتی رسوم موجود تھیں۔ کشمیر سے دور رہ کر جن قدیم ترین مورخین نے بالواسطہ یا بلا واسطہ کشمیر کا ذکر کیا ہے، اُن میں مثال کے طور پر پلنی (Pliny) سٹرابو (Strabo) یا ہیروڈوٹس (Herodotus) شامل ہیں۔ لیکن انہوں نے ناگوں اور کشمیر کے تعلق کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ ۵

''کشمیر میں ناگوں کی روایت اس وقت بھی ایک زندہ اعتقاد ہے۔ یہاں چشمہ ساروں کو جنہیں ہندوؤں کے علاوہ مسلمان بھی متبرک خیال کرتے ہیں، اب بھی سماجی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور یہ بات بڑی معنی خیز ہے کہ کشمیر میں ناگ اب چشمہ سار کا ہی مترادف ہے۔ کیونکہ کشمیریوں کے اعتقاد کے مطابق ہر چشمے میں ایک ناگ دیوتا سروپ رکھوالی کرتا ہے۔ نیل مت پوران میں ہمیں ناگ، بودھ، پشاچ اور برہمن دیوتا ایک دوسرے کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں اور کشمیریوں کی روایتی رواداری کا یہ سلسلہ بار بار زمین دوز ہو جانے کے بعد پھر اُبھرتا ہے اور اس کی جڑیں یہاں کے اصل باشندوں، ناگوں کا صلح کوش مسلک میں خشتِ اوّل کی حیثیت رکھتا ہے۔'' ٦

کشمیری فوک لور اور لوک ادب میں ناگوں کے بارے میں بالا فطری اور خرافاتی کہانیاں آج بھی موجود ہیں۔ ناگ جو بھی تھے اور وہ کشمیر میں رہتے تھے یا نہیں، اُن معاملات کو مورخین اور محققین کے لئے بڑی اہمیت ہے اور یہ کام اُن کی ذمہ داری ہے، لیکن ناگوں کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

متعلق جو خرافاتی واقعات، اسطوری کہانیاں اور کہاوتیں آج بھی گردش میں ہیں، اُن کا مطالعہ کر کے گمان غالب ہو جاتا ہے کہ گویا ناگ آج بھی موجود بلکہ زندہ ہیں۔ ناگ اسطوریات سے ہمارے فوک لور اور لوک ادب کو عجیب پُر اسرار خوش ادائی ہے۔ حالانکہ پروفیسر گلشن مجید لکھتے ہیں:۔

''کشمیری فور لور کافی اہم ہے، یہ ناگوں کی کتھاؤں سے جن کی بنیاد جا تک کتھائیں، پوران اور کلہن کی راج ترنگنی ہے اور بیش قیمت بن گیا ہے۔''[۷]

لوک روایات میں کہا گیا ہے کہ ناگ اصل میں سانپ تھے بلکہ وہ سانپ اور انسان، دونوں روپ دھارن کرتے تھے۔ یہ خرافات بھی اُن روایات میں شامل ہیں کہ ناگوں کا آدھا بدن انسان کا اور بدن کا نچلا حصہ سانپ کا ہوتا تھا۔ آسمان سے بارش برساتے تھے اور آج بھی وہ یہاں چشمہ ساروں کے روپ میں موجود ہیں یا یہ مفروضہ کہ ہر مکان کی رکھوالی پر ایک ایک ناگ سانپ کے روپ میں متعین ہے۔ سانپوں کے بارے میں بھی طرح طرح کے اوہام موجود ہیں۔ اقبال ناتھ بٹ نے اس سلسلے میں لکھا ہے:۔

''ناگ: یہ لفظ بہت پیچیدہ ہے۔ یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں ہاتھی، سانپ اور ایک خاص دھات۔ لیکن یہی لفظ انسانوں کی ایک جاتی کا نام بھی ہے۔ شاید ناگ جاتی کے لوگوں کی زبان میں ناگ لفظ چشمہ ساروں کا نام بھی رہا ہے۔ ناگ جاتی کے لوگ صفحۂ ہستی سے کب کے مٹ چکے ہیں لیکن اُن کی کتھائیں باقی رہ گئیں۔ سانپ کو کشمیری میں سُرپھ کہتے ہیں، وہ موجود ہیں اور اُن کا نام سرپھ بھی موجود ہے۔ کشمیری میں ہاتھی کو ہوس کہتے ہیں اور یہ نام آج تک مروّج ہے۔ ناگ (یعنی چشمہ سار) کشمیر میں کافی تعداد میں ہیں، اُن کو ہم آج بھی ناگ ہی کہتے ہیں۔ ناگ (دھات) بھی ناگ نام سے موجود ہے۔ رفتہ رفتہ ناگ لفظ خلط ملط اور پیچیدہ ہوتا گیا۔ ناگ جاتی کے غائب ہوتے ہی ہم نے اُس نام کو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سانپ کے ساتھ جوڑ دیا۔ سانپوں کو چشمہ ساروں کے ساتھ ملا دیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ناگ ایسے انسان تھے جن کا نصف بدن سانپ کا تھا اور وہ آج بھی چشمہ ساروں میں رہتے ہیں۔ جس وقت تک یہ چشموں میں رہیں، اُن میں سے پانی نکلتا رہے گا۔ ناپاکی کی وجہ سے ناگ چشمہ ساروں سے چلے جائیں تو چشمہ خشک ہو جائیں گے۔ یہ بات بھی ہے کہ ناگ جاتی کے لوگ چشمہ ساروں کے آس پاس اپنی بستیاں بساتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ناگ جاتی کے لوگ بڑے مہذب تھے ۔انھوں نے ہمارے آباواجداد کو زعفران کی کاشتکاری سکھائی۔ انہوں نے تابنے کی کانوں کی نشاندہی کی۔ اُن ہی میں سے ناگ رائے تھا، جس نے ہی مال کو دامِ عشق میں پھنسایا تھا۔ ہندو شاستروں میں بھی اُن ناگوں کے بارے میں کئی باتیں کہی گئی ہیں۔ آج کل کشمیری پنڈتوں کے گھر دیوتا، اشٹ دیوی اور کولہ برہمن (خاندان کا برہمن) مشخص اور مخصوص ہیں۔ قدیم زمانے میں کشمیری پنڈتوں کے یہاں کولہ ناگ (یعنی خاندان کا محافظ ناگ) بھی مشخص ہوا کرتے تھے جو دیوتاؤں کے برابر مانے جاتے تھے۔ پوجا پاٹھ کرتے وقت ناگوں کے نام بھی دہرائے جاتے تھے۔ کشمیری پنڈت ہر روز اپنے مُردوں کو پانی دیتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ناگوں کے نام پر بھی پانی دیا جاتا ہے۔ پانی دیتے وقت ''ناگا ترپتام'' کہتے ہیں اور سانپوں کا نام بھی لیتے ہیں ''سَر پاترپتام'' جیوتش بھی لکھتے ہیں ''صاحب سال چشمہ..........ناگ ہمراہ گرفت۔''[۸]

ناگوں سے متعلق کشمیری لوک روایات اور فوک لور میں آج بھی کئی زندہ اسطور موجود ہیں۔ کُگی یأر کے حوالے سے کشمیر میں علاقہ مراز کے دو مشہور پرگنوں دوچُھن پور اور کھوؤر پور میں لوک عقیدہ ہے کہ زمستان شروع ہوتے ہی دیوؤں اور بھوت پریتوں کو گھومنے پھرنے کی کھلی چھوٹ ملتی ہے۔ اس دوران یہ مافوق الفطرت مخلوقات لوگوں کو ڈرا دھمکا کر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آسیب زدہ کرتے ہیں۔ راہ گیروں کو غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھوت لوگوں کو بے بسی کی حالت میں مار دیتے ہیں۔ اُن سے خیرات اور نذر و نیاز دِلواتے ہیں۔ زمستان کے چھ مہینے گزرنے کے بعد ان بھوتوں پریتوں کو بیگار پر لگا کر کشمیر بدر کر دیا جاتا ہے۔ لوک روایت ہے کہ اُن بھوت پریتوں کو گُگی یأرنامی پہاڑ کو کھینچنے میں مصروف رکھا جاتا ہے۔ اس خیالی پہاڑ کو ہر ایک بھوت پکڑ کر اپنی طرف کیوں کھینچتا رہتا ہے، کسی کو معلوم نہیں۔ ایک اور لوک روایت کے مطابق گُگی یأرروادی لدر میں ویرِسرن کے قریب لنکن بل نامی جگہ سے شروع ہونے والا خیالی پہاڑ ہے۔ اسی پہاڑ پر بھوتوں کا راجا گُمب رہتا ہے۔

ممکن ہے کہ گُگی یار اور بھوتوں کے بیگار کے اسطور کے ڈانڈے قبل از تاریخ کے اُن واقعات سے ملتے ہوں جن میں یہ اہم دھارمِک واقعہ بھی شامل ہے کہ:۔

"ایک بار ناگ قوم کے لوگوں نے کشپ ریشی سے التجا کی تھی کہ ہم اس مُلک یعنی کشمیر میں ظالم پشاجوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے، کیونکہ پشاج ظالم ،خونخوار، بدذات اور کچا گوشت کھانے والے ہیں۔"

(نیل مت پوران: شلوک 207 تا 220 انگریزی ترجمہ: ویدی کماری)

نیل مت پوران کے مطابق کشمیر میں پانچ کروڑ پشاچ رہتے تھے۔ اُن کا راجا بہت طاقتور تھا، اُس کا نام نِکھمب تھا۔ ریت کے سمندر (Sea of Sand) میں بھی پانچ کروڑ پشاچ رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ لڑنے کے لئے کشمیر کے پشاچوں کو ہر سال زمستان ختم ہوتے ہی بھیج دیا جاتا تھا۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ نیل مت پوران میں درج ریت کے سمندر سے صحرائے گوبی مراد لیا جا سکتا ہے۔ نیل مت پوران کے مطابق اس جنگ کی وجہ سے پشاچوں کی آبادی دس کروڑ نفوس سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔ کشمیر سے پشاچوں کو زبردستی جنگی مُہم پر روانہ کر دیا جاتا تھا۔ گرمیوں کے چھ مہینے گزر جانے کے بعد وہ زمستان کی ابتدا میں واپس چلے آتے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھے۔اس طرح زمستان کے چھ مہینوں کے دوران آزادی کے ساتھ گھومتے پھرتے ، شکار کرتے اور اپنا دبدبہ جمائے رکھتے تھے۔راجا نکھمب جب پشاچوں کو لے کر چلا جاتا تو میدانی علاقوں کے آریائی نسل کے لوگ کشمیر کا رُخ کرتے ۔گرمیوں کے چھے مہینے یہاں گزار کر سردیوں کی ابتدا اور پشاچوں کی آمد سے پہلے واپس چلے جاتے تھے۔مُدتوں یہی سلسلہ چلتا رہا ہے۔چار یُگ بیت جانے کے بعد کشپ ریشی کی پیش گوئی کے مطابق ایک بار جب گرمیوں کا موسم بیت جانے پر آریائی نسل کے لوگ میدانی علاقوں کی طرف مراجعت کر گئے تو چندر دیو نام کا ایک برہمن یہاں ہی رُک گیا۔سرما کی ابتدا میں پشاچ واپس آ گئے ۔برہمن کو دیکھ کر اُس کے ساتھ اُسی طرح کھیلنے لگے جس طرح بچے کسی مینا کو پکڑ کر اس کے ننھے پاؤں میں ڈور باندھ کر ہوا میں کبھی اِدھر اُدھر گھما لیتے ہیں اور کبھی گھسیٹ لیتے ہیں۔چندر دیو نے پشاچوں کی خوب منت سماجت کی ۔راجا نکھمب کا واسطہ دے کر ناگوں کے عظیم بادشاہ نیل کے دربار میں پہنچانے کی التجا کی ۔پشاچ اُس کو راجا نیل کے دربار میں لے گئے ۔برہمن چندر دیو نے عاجزی اور انکساری کے ساتھ عرض کیا۔اے عظیم راجا! مدتوں سے ہم میدانی علاقوں کے لوگ سفر کی صعوبتیں جھیل کر گرمیوں کے چھ مہینے کشمیر میں گزارنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ سردیوں کا موسم آتے ہی واپس جانا پڑتا ہے۔ہماری قوم پر رحم اور احسان فرمائیے۔ہمیں سال بھر اسی ملک میں رہنے کی اجازت دیجئے۔راجا نیل ایک ہدایت نامہ پیش کر کے کہتا ہے کہ میری ہدایت پر عمل کرو گے تو ہمیشہ ہر موسم میں اسی ملک میں رہ سکو گے۔ہدایات پر پوری طرح عمل کرتے رہنے سے پشاچ کمزور پڑتے جائیں گے۔مُلک میں حد سے زیادہ برف باری بھی نہیں ہوگی۔(تفصیلات نیل مت پوران میں درج ہیں)۔اصل میں یہ ایک معاہدہ ہے جو ناگوں ، پشاچوں اور میدانی علاقہ جات کے آریوں کے درمیان طے پایا ہے۔پشاچوں کو صرف زمستان کے چھ مہینوں کے لئے کھلے طور اور آزادی کے ساتھ کشمیر میں رہنے اور گھومنے پھرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔آریوں کو ہمیشہ اسی ملک میں رہنے کی اجازت ملتی ہے۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لیکن اُن کو سردیوں کے دوران اکثر گھروں کے اندر رہنا ہوگا۔ گھروں سے باہر گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں ہوگی ۔ ہر سال 65 تہوار انتہائی عقیدت اور صفائی ستھرائی کے ساتھ منانے ہوں گے۔ تہوار منائے جانے کے دوران پشاچوں کی خوشنودی اور رضامندی کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ مثال کے طور پر مشہور تہوار ''کھیژ راماوس'' آج بھی منایا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر پشاچوں کے نام پر پکائے ہوئے چاول وغیرہ بطور خیرات تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ''آشوینجی میھا'' نام کے تہوار کے موقعے پر پشاچوں کے راجا نکھمب کی پوجا کی جاتی ہے۔ پشاچوں کا راجا جب ریت کے سمندر کی طرف پشاچوں کو لے جاتا تھا تو اس نسبت سے ''ارامنجری'' نامی تہوار دھوم دھام کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ اُن کی واپسی پر ''پشاچ پریان'' نام کا تہوار منعقد کیا جاتا تھا۔ اُن تہواروں کی باقیات آج بھی موجود ہیں ۔ برہمنوں کو حُکم دیا گیا تھا کہ زمستان کے چھ مہینوں کے دوران اپنے گھروں میں لگاتار چراغ روشن رکھیں اور زمستان کے وسط میں گھر کے باہر بھی چراغ روشن رکھیں۔

امتدادِ زمانہ کے دوران ممکن ہے کہ عوام کی اجتماعی یادداشت میں یہ معاہدہ اور ہدایت نامہ ایک آرکی ٹائپ کی صورت میں گُگی یا ٔ ر بھوتوں کے بیگار کی علامت بن کر موجود رہا ہو۔ ہوسکتا ہے گُگی یا ر راجا گُمب نام کے تعلق سے اُس علاقے کی علامت ہو، جس کو نیل مت پوران میں ریت کا ساگر کہا گیا ہے۔ لوک روایات اور نیل مت کے بیانات کی یکسانیت توجہ طلب ہے:۔

چھ مہینوں کے لئے بھوت پریت گُگی یا ٔر کو کھینچنے کے بیگار پر لگایئے جاتے ہیں (لوک روایت ) چھ ماہ کے لئے پشاچ ریت کے ساگر میں جنگ میں مصروف رہتے تھے (نیل مت پوران ) زمستان کے چھ مہینوں کے دوران بھوت پریت اور آسیب وغیرہ گھومتے پھرتے رہتے ہیں ۔ (لوک روایت ) زمستان کے چھ مہینوں کے دوران گھروں سے اکثر باہر نکلنا منع ہے (نیل مت پوران ) ۔ بھوت پریت اور دیو وغیرہ لوگوں کو آسیب زدہ کرتے ہیں (لوک



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

روایت )۔ پشاچ انسانی بدن میں داخل ہو جاتے ہیں ( نیل مت پوران )۔ بھوت پریت تہر ( پکائے ہوئے پیلے چاول ) طلب کرتے ہیں ( لوک روایت )۔ پشاچ کچا گوشت کھاتے ہیں ( نیل مت پوران )۔ بھوت پریتوں کا بادشاہ کُکمب تھا ( لوک روایت )۔ پشاچوں کا راجا کُکمب تھا۔ ( نیل مت پوران )

اسطور اور محیر العقول واقعات سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتے رہے ہیں۔ حالانکہ عوامی یادداشت میں اُن کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ سائنس اور تکنالوجی کے موجودہ دور میں بھی بے شمار لوگ اوہام پرست ہیں۔ بالا فطری باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ دیہات میں فرضی واقعات اور قصے کہانیاں آج بھی دہرائی جاتی ہیں۔ کُگی یأر کے اسطور سے جڑی ہوئی یہ ایک عجیب وغریب کہانی بھی توجہ طلب ہے:۔

''کہتے ہیں کہ ایک کسان شام دیر گئے کھیت میں شالی کے پولے اکٹھا کر کے ایک جگہ انبار لگا رہا تھا۔ ایک دراز قد اور بدصورت عورت اُس کے سامنے ظاہر ہوگئی۔ کسان سے کہنے لگی، شالی کے پولوں کے ڈھیر سے نیچے مت آنا۔ میں یہ پولے آپ کے ہاتھ میں تھماتی رہوں گی۔ کسان ڈھیر بناتا رہا اور عورت پولے اس کے پاس پہنچاتی رہی، ڈھیر بہت اونچا ہو گیا۔ کسان نیچے اُترنے کی کوشش کرنے لگا مگر اونچائی سے کسی سیڑھی کے بغیر نیچے اترنا ناممکن دکھائی دیا۔ عورت بولی، تو پریشان کیوں ہونے لگا؟ میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ، میں زمین پر اُتار دوں گی۔ کسان پریشان ہو گیا کہ اس اکیلی عورت نے سارے کھیت میں بکھرے پڑے پولے میرے ہاتھوں میں ایک ایک کر کے تھما دیئے۔ اس کا قد ڈھیر کے بلند ہونے کے ساتھ ساتھ دراز ہوتا گیا۔ شاید یہ کوئی بلائے ناگہانی ہے۔ کسان تھر تھر کانپنے لگا۔ اگر میں اُس کے کاندھے پر بیٹھ گیا تو میری خیر نہیں! وہ غور سے دیکھنے لگا۔ اُس عورت کے پاؤں کی انگلیاں پیچھے کی طرف مُڑی ہوئیں تھیں۔ اچانک



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُسے یاد آیا کہ ڈائن کی ساری طاقت اس کی کنگھی میں ہوتی ہے۔ کسان نے اُس عورت سے کہا، ہاں میں آپ کے کندھے پر بیٹھوں گا۔ جوں ہی وہ کندھے پر بیٹھنے لگا تو کنگھی ایک دم عورت کے بالوں میں سے نکال دیا۔ وہ عورت رونے لگی۔ اُس کا قد ایک دم گھٹ گیا اور روتے روتے کسان سے کہنے لگی۔ میں ڈائن ہوں، میرا خاوند گزشتہ سال کُگی یأر کھینچتے کھینچتے مر گیا۔ میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میری کنگھی لے کر آپ میرے آقا ہو گئے اور میں نوکرانی۔ میری ساری طاقت ختم ہوگئی۔ کسان اُس عورت کو اپنے گھر لے آیا۔ سردیوں کا موسم ختم ہونے لگا۔ بہار کے موسم کی آمد آمد تھی، عورت روتے روتے کہنے لگی۔ اب مجھ کو کُگی یأر کھینچنے کے لئے جانا ہوگا، میری کنگھی واپس کردو۔ اگر زندہ رہی تو ضرور آپ کے پاس آؤں گی، ورنہ یہ آخری ملاقات سمجھ لیجئے۔ فصل کٹائی کا موسم آ گیا مگر وہ عورت واپس نہیں آئی۔ کسان سمجھ گیا کہ وہ مر چکی ہوگی اور بے چارہ رو دھو کر بیٹھ گیا''۔۔

(لوک کہانی)

کشمیری لوک ادب میں ''ہی مال ناگ رائے'' کی عشقیہ داستان صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ ہی مال، راجا بلدیو (۱۳۹۷) کی حسین و جمیل بیٹی تھی۔ ناگ رائے (ناگ ارجن) اُس کا عاشق تھا۔ راجا بلدیو کا شمار 52 گُم شُدہ راجاؤں میں ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ راج ترنگنی کو منظوم ترتیب دینے کے دوران پنڈت کلہن کو راجا گوونند (دوم) کے بعد آنے والے 52 راجاؤں کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ حالانکہ راج ترنگنی سے پہلے تحریر شُدہ ''رتنا کر پوران'' بھی کلہن کو نہیں مل سکا تھا۔ پیر غلام حسن شاہ کھویہامی کے زمانے یعنی (1885ء) تک اُن 52 گم شُدہ راجاؤں کے حالات معلوم نہیں تھے۔ حسن شاہ نے لکھا ہے کہ جب سُلطان زین العابدین بڈشاہ (872ھ 879ھ) کے درباری مُلا احمد نے حُکم شاہی کی تعمیل کے طور پر ''وقائع کشمیر'' (فارسی تاریخ) لکھنا شروع کی تو چند برس کی تحقیق و



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تلاش کے بعد پراجیہ پنڈت کی مدد سے اُس کو ''رتنا کر پوران'' کے چند جز دستیاب ہوئے۔ اس طرح مُلا احمد نے ''رتنا کر پوران'' سے استفادہ کر کے گُم شُدہ بادشاہوں میں سے 35 بادشاہوں کا حال ''وقائع کشمیر'' میں درج کیا۔ حسن شاہ نے لکھا ہے کہ ''وقائع کشمیر'' کا ایک نُسخہ اس کے زیر نظر رہا اور وہ 35 گُم شُدہ راجاؤں کا حال ''تاریخِ حسن'' میں شامل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ راجا بلدیوں جو بازیافت شُدہ راجاؤں میں سے ایک ہے، کے بارے میں مورخ حسن شاہ نے لکھا ہے:

> ''راجا بلدیو 1397 کل جگ میں باپ کا جانشین ہُوا۔ عدل وسخاوت میں مشہور ہوا۔ موضع بلہ پورہ آباد کیا۔ کہتے ہیں کہ شہریارِ اُجین نے کشمیر کو مُسخر کرنے کے لئے بھاری فوج مقرر کر دی۔ بلدیو نے مقابلہ کر کے دشمن کو مغلوب کر لیا۔ بلدیو کی بیٹی ہی مال کے حسن و جمال پر ایک اجنبی قوم کا شخص ناگ ارجن عاشق ہو گیا۔ آخر بڑی مشکل سے اُن کا وصال ہوا اور جدائی ختم ہوگئی۔ اس کی کہانی پنڈت رتنا کر نے خاصی طویل لکھی ہے۔ 53 سال تک حکومت کر کے فوت ہو گیا۔''
>
> (فارسی سے ترجمہ۔ تاریخ حسن حصہ دوم۔ ص:33)

کشمیریوں نے یہ کہانی تاریخی کتابوں سے حاصل نہیں کی بلکہ صدیوں سے اس کو سُن کر اور سُنا کر محفوظ کر لیا۔ مورخوں نے سرسری تذکروں پر اکتفا کیا ہے تو عوام نے تمام جزیات سمیت اس اسطوری عشقیہ داستان کو لوک ادب کا حصہ بنا دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کشمیر میں چند ایک لوک کہانیاں ایسی ہیں جن کے جغرافیائی (Topograghica) نشانات آج بھی ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہی مال ناگ رائے اور چندر لیکھا۔ ان دونوں کہانیوں کا تعلق ناگ اسطوریات سے ہے۔ ہی مال ناگ رائے کے رومانی المیہ میں یارون، بوٹہ ون، سوپرسمن اور بلہ پورہ جیسے مقامی نام ملتے ہیں۔ یہ جگہیں آج بھی موجود ہیں۔ بلہ پورہ میں دریائے رنبی آرہ کے کنارے چشمہ ہی مال آج تک موجود ہے اور چشمے میں پتھر کا وہ ہودج



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بھی موجود ہے، جس سے گزر کر ناگ ارجن نے پاتال کی راہ لی تھی۔ ناگ رائے کا چشمہ بھی موجود ہے جس میں سے نکل کر ناگ رائے، سدارام کے بستے میں داخل ہوگیا۔

ہی مال نأگ رائے کے رومان کو کشمیری شعراء نے اپنے کلام میں مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس رومان کے تعلق سے کشمیری زبان میں کئی ضرب الامثال اور محاورات موجود ہیں۔ لوک شاعری میں بھی اس کا خوب استعمال ہوا ہے۔ ''ہی مال نأگ رائے'' عشقیہ داستان سے متعلق پروفیسر گلشن مجید نے لکھا ہے:

''کشمیری سکالر کشمیر میں ناگوں کی موجودگی کی شہادت کے طور پر ہی مال نأگِ رائے لوک کہانی کو پیش کرتے ہیں۔ کسی لوک کہانی کا Origin پوری طرح مشخص کرنا بہت مشکل ہے۔ ایک ہی لوک کہانی معمولی ہیر پھیر کے ساتھ مختلف قبیلوں میں رائج ہوسکتی ہے۔ وسطی ہندوستان کے کئی راجپورت قبیلے کہتے ہیں کہ اُن کے یہاں بھی ایک ایسی لوک کہانی ہے جس میں ایک ناگ شہزادہ اُن کے ایک قبیلے کی لڑکی سے عشق کرتا ہے۔ اُن کی لوک کہانی میں ناگوں کا راجا ایک برہمن لڑکی کے ساتھ شادی کرتا ہے اور وہ ان ہی کی نسل سے ہیں۔ ''ہی مال نأگ رائے'' لوک کہانی میں جہاں جہاں علاقائی جغرافیائی نشانات ہیں، وہ محض ادبی اختراعات ہیں اور تاثیر بڑھانے کے لئے ہیں۔'' [۱۲]

ہمارے داستان سراؤں کے پاس آج بھی راجا سچی نر کی چندر لیکھا کے ساتھ زبردستی کرنے کی پاداش میں شہر نر پور کی تباہی کی کہانی ملتی ہے۔ کلہن نے یہ کہانی تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ داستان سرا آج تک اس کو تمام جزیات سمیت دہراتے آئے ہیں۔ حالانکہ عوام الناس راج ترنگنی کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے مگر اس کہانی کو ذہنوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ اس کہانی سے بھی ناگوں اور آریاؤں کی باہمی رسہ کشی اور منافرت عیاں ہے۔ حتیٰ کہ ناگ آریائی راجا سچی نر کو پائے تخت نر پور سمیت نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ راجا سچی نر 1312 کل



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جگ میں تخت نشین ہوا تھا۔اس نے ایک ناگ زادی چندرلیکھا کے ساتھ زبردستی کرنا چاہی۔ ناگ زادی اپنے خاوند ویشنہ پنڈت اور والد سسروس کے ساتھ تھجی وارہ کے راستے امرناتھ کے پہاڑوں کی طرف چلی گئی۔ جانے سے پہلے سسروس (شیشرم) اور چندرلیکھا آسمان سے پتھر اور اولے برسا کر شہر نرپور کو راجا اور رعایا سمیت تباہ و برباد کر گئے۔اسی دوران سسروس ناگ کی بہن رمنیا بھی اُن کی مدد کے لئے آ گئی۔ اس کہانی کے جغرافیائی آثار آج بھی موجود ہیں۔ مثلاً سیمتھن ،شہرِ نرپور (جو آج بھی کریوہ ژکدر ''چکردھر'' کی صورت میں درسِ عبرت دیتا ہے) امرناتھ گپھا تک جاتے ہوئے راستے میں زامتری ناگ (جاماتر ناگ) مطلب ''داماد کا چشمہ'' ،ہیہر سُند ناگ (سسروم ناگ/ششر وم ناگ) سسروم سے مراد ہے سُسر۔''

ایک اور واقعہ بھی ناگ اسطوریات سے جُڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ کہیں سے جادو جاننے والا ایک جوگی آیا تھا۔اُس نے نیل ناگ کو اپنی جھولی میں بند کرلیا۔اصل میں راج ترنگنی میں مہاپدم ناگ کے بارے میں ایسی کہانی درج ہے جس کے مطابق وُلر جھیل کا اصلی نام ''مہاپدم سرس'' ہے۔مہاپدم ناگ راجا جیاپیڈ کو خواب میں آکر کہنے لگا، دراوڑوں کے علاقے سے ایک جادوگر آیا ہے جو مجھ کو پکڑ کر معہ عیال ریگستانی علاقے میں لے جانا چاہتا ہے۔اگر آپ مجھے بچالیں تو میں آپ کو سونے کی کان دکھاؤں گا۔راجا جیاپیڈ نے جادوگر کو دربار میں حاضر کرواکر پوچھا،تم اتنے بڑے ناگ کو اتنی بڑی جھیل میں سے ,کس طرح پکڑ کر لے جاسکو گے؟ جادوگر نے راجا کو اپنے ساتھ لیا اور جادو سے جھیل کا سارا پانی خشک کردیا۔مہاپدم ناگ اور اُس کا عیال عریاں ہو گیا۔ راجا نے جادوگر کو روک لیا اور جھیل میں دوبارہ پانی ڈلوادیا ۔جادوگر کو کچھ رقم دے کر واپس اپنے وطن روانہ کردیا۔مہاپدم ناگ رات کو بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا اور کہا،آپ نے ایسا کام کیا جو ایک راجا کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ہماری حفاظت کی مگر پہلے ہم کو عریاں کردیا۔اس لئے میں سونے کی کان کی بجائے تانبے کی کان دکھاؤں گا۔ مہاپدم ناگ نے راجا کو تانبے کی کان دکھائی جس میں سے بقولِ کلہن راجا نے ایک ارب



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

روپے کی مالیت کا تانبا حاصل کیا۔

کشمیر میں ناگاؤں اور چشمہ ساروں سے متعلق ایک کہاوت آج بھی زبان زدِ خلائق ہے کہ ''ناگہِ گاڈُو چُھنہِ چھے حلال تہٕ کھینہِ حرام۔'' چشمہ ساروں جن کو کشمیری میں ''ناگہِ پوکھرِ'' کہا جاتا ہے کو صاف اور پاکیزہ مانا جاتا ہے۔ اُن کی صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تاہم دیہات میں آج بھی گائے یا بھینس کا دودھ پہلی بار تب تک استعمال میں نہیں لایا جاتا، جب تک کہ پہلے اُس کی کچھ مقدار مقامی چشمے کی نذر نہیں کی جائے۔ لوک روایت کے مطابق آج بھی چشمہ ساروں کے قریب کہیں کہیں دورانِ شب پریاں گاتی ہیں۔ کسی غلطی یا بے ادبی کی پاداش میں کوئی بھی آدمی چشمہ ساروں سے آسیب زدہ ہو جاتا ہے اور چشمہ ساروں میں موجود مچھلیاں کھانے سے لوگ گریز کرتے ہیں۔

کشمیری پنڈت ''انتہٕ ژودشؚ'' نام کا ایک مذہبی تہوار مناتے ہیں۔ اُس روز گروجی ''انتھ'' لے کر آتا ہے پنڈتانیاں یہ انتھ کانوں میں آویزاں رکھتی ہیں۔ ''انتھ'' دھاگوں سے بنایا ہوا سانپ کی شکل کا گویا ایک زیور ہوتا ہے۔ اس تہوار کے موقعے پر کشمیری پنڈت کشمیر میں اننت ناگ کے چشمے پر جمع ہو کر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ سانپوں کی شکل کے عکس پنڈتانیوں کے زیورات اور ترنگے (سر ڈھانپنے کی خاص چادر) پر بھی بنوائے جاتے تھے۔

بھدرواہ میں ناگوں سے متعلق نہ صرف کئی عقائد موجود ہیں بلکہ وہاں کا ''پٹ میلہ'' بڑے دھوم دھام اور عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ یہ میلہ وہاں کی تاریخ اور ثقافت کا حصہ بن چکا ہے، بھدرواہ کی مشہور کیلاش یاترا بھی ناگوں کی عقیدت سے تعلق رکھتی ہے۔ وہاں کے ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ کوہِ کیلاش شوجی اور واسُکی ناگ (واسک ناگ) کا مسکن رہا ہے۔ واسُکی ناگ گرڈ سے بچنے کے لئے کوہِ کیلاش پر بھگوان شوجی کے پاس پناہ پا چکا تھا۔ اب اس یاترا کی مذہبی اہمیت کے ساتھ ساتھ سیاحتی اور ثقافتی اہمیت بھی ہے۔ ☆☆



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

## حوالہ جات:۔

ا......راجانیل۔مقالہ نگار:ڈاکٹر تریلوکی ناتھ گنجو۔ہمارا ادب،مشاہیر نمبر جلد:2 ص:68

۲......ہی مال (فارسی):ص:19 مرتب:محمد یوسف ٹینگ۔کلچرل اکادمی:1981ء

۳......مانا جاتا ہے کہ واسُکی ناگ بھگوان شمبھو کی گردن کے گرد لپٹا ہوا ہے۔بھگوت گیتا میں واسکی سانپوں میں شامل مانا گیا ہے۔یہی واسُکی (واسک ناگ) موضع کونڈ قاضی گُنڈ میں ہے۔بھدرواہی ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ واسُکی ناگ کوہِ کیلاش پر ہے۔

۴......بودھ اسطوریات کے مطابق مہاتما گوتم بُدھ نے خاص بودھ روہت مدانگ کے ذریعے ستی سر کا پانی خشک کروا کر جَل اُدبھورا کھشش کو قتل کروایا تھا۔اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ پیغمبر نے دیوؤں کے ذریعے ستی سر کا پانی نکلوا کر راکھشس کا خاتمہ کیا تھا۔کشمیر کا ایک نام ''باغِ سلیمان'' بھی بتایا جاتا ہے۔

5:- No Pruana, Mahatmaya other Brahamanic writing anterior to Nilmatpurana has surfaced to bestow Kashmir Naga presence or cult. Away from home no histrorian of...Pliny,strrabo or herodotus. Who mention kashmir directly indirectly in connection with an event occurance or a ..... association with any kind of Naga cult. Jatakas, Mahabharta...Purans are the original sources of Naga narratives Brahmnic lore of Indiain corporates much of this material as per its requirements and once Brahmans settle down in Kashmir they provided the Naga tales with geographical locales. Kashmiri general tales about Nagas could have reached Kashmir earlier through the imigrants particularly from the land Nag influences and traditions. Including the Brahmans invite and resettled in the parts of Kashmir by the Hindu rulers"Naga presence in Ancient Kashmir .Prof Gulshan Majeed approaches to Kashmir Studies. Page :33-36 Gulshan Books.Srinagar

6۔ہی مال (فارسی)۔ص:21۔مرتب:محمد یوسف ٹینگ۔کلچرل اکاڈمی:1981ء

7- Kashmir folklore is a rich piece of literature and it has become richer with the addition of Nag stories who have the....Origins in the jataks.Puranas and Rajtarangni of Kalhana"(No Nag presesnce in ancient kashmir:prof.Gulshan Majeed,Gulshen Books Srinagar)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

8:۔ناگن ہنزِ ژھاَر،بٹہِ شاسترو منز (ہندوشاستروں میں سے ناگوں کی تلاش) مقالہ نگار:اقبال ناتھ بٹ ونپوہ۔شیرازہ(کشمیری) جلد:17:شمارہ:6

9 :-" Kashmir scholars often present the story of hemal and Nagrai as an evidence for the presence of Nagas in Kashmir . It is very diffcult to fix the origin of a folk tale. Same tale with veriables could be attested for many places many Rajput tribes in central India claim their right on the same kind of a tale where a Nag prince falls in love with a girl of their tribe"(Aproaches to Kashmir Studies, page:39-4)

............☆☆............



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیری لوک ادب میں پانڈو

تبت کا شہزادہ رینچن اور کنیر سوات کا شاہمیر ، دونوں کو آبائی وطن چھوڑ کر جان بچانے کے لئے کشمیر آنا پڑا تھا۔ پیروں اور درویشوں کی پیش گویوں کے مطابق مملکتِ کشمیر کا تخت وتاج دونوں کا منتظر تھا۔ تاریخ کشمیر میں اس نوع کے کئی واقعات موجود ہیں۔ رینچن اور شاہمیر کی کہانی سے بہت پہلے کی ایک اور کہانی پانڈوؤں کے راجا ہرن دیو کے بارے میں ہے جو مورخ حسن شاہ کھو یہامی نے درج کی ہے۔ ہرن دیو کشمیر میں پانڈو خاندان کا پہلا راجا تھا۔ مورخ حسن نے ملا احمد کی ''وقائع کشمیر'' سے ان پنتیس بادشاہوں کی معلومات حاصل کی۔ جن کے بارے میں اس سے قبل معلومات دستیاب نہیں تھیں۔

ملا احمد، سلطان زین العابدین بڈشاہ کا درباری تھا۔ اُس نے سُلطان کی ایما پر پنڈت رتنا کر کے ''رتنا کر پوران'' سے استعفادہ کر کے فارسی زبان میں ''وقائع کشمیر'' تالیف کی تھی۔ اب رتنا کر پوران اور وقائع کشمیر نایاب ہیں۔ مورخ حسن نے لکھا ہے کہ پانڈو خاندان کے 23 راجاؤں نے ایک ہزار سال کشمیر پر راج کیا۔ پانڈوؤں کا طاقتور اور دلیر بھائی ارجن دیو ہَرن دیو کا پردادا تھا۔ ارجن دیو کا بیٹا ابھمن اور ابھمن کا بیٹا پریکھیت تھا۔ راجا پریکھیت کے دو بیٹے جنمہ جے دیو اور ہَرن دیو تھے۔ راجا پریکھیت کے مرنے کے بعد جنمہ جے دیو کی تاج



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پوشی کی گئی۔ ہَرن دیو ناراض ہوکر جنمہ جے دیو کا دشمن بن گیا۔ دونوں بھائی جنگ کرنے لگے۔ ہَرن دیو جنگ ہار کر کچھ دوستوں کے ہمراہ فرار ہوگیا۔ چنبہ کے پہاڑوں میں روپوش رہنے کے دوران اس نے ایک درویش کو غار میں محوِ عبادت پایا۔ ہرن دیو اور اس کے ساتھی درویش کی خدمت کرنے لگے۔ درویش خوش ہوگیا اور ہرن دیو کو کشمیر کی حکومت حاصل ہونے کی بشارت دی۔ کشمیر پہنچ کر ہرن دیو نے کشمیر کے راجا بال گووند کی فوج میں ملازمت کی۔ وقت آنے پر ہرن دیو راجا بال گوند کو قتل کروا کر تخت پر قابض ہوگیا۔ ہرن دیو نے تیس سال تک حکومت کی۔

مُدّتیں گزر جانے کے باوجود کشمیری فوک لور میں پانڈوؤں کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اُن کے کئی واقعات اسطوری رنگ اور روپ پا کر ایک نسل سے دوسری تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے ہیں۔ ایک لوک روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ ایک بار پانڈو اپنی ماں کُنتی کے ساتھ چھپتے چھپاتے پھر سلن پہاڑ پر پہنچ گئے۔ پھر سُلن نام کا گاؤں لدر وادی میں پہلگام کے قریب واقع ہے۔ دریائے لدر، جو کوہِ امرناتھ پر واقع ششرم ناگ سے نکلتا ہے، اسی گاؤں سے گزر کر بہتا ہے۔ پہلگام پہنچ کر اس دریا کے ساتھ آڑو کی طرف سے آنے والا نالہ بھی مل جاتا ہے۔ دریائے لِدر کا تیز رَو پانی بڑے پتھروں کے ساتھ ٹکراتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ رواں دواں ہے لیکن پھر سُلن کے قریب اس دریا میں پتھر نہیں ہیں اور یہاں کئی کلومیٹر تک اس کی رفتار سُست پڑ جاتی ہے۔ دریائے جہلم کے پانی کی طرح آہستہ بہتا ہے۔ کہا جاتا ہے یہاں پانڈوؤں نے دریائے لِدر کو گہرا اور ہموار کرنے کا ارادہ کرلیا تھا تاکہ یہ وِتستا کی طرح بہتا رہے۔ انہوں نے کُنتی کے پاس ایک ڈھول رکھ دیا جو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھی تھی۔ اُسے تاکید کی گئی کہ کسی دشمن کی آمد پر یا کسی آفت کی بھنک پا کر زور زور سے ڈھول بجا کر خبر کرے تاکہ جان بچانے کے لئے چھپ جائیں۔ پانڈو دریا میں اُتر کر طاقتور پاؤں سے دریا کو ہموار کرنے لگے۔ چند میل ہموار کر چکے تھے کہ کنتی کی آنکھ لگ گئی۔ ڈھول پہاڑ سے نیچے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آ گیا۔ آواز سنتے ہی پانچوں پانڈو چھپنے کے لئے بھاگ گئے کیونکہ ڈھول گرنے کی آواز کو خطرے کی علامت لیا تھا۔ اس طرح اُن کا کام ادھورا رہ گیا۔ یہاں دریا کا جو حصّہ ہموار اور ذرا گہرا اور سُست رفتار ہے، اُس کو آج بھی مقامی لوگ "پانڈون ہنز ویتھ" (پانڈو وتستا) کہتے ہیں۔ "ڈول ڈُلہٕ گژھُن" اور ڈھول ڈُلہٕ ژھٕنُن" (یعنی ڈھول نیچے گرنا اور ڈھول گرا دینا") کشمیری زبان کے کثیر الاستعمال محاورے ہیں جو راز فاش ہونے، جان کے خوف کی وجہ سے تِتر بتر ہونے اور کسی کام میں رُکاوٹ ڈالنے کے معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لوک کہانی سے منسلک یہ قصہ بھی ہے کہ کُنتی ماں کسی کمہار کے گھر میں ملازمہ کی حیثیت سے رہی ہے۔ پانچوں پانڈو اس کی تلاش میں سرگراں رہے اور آخر بھیس بدل کر کمہار کے گھر پہنچ کر ماں کو دیکھ کر اُسی گھر میں نوکروں کی حیثیت سے رہنے لگے۔ یہ واقعہ علمدار کشمیر حضرت شیخ نور الدین ریشی نے اپنے ایک شلوک میں دُنیا کی بے ثباتی، دُنیا کے بدلتے رنگوں، دولت اور اقتدار کی ناپائے داری کے معنوں میں استعمال کیا ہے:

دِمی ڈیٹھُم گژٕ دزوٗنی
دِمی ڈیٹھُم دٕہہٕ نتہٕ ساس
دِمی ڈیٹھُم پانڈون ہنزٕ مأجی
دِمی ڈیٹھُم کرأجی ماس

☆......(کبھی جلتا ہوا چولہا دیکھا اور کبھی بجھے چولہے جن میں نہ دھواں تھا اور نہ راکھ تھی۔ کبھی شان و شوکت اور عزت و عظمت والی کُنتی، پانچ پانڈوؤں کی ماں اور کبھی وہی ماں کمہارن خالہ کے روپ میں دیکھی)۔

ایک اور روایتی کہانی بھی بڑے بوڑھے سُنایا کرتے تھے۔ معلوم نہیں یہ کسی پوران یا دھارمک یا نیم دھارمک پستک میں درج ہے یا نہیں لیکن فوک روایات میں سُنی سُنائی جاتی رہی ہے۔ اس کا تعلق اُس زمانے سے بتایا گیا ہے، جب پانڈوؤں اور کوروؤں کے درمیان جنگ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ختم ہو چکی تھی۔ کہتے ہیں کہ جنگ جیت کر بھگوان کرشن نے ہدایت دی کہ ایک بڑے ہَون کا اہتمام کیا جائے تا کہ کروکھشیتر کی وہ زمین صاف و پاک ہو جائے جس پر بے شمار انسانوں کا خون بہایا گیا۔ اس ہَون کے لئے انتظامات کئے گئے۔ سوال پیدا ہوا کہ اتنے بڑے اور اہم ہَون کی پیشوائی کس کو سونپ دی جائے۔ بڑے بڑے گرو، ودوان اور ریشی حاضر تھے۔ بھگوان کرشن نے بھیم دیو کو بُلایا۔ بھیم دیو زبردست طاقتور مگر گھمنڈی تھا۔ بھگوان کرشن بھیم کا گُھمنڈ توڑنا چاہتے تھے۔ بھیم سے کہا، آپ کشمیر جا کر واگہِ بھٹ کو اپنے ساتھ پورے احترام کے ساتھ یہاں لائیں۔ یہ کام صرف آپ کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ واگہِ بھٹ کشمیر کے مشہور قصبے بجبہاڑہ (وجیشور) کے قریب ایک گاؤں میں، جس کا نام واگہِ ہوم بتایا جاتا ہے، میں رہتا تھا۔ وہ ایک سیدھا سادھا مگر خدا دوست اور عبادت گزار کسان تھا۔ بھیم دیو وجیشور پہنچ کر واگہِ بھٹ کا پتہ معلوم کر کے اُس کے پاس پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ واگہِ بھٹ کھیتوں میں ہل جوتنے کے لئے گیا ہوا ہے۔ بھیم نے دیکھا کہ ایک کسان پھٹے پرانے کپڑے پہن کر کھیت کی منڈیر پر سستا رہا ہے۔ بیلوں کی جوڑی کھیت میں ہل چلا رہی ہے اور ایک کوا ہل کے دستے پر بیٹھا ہوا ہے۔ کسان کی بیوی دوپہر کا کھانا لے کر آئی۔ بھیم سمجھ گیا، شاید یہی واگہِ بھٹ ہے، اُس کے قریب جا کر بھگوان کرشن کا پیغام سُنایا۔ واگہِ بھٹ نے شرط رکھی کہ ہون کی تکمیل تک مجھے زمین پر اُگنے والا اناج نہ کھلایا جائے اور زمین پر بہنے والا پانی نہ پلایا جائے کیونکہ دھرتی انسانی خون سے ناپاک ہوگئی ہے۔ بھیم پانی لے کر آیا، واگہِ بھٹ نے کہا میں یہ پانی نہیں پی سکتا زمین کھود کر پانی لے آؤ۔ بھیم کے پاس پہاڑ کی چوٹی پر زمین کھودنے کے لئے سامان نہیں تھا۔ اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا۔ اپنی دونوں کہنیوں سے زمین کھودنے لگا، لیکن زخموں کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ صرف شرمندگی محسوس ہوئی۔ واگہِ بھٹ نے ایسی کئی آزمائشوں کے ذریعے جن میں کامیاب ہونے کے لئے اُس کی طاقت کام نہیں آئی، بھیم کا گھمنڈ ختم کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ "کھونہِ وٹہِ کھوڈ کھنُن" (کہنیوں سے گڑا کھودنا) محاورے کا یہی پس منظر ہے۔ اس



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محاورے کا مطلب ہے ناممکن کام کرنے کی ناکام کوشش کرنا۔اسی طرح بھیم کے وجیشور پہنچنے اور واگہ بھٹ کو تلاش کرنے کے متعلق اس لوک گیت میں اشارے موجود ہیں:

بھیم سینس بوچھہِ لجۍ کأش ہنٛدِ دوہہ
وُتھتھ تہٕ دُیتن نمبلے نار
بھگوانہٕ چانہٕ گرٛش نمسکار

☆......گیارہویں تاریخ کو بھیم سین کو سخت بھوک لگی ،اُس نے سارے کھلیان کو آگ لگادی،اے بھگوان، آپ کی لیلا کو نمسکار)

کروکھشیتر میں واگہِ بھٹ کو دیکھ کر سارے گرو اور ریشی ناراض ہو گئے ۔اُنہوں نے واگہِ بھٹ کی پیشوائی قبول نہیں کی اور ہَون میں بیٹھنے اور منتر پڑھنے سے صاف انکار کیا۔ واگہِ بھٹ نے پانی سے بھرا گھڑا منگایا۔اُس میں سے پانی نکال کر اگنی کنڈ کے اِدھر اُدھر اور دیواروں پر پھواریں چھڑک دیں ۔آن کی آن میں اگنی فروزاں ہوئی اور درودیوار سے منتروں کے جاپ کی آوازیں بلند ہوگئیں۔سارے وِدوان، گرو اور ریشی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور واگہ بھٹ سے معافی مانگی۔

اس اسطوری کہانی کا تاریخ کے ساتھ تعلق ہے یا نہیں ، یہ دیکھنا مورخوں کا کام ہے۔مورخوں نے لکھا ہے کہ وجیشور یعنی بجبہاڑہ شہر، مہابھارت کی لڑائی ختم ہونے کے بہت عرصہ بعد وزیانند نے جو پانڈووں کے خاندان سے کشمیر کا ساتواں راجا تھا۔مورخ حسن شاہ کھویہامی کے بقول اس شہر میں اسی راجا نے ایک لاکھ اشرفیاں خرچ کر کے وجیشور مندر تعمیر کروایا تھا جو صرف پتھروں سے بنایا گیا تھا۔اسی زمانے سے متعلق وجیشور مندر سے ایک اور اسطوری کہانی منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مندر میں گیارہ گھنٹیاں آویزاں رکھی گئی تھیں۔ پو پھٹنے سے ذرا پہلے مندر کا راج پروہت بڑی گھنٹی بجایا کرتا تھا۔اُس کے بعد باقی دس گھنٹیاں بجائی جاتی تھیں۔ ہر گھنٹی بجانے کے کام پر ایک ایک پروہت مقرر تھا۔گھنٹیاں بجانے والے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پروہت وجیشور کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے جس کا نام گنٹالِکا پورم بتایا جاتا ہے اور آج کا گانٹل پور گاؤں اُسی قدیم گاؤں کی باقیات تصوّر کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ راج پروہت مندر کی طرف جارہا تھا۔ اس نے ایک خوبصورت عورت دیکھی جو دریا میں نہارہی تھی۔ پروہت پر شہوانی جذبہ غالب آگیا۔ اُس نے عورت کے سامنے اپنی خواہش کی تکمیل کا مطالبہ رکھا۔ عورت سیانی تھی، فوراً ہاں کر دی مگر شرط رکھی کہ وجیشو مندر کی سب سے بڑی گھنٹی کو اُس کے حوالے کیا جائے۔ راج پروہت نے فوراً بڑی گھنٹی اس عورت کے سپرد کر دی۔ صُبح ہوگئی لیکن مندر میں گھنٹی نہیں بجی، باقی دس پروہت راج پروہت کا انتظار کرنے لگے۔ ریت یہی تھی کہ پہلے بڑی گھنٹی بجائی جاتی تھی، اس کے بعد دوسری گھنٹیاں۔ اس لئے راج پروہت کا انتظار کیا جاتا رہا۔

آج پروہت بھی غائب تھا اور بڑی گھنٹی بھی۔ معاملہ راجا کے دربار میں پہنچ گیا، راجا نے شہرواسیوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ لوگ جمع ہوگئے اور راجا نے کہا کہ مندر کی گھنٹی غائب ہو گئی ہے۔ ہر ایک شخص اُس کی تلاش میں جُٹ جائے۔ ایک حسین عورت نے عرض کیا کہ گھنٹی میرے پاس ہے۔ اُس نے پروہت اور گھنٹی کا سارا ماجرا سنایا۔ کہانی سُن کر راجا نے کہا راج پروہت کو سزا دینے کا اختیار میرے پاس نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راج پروہت کا نام نیلہ پنڈت تھا۔ راجا نے نیلہ پنڈت کو شوید پنڈت کے آشرم میں لے جانے کا حکم دیا۔ شوید پنڈت ایک وِدوان اور خدادوست شخص تھا جو پاس کے ایک جنگل میں آشرم میں رہتا تھا۔ شوید پنڈت نے نیلہ پنڈت کو شراپ دیا اور پتھر میں بدل دیا۔ لوگوں سے کہا اب اس پتھر کو گیارہ آدمی اُٹھائیں اور وجیشور مندر کے بڑے دروازے پر رکھیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ کہتے ہیں پتھر مدّتوں تک اُس جگہ رکھا ہوا تھا۔ اُسے صرف گیارہ آدمی ''کاہ کاہ'' جاپ کر کے اُٹھا سکتے تھے۔ کشمیری زبان میں اس پتھر کو ''کاہ کاہ پل'' کہتے ہیں یعنی وہ پتھر جس کو گیارہ آدمی اسی وقت اُٹھا سکیں۔ جب ''کاہ کاہ پل'' کی رٹ لگائی جائے۔ اب کیا معلوم ''کاہ کاہ پل''



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہاں ہے مگر کشمیری زبان میں یہ ترکیب و تلمیح آج بھی مستعمل ہے:

یَس نہٕ کہنی تس کینٛہہ نٔکی ارٕسَرٕ
یَس پریتھ کینٛہہ تس کینہہ نکُ ہول
زانہٕ یہ ِ کاہ کاہ پلِ ویجٕ بیٲرٕ یک
کٔمی ہیوٚک کُس تھوٚک کٔمی کیا ژول

(دینا ناتھ نادم)

(جس کے پاس کچھ نہیں وہ پریشان ہے۔ جس کے پاس سب کچھ ہے وہ بھی خوش نہیں۔ کون کیا کر پایا، کس نے کیا برداشت کیا، کون تھک ہار کر بیٹھ گیا، یہ سب کچھ ویجبر بیور (وجیشور) کا ''کاہ کاہ پل'' جانتا ہے)(۳)

مورخ حسن شاہ نے ''وقائع کشمیر'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ راجا رام دیو، جس نے 69 سال تک کشمیر پر راج کیا تھا، ہَرن دیو کا بیٹا تھا۔ وہ کشمیر میں پانڈو خاندان کا دوسرا راجا تھا۔ اُس نے نئے علاقے فتح کیئے۔ کریوہ مٹن پر ایک بڑا شہر بسایا جس کو بابل کہا کرتے تھے۔ مورخ حسن نے کئی بار اس شہر کا یہی نام لکھا ہے اور مغلوں کے زمانے میں جب یہ شہر ویران اور سُنسان تھا۔ اکبر بادشاہ نے دو بار اس کی سیر کی تھی اور مورخ حسن کے مطابق یہ محض صحرا تھا۔ اس شہر میں رام دیو نے ایک شاندار سوریہ مندر تعمیر کروایا تھا، جو ''مارتنڈی شور'' کے نام سے مشہور ہوا۔

مورخوں اور سیاحوں نے اس مندر کا فنِ تعمیر دیکھ کر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مندر دیکھنے والے انگشت بہ دنداں رہ جاتے ہیں۔ پتھر بڑی مہارت کے ساتھ ایک دوسرے پر اس طرح رکھ کر پیوست کر دیئے گئے ہیں کہ ایک بھی دراڑ کہیں نظر نہیں آتی۔ حالانکہ پتھر اتنے بھاری بھر کم ہیں کہ ایک ایک پتھر کو ادھر اُدھر اُٹھانے کے لئے ایک سو آدمی بھی ناکافی ہیں۔ مندر کی اونچائی 75 فٹ اور چوڑائی 33 فٹ ہے۔ یہ مندر 220 فٹ لمبے اور



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

142 فٹ چوڑے آنگن کے وسط میں آج بھی کھڑا ہے۔ تاہم اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یہ مندر راجا للتادت نے تعمیر کروایا تھا لیکن سب نے لکھا ہے کہ للتادت نے یہ مندر کسی قدیم مندر کی بنیاد پر تعمیر کروایا تھا۔ عام لوگ اس مندر کو سور یہ مندر، مارتنڈی شور مندر یا مارتنڈ وغیرہ ناموں سے جانتے ہیں۔ عوام الناس اس مندر کو اونتی پورہ، پٹن اور نارستان کے مندروں کی طرح ''پانڈولر'' (یعنی پانڈوؤں کے مکانات) کہتے ہیں۔ یہ سب مندر مارتنڈ مندر کی طرح بڑے بڑے پتھروں سے بنائے گئے ہیں۔ عوام کے ذہنوں میں پانڈوؤں کے دیو ہیکل، بلند قامت اور غیر معمولی طاقت ور ہونے کا ایسا تصور سمایا ہوا ہے کہ فوک روایات میں آج تک اُن کی کہانیاں موجود ہیں۔ ایک محیر العقول روایت یہ بھی ہے کہ پانڈو جب اونتی پورہ کے مندر تعمیر کر رہے تھے تو وہ مٹن کریوہ سے پتھر اُٹھا کر اونتی پورہ کی طرف پھینک دیتے تھے اور وہاں کام کرنے والے پانڈو وہ پتھر ہاتھوں میں پکڑ لیتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ اکثر اوقات مافوق الفطری واقعات کو عقل کے پیمانوں سے پرکھا نہیں جاتا ہے بلکہ عام لوگ اُن کے زمانی فرق پر بھی توجہ نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ مارتنڈ مندر اور اونتی پورہ کے مندر مختلف زمانوں میں تعمیر ہوئے تھے۔

مینڈھر سے مغرب کی طرف تین میلوں کی مسافت پر ایک کُھلے میدان میں جہاں چُھونگاں نالہ اور مینڈھی دریا آپس میں ملتے ہیں، ایک اور ''پانڈولر'' موجود ہے جس کو ''پانڈو محل'' کہا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر میں بڑے بڑے خوبصورت، چار کونوں والے پتھر استعمال کئے گئے ہیں۔ سب پتھر ایک جیسی بناوٹ اور جسامت والے ہیں۔ محل کے جنوب میں پانچ کوٹھریوں کے آثار موجود ہیں۔ محل کے اندر ایک مندر بھی تھا۔ محل اور مندر کے علاوہ بھی وہاں کئی آثار پانڈوؤں کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں۔ خوشدیو سنگھ مینی نے لکھا ہے کہ روایت کے مطابق پانڈو اس جگہ تیر اندازی کی مشقیں کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ پتھروں سے تیر بناتے اور اُن کو وادی سُرن اور پونچھ کی طرف لوگ پھینکتے تھے۔ آج بھی اُن کے پھینکے پتھروں کے تیروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک تیر سُرن وادی کے مغرب میں ایک



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پہاڑ کی چوٹی پر ہے، دوسرا سُرن کوٹ اور تیسرا پونچھ کے قلعے کے قریب پڑا ہے۔ ہر ایک تیر تقریباً بیس فٹ لمبا اور 25 من وزنی ہے۔ مینی نے لکھا ہے کہ یہ محل پانڈوؤں نے جلاوطنی کے دوران تعمیر کیا تھا لیکن یہ بات بھی زیرِ نظر رہنی چاہئے کہ جلاوطنی کے دوران پانڈو شاید محل تعمیر کرنے کی حالت میں نہیں رہے تھے۔ ممکن ہے کہ کروکھشیتر کی جنگ جیتنے کے بعد یا کشمیر پر حکومت کرنے کے دوران انہوں نے یہ محل تعمیر کیا ہو۔

بہر کیف، تاریخی حقائق کچھ بھی ہوں فوک روایات کے مطابق پانڈو بڑے بہادر، بارعب، جفاکش اور جنگجو رہے ہیں۔ اُن کے مافوق فطری کارناموں کا تصوّر آج تک کشمیریوں کے اجتماعی ذہن میں قائم ہے۔ کشمیری زبان میں ہر بھاری بھرکم، حیرت انگیز اور طاقتور چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے اور اُس کو مافوق الفطرت رنگ دینے کے لئے ''پانڈو'' لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کو دوسرے اسموں کے ساتھ ملا کر کئی ترکیبیں وجود میں آتی رہی ہیں مثلاً پانڈو پل (بہت بڑا پتھر) پانڈو کنز (بہت بڑی اوکھلی) پانڈو دستار (بہت بڑی پگڑی) پانڈو لر (پانڈوؤں کا مکان)۔ یہ ترکیب سُنتے ہی پتھروں سے تعمیر کئے ہوئے اونچے اور مضبوط مکانوں اور مندروں کی طرف دھیان جاتا ہے اور پانڈو گریٹہ (بہت بڑی پن چکی) وغیرہ۔

چک خاندان، جس کے کئی بادشاہوں نے 32 سال تک کشمیر پر حکومت کی تھی، کے مشہور پہلوانوں میں سے پانڈو چک نے کئی سال تک کشمیر پر حکومت کی۔ کئی لوگوں کے ناموں کے ساتھ ''پانڈو'' لفظ ملا کر اُن کو طاقتور کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ دیو قامت اور دیو قوّت مرد کو کشمیر میں ''پانڈو'' اور عورت کو ''پانڈو بائے'' بھی کہا جاتا ہے۔

مشہور مُغل روڈ پر بہرام گلہ نامی جگہ سے تھوڑی دوری پر ایک خوبصورت اور مشہور آبشار ہے، جس کو ''نُوری چھمب'' کہتے ہیں۔ اس جگہ جہانگیر کی بیوی نور جہاں بیگم کشمیر آتے جاتے نہاتی اور بال سنوارتی تھی۔ اس آبشار کا تاریخ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے لیکن فدا راجوروی نے اپنی اہم کتاب 'مغل روڈ۔ مختصر تاریخی تناظر میں'' میں لکھا ہے کہ اس آبشار کا



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مقامی نام ''پانڈوگریٹھ (بڑی پن چکی) ہے۔ کشمیری لوک شاعری میں پانڈووٗں کے نام اور اُن کے دبدبے کا ذکر آیا ہے۔ شادی بیاہ سے تعلق رکھنے والے چند اشعار:

اسہِ کور ورِدان سوبدرایئے ارزن دیونہِ بارِ یئے یے

☆......ہمارے یہاں ''ورِدان'' (ایک قسم کا مٹی کا چولہا، جس میں 36 سوراخ بنائے جاتے تھے، جن پر چھوٹے چھوٹے گھڑے رکھے جاتے تھے اور اُن میں شادی بیاہ یا مذہبی تقریب کے موقعے پر چاول پکائے جاتے تھے۔) بنانے کے لئے اور ارجن دیو کی بیوی آئی تھی۔ اُسی نے ہمارے لئے ''وردان'' بنایا

واسدیو رازِنی کنک چھم وائنی
ارزن دیو چُھم اتھہِ دأرِتھ
منن مال گنڈیو صُبَے دارو
ارزن دیونہِ بارٔ یایے

(راجا واسدیو کی بیٹی کے لئے ارجن دیو ہاتھ پھیلائے ہے۔ اے ہمارے صوبیدار ارجن دیو کی بیوی نے آپ کو ''منن مال'' پہنائی۔)

اور آو بھشمکھ راژن پانڈو واسدیو رازنس منڈلس بیوٗٹھ

(راجا بھشمک کا پانڈو تشریف آور ہوا اور راجا واسدیو کے منڈل میں بیٹھ گیا۔)

تم دے پانژوے بارٕنی أسی
تمہ نِے اوسُے پانڈو ناو
پانڈو رازٕنی سنتان أسی
رام لکھمن و نوأسی گوو

(وہ پانچ بھائی تھے، پانچوں راجا پانڈو کے بیٹے تھے۔ اُن پانچوں کو بھی پانڈو کہتے ہیں۔ رام اور لکشمن بن باسی ہو گئے۔)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چرارشریف میں، جہاں حضرت شیخ العالم نورالدین ریشیؒ کی آخری آرام گاہ مرجع خاص وعام ہے، ایک بڑی ڈھلوانی منڈھیر کا نام بھی ''ارزن'' ہے۔ کیا معلوم اس کا کوئی تعلق ارجن دیو کے ساتھ رہا ہو۔ حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین ریشیؒ کے اس شلوک میں بھی'' ارجن دیو'' (ارزن دیو) کا نام قوّت کی علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

پھنب کالیس سلاح پأرتو لأگتھ نیرتو ارزن دیو
ٹکان پُل صراط ترتو اد کرتو مبارد کباد چھُیوٚ

(کپاس جیسے نرم ونازک بدن پر عبادت اور ریاضت سے نفس پر قابو پانے کا اسلحہ باندھ کر ارزن دیو جیسا بہادر بن کر نکل اور بے خوف وخطر پُل صراط پار کر، اگر ایسا کرسکو تو مبارک بادی کے حقدار بنو گے)

............☆☆............

## کتابیات:۔


1:۔تاریخِ حسن، جلد نمبر 2، فارسی

2:۔کأشری لُکہ کتھٕ، جلد نمبر:5 اور جلد نمبر:6۔کلچرل اکادمی

3:۔کأشری لُکہ بأتھ: جلد نمبر:4 اور جلد نمبر 5: کلچرل اکادمی

4:۔شیرازہ (اردو) جلد نمبر:19 شمارہ نمبر:7 مقالہ:''پانڈو محل'' مقالہ نگار: خوشدیو سنگھ مینی

5:۔مُغل روڈ.........مختصر تاریخی تناظر: مصنف: عبدالرشید فدؔا راجوروی

6:۔کأشرٕ تلمیح: کلچرل اکادمی


............☆☆............




CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیری لوک ادب میں مغل

# (1)

مُغل حسُنِ کشمیر سے لطف اندوز ہونے اور اس سر زمین پر حکومت کرنے کی زبردست خواہش رکھتے تھے۔ ایک مدت تک پریشان حال رہتے اور دشمنوں کے خوف کی وجہ سے وہ اپنی اس خواہش کو پورا نہ کر سکے۔ بابر کے فرزند ہمایوں کو کشمیر کی تعریفیں سن کر اس پر قبضہ کرنے کی خواہش میں اضافہ ہوتا رہتا تھا مگر وہ اس خواہش کو پورا نہ کر سکا۔ لیکن مرزا حیدر کاشغری، جس کو مرزا حیدر دوغلات بھی کہتے ہیں، نے 21 رجب 947ھ میں کشمیر پر قبضہ کیا۔ وہ سلطان سعید کاشغری کا برادر زادہ اور بابر کا خالہ زاد بھائی تھا۔ شاعر بھی تھا اور مروّجہ علوم بھی جانتا تھا۔ تاریخ رشیدی اسی کی تالیف ہے۔ اس زمانے میں کشمیر میں کچھ مسلکی معاملات پر بعض لوگوں کے مابین ان بن تھی۔ کچھ لوگوں نے ہمایوں کے پاس جا کر اُسے کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ وہ اپنی مجبوریوں کے سبب ایسا نہ کر سکا۔ لیکن مرزا حیدر دوغلات نے کشمیریوں کے ساتھ خاصی جنگ وجدل کے بعد کشمیریوں کی آپسی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے دس سال تک یہاں حکومت کی۔ سکہ اور خطبہ شاہمیری سلطان نازک شاہ کے نام پر جاری کیا، نئی دستکاریوں کو فروغ دیا۔ حمام سازی، پنجرہ کاری اور دیگر فنون متعارف کرائے۔ کہتے ہیں کہ چائے سبز بھی اُسی نے رائج کروائی۔ مرزا حیدر دوغلات کے بارے میں ایک اسطوری لوک روایت یہ ہے کہ اُس نے ایک رات خواب میں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عجیب واقعہ دیکھا۔ایک لق دق صحرا میں کسی نورانی بزرگ کو ہڈیاں اکٹھا کرتے دیکھا۔عرض کیا ،آپ کون ہیں اور ہڈیاں کیوں جمع کر رہے ہیں؟ بزرگ نے جواب دیا، میں شیخ نورالدینؒ ریشی ہوں اور کشمیریوں کی ہڈیاں اکٹھا کر رہا ہوں۔انہیں بے رحم حکمران قتل کرتے ہیں اور قتل کرنے کے لئے اسی صحرا میں پہنچا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نورالدینؒ ریشی نے مرزا حیدر دوغلات کو کشمیر آنے کا اشارہ بھی دیا۔ یہ روایت اگر چہ حضرت نورالدینؒ ریشی کے ساتھ لوک عقیدے اور خاص عقیدت کا نتیجہ ہے لیکن اس کا اشارہ لوک شاعری میں موجود ان دوشعروں میں موجود ہے۔

خاب ییلہِ وچھنۍ مرزِ کاشغاڑی    تاب تس روٗدٕ ے نہٕ کٔشیرِ آو

(جب مرزا حیدر کاشغری نے خواب دیکھا، بے تاب ہوکر کشمیر چلا آیا)

مارنہِ اٚسی کاٗشرین نوان ژاٗری ژاٗری    یا شیخ نورالدینؒ یاری کر (۲)

(کشمیریوں کو چُن چُن کر قتل کرنے کے لیے اُٹھایا جاتا تھا، یا شیخ نورالدینؒ ہماری مدد فرما)

957ھ میں مرزا حیدر کاشغری کو کشمیر میں ایک مقامی جنگ میں قتل کیا گیا۔اُس کے بعد مغل تقریباً چالیس سال تک کشمیر کو باضابطہ طور فتح نہ کر پائے۔آخر کار 994ھ میں مغلوں نے کشمیر کے آخری خود مختار بادشاہ یوسف شاہ کو چکمہ دے کر گرفتار کر لیا۔مغلوں کی وعدہ خلافی کے نتیجے میں کشمیر مغلوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔مغلوں نے تقریباً پونے دوسو سال کشمیر پر حکومت کی۔اس دوران کشمیر پر مغل تہذیب کا رنگ چھا گیا۔مغلوں نے کشمیر کی قدرتی خوبصورتی کا لطف اُٹھایا مگر کشمیر کو بہت کچھ دے گئے۔انہوں نے باغات تعمیر کروائے۔ پانی کے چشموں کی حفاظت کی۔ان کو پوری طرح سجا کر سرکاری تحویل میں دیا۔فن تعمیر، شاعری، خوش نویسی، دستکاریاں، بودوباش اور ضرب وحرب کو پوری طرح متاثر کیا۔ان کی زبان فارسی تھی، جس کے اثر سے کشمیری زبان کو کافی وسعت ملی۔

(2)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پانچ سو سال گزرنے کے باوجود مغلوں کا اقتدار کشمیر میں گویا ماضی قریب کی بات ہے۔ مُغل حُسنِ فطرت، آبی ذخائر، جنگلات، گھاس کے سرسبز میدانوں اور ندی نالوں کے عاشق تھے۔ مغلوں کا نام زبان پر آتے ہی اُن کی حسن نوازی، حُسن پسندی، فنون لطیفہ کی محبت اور ان کے ذوقِ جمال کا خیال آتا ہے۔ اُن کے تعمیر کردہ چشمے اور باغات آج بھی یہاں موجود ہیں۔ ان کی کئی تعمیرات اور کچھ تعمیرات کے آثار مثلاً پُل، مساجد، مکانات، بالا دریاں، سرائیں وغیرہ آج بھی موجود ہیں۔ وہ حملہ آور تھے، حاکم تھے۔ انہوں نے کئی اچھے کام کیئے لیکن اُن کے اکثر گورنروں نے کشمیریوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جو ظالم و جابر حکمرانوں کا شیوہ رہا ہے۔ پھر بھی مغلوں کے اثرات کشمیری لوک ادب اور لوک ورثہ میں آج بھی نمایاں ہیں۔ اگر چہ ہمارے پاس اُس زمانے کا سارا فوک لور اور لوک ادب محفوظ نہیں ہے، پھر بھی لوک ادب کی مختلف صنفوں میں کچھ نہ کچھ آثار دیکھے جا سکتے ہیں، مثلاً یہ تراکیب آج بھی پوری طرح مستعمل ہیں:

مُغل۔ (مغلانی)۔ مغل باغ (مغلوں کا باغ)۔ مغل مزار (مغلوں کا قبرستان)۔ مغل سرائے (مغلوں کی سرائے)۔ مُغل مادان (مغلوں کا میدان) مغل بچہ (مغلوں کا بچہ)، مغلی چائے (مغلوں کی چایہ یعنی کشمیری قہوہ)، مغل روڈ (مغلوں کی سڑک)، مغل مار (مغلوں کی مار پیٹ)، مغل دربار (مغلوں کا دربار)

مغل آج بھی کسی کشمیری خاتون کا نام ہے۔ کشمیری خواتین کے لیئے ''مغل'' نام مدتوں تک استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کشمیر میں مغلانی صحت مند، طاقتور، چاق و چوبند، جلال و جمال والی حسینہ کو کہتے ہیں۔ مغلانی ''مغل'' کا صیغہ مونث ہے۔ مغلوں کے باغات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ مثلاً شالیمار باغ، نشاط باغ، اچھ ول باغ۔ کئی مغل باغات کے صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں اور کچھ باغات کے نام صرف تاریخی تذکروں میں آتے ہیں۔ مغل روڈ کو کشمیری میں ''نُنہ وتھ'' یعنی'' شاہراہ نمک'' کہا کرتے تھے۔ مغل اسی راستے سے کشمیر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں گجرات سے بھمبر آتے ہوئے ہیرہ پورہ شوپیان تک اس راستے کے گیارہ پڑاوٗ طے کرنا پڑتے۔ پڑاوٗ یہ تھے:

گُجرات، بھمبر، سیدآباد، نوشہرہ، چنگس، تھنہ، بہرام گلہ، پوشانہ علی آباد، ہیر پورہ، شوپیان۔

مغلوں نے مختلف پڑاوٗ پر سرائیں تعمیر کروائی تھیں۔ مُغل گورنر علی مردان خان کے بارے میں مشہور ہے کہ اُس نے مغل فوج اور بادشاہوں کے لئے اس راستے پر یہ سات مضبوط سرائیں تعمیر کروائی تھیں:

خامپور سرائے، شاجہ مرگ سرائے، ہیرہ پورہ سرائے، پوشانہ سرائے، سوختہ سرائے، بہرام گلہ سرائے، تھنہ سراے۔

کشمیری زبان میں مغلوں کی فارسی دانی اور حوصلہ مندی سے متعلق آج بھی کئی محاورے مستعمل ہیں۔ کئی ضرب الامثال ایسی ہیں جو اُن کی ساز باز اور سازش کرنے کی گواہ ہیں۔ مثلاً

| کشمیری | اردو |
|---|---|
| مُغل ڈیشتھ گژھہِ فارسی فورن | مُغل دیکھ کر فارسی بولنے کی جُرأت تو ہو |
| مُغل ہے پھلہِ زٟن آسبس توتہِ سنگلاخ | مُغل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو بھی اس کے گھوڑے کا زین سنگلاخ ہوگا |
| مغل مار گوو گٹہٕ کار | مغل مار پیٹ کرے تو وہ زیادہ سخت ہوگا |
| مُغل گوو دوگُل | مُغل موٹا اور بھاری بھرکم ہوتا ہے۔ |
| مغل گووٚ دغل دوز | مُغل دھوکہ باز ہوتا ہے |
| مُغل ژاو کشیرِ | مُغل کشمیر میں داخل ہو گئے۔ |

کشمیری لوک شاعری میں مغلوں کی عظمت، اُن کا دبدبہ اور حُسن نواز مزاج کا تذکرہ آج بھی محفوظ ہے۔ ونہ وُن کے یہ شعر ملاحظہ ہوں:

سونہٕ سٟنز سدرے روپہٕ سنز کرٛھہ وچہٕ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ژ ہا چُھکھ مغل بچہٕ کوٚنہٕ ونہٕ ووے

(تمہارے سونے کے واسکٹ کے بغل چاندی سے بنائے گئے ہیں، تُم مغل زادے ہو، ہم تمہاری شادی کے موقعہ پر ونہ وُن کے گیت کیوں نہ گائیں!)

کریکھ ہے کو بلس بیٚہہِ پیشُووُرس

لالہٕ دراو صُبہ درس کوٗر منگہٕ نے

(کابل اور پیشاور تک یہ خبر پہنچ گئی کہ ہمارا لاڈلا صوبیدار سے رشتہ مانگنے کے لئے نکل پڑا)

کلس چُھے تاج دِتھ تاجکستأنی

شُملہٕ چھے تُرکستأنی یِئے

(آپ کے سر پر تاجکستانی تاج ہے اور آپ کا شُملہ ترکستانی ہے)

(ونہ وُن: دُلہا سُسرال جاتے وقت)

دپہ نے درا یکھۓ گوگل ڈاری منزٕ یے

مُغل بأے یزمن بأیِل یِئے

(اے ججمانی تو مغلانی ہے، تُو گوگل ڈار کے بیچوں بیچ چل کر رشتہ داروں اور ہمسایوں کو شادی پر آنے کی دعوت دینے نکلی) (ونہ وُن: دعوت دینے کے موقعے پر)

نشانہٕ سو ٹھ ووت سانہٕ مغلانے

سوزمُت جانے عزیزن

(ہماری مغلانی کے لئے شادی کا دن مقرر کرنے کے موقعہ پر سوٹ بھیجا گیا ہے۔ یہ سوٹ ہمارے ہونے والے پیارے داماد نے بھیجا ہے) (ونہ وُن: شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے موقعہ پر)

علی آبادکُ وۄستہٕ چُھ آمُت

لألہٕ چُھ ذامُت شاہزادے

(علی آباد سے ماہر حجام آ پہنچا۔ ہماری لیلیٰ نے جو شہزادے کو جنم دیا ہے!)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سونس روپھس کوٗرُم دوگُل
مُغل دِیت مے بلائے

(میرے پیارے! میں نے تمہارے لئے سونا اور چاندی ملا کر موٹا سا کھلونا بنا دیا۔ تم پر مغل کو قربان کردوں گی)۔ (پنگوڑے کا گیت)

مغلوں کے بارے میں یہاں کئی قصےّ کہانیاں سینہ بہ سینہ نسل در نسل چلی آ رہی ہیں۔ اگر چہ کچھ ایسے قصے مورخوں نے بھی لکھے ہیں لیکن ایک نسل سے دوسری نسل تک زبانی منتقل ہوتے ہوتے وہ داستانوی اور اسطوری رنگ اختیار کر گئے ہیں۔ مثلاً علی مردان خان کا خزانہ۔ علی مردان خان شاہجہان کے زمانے میں دو بار کشمیر کا گورنر رہا ہے۔ پہلی بار 1052ھ میں ایک سال کے لئے اور دوسری بار 1061ھ سے 1068ھ تک۔ اس کے بارے میں یہ قصّہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ بہت قدیم زمانے میں کسی بادشاہ نے زمین کے اندر بڑا خزانہ چھپا کے رکھا تھا۔ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارث زمین کھود کر خزانہ تلاشنے لگے۔ خزانہ دیکھا لیکن اُس پر ایک خطرناک اور جسیم اژدھا کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس وجہ سے مدتوں تک یہ خزانہ کسی کے ہاتھ نہیں لگ سکا۔ اژدھے کی پھنکار سے خزانہ ڈھونڈنے والوں کی آنکھیں جل جاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ لوگ اس خزانہ کو بھول گئے۔ مُدتوں بعد علی مردان خان کشمیر آ گیا۔ ایک رات خواب میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا سر سانپ کا اور دھڑ انسان کا تھا۔ اُس محیرالعقول شخص نے خزانہ کے بارے میں بتایا۔ جگہ کی نشاندہی کی اور کہا کہ میں اُس خزانہ کی نگہبانی پر مامور ہوں اور مدتوں سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ وہ خزانہ آپ کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پُو پھٹتے ہی علی مردان خان فوج ساتھ لے کر خزانہ ڈھونڈنے چلا گیا۔ وہاں اژدھا نہیں تھا۔ کھود کر بے انتہا دولت نکال کر واپس آ گیا۔ قصّے کہانیاں بھی عجیب طرح سے محوِ سفر اور محوِ گردش رہتی ہیں مورخوں نے بھی علی مردان خان کے خزانے کا قصّہ لکھا ہے مگر مختلف انداز میں مثلاً:

''علی مردان ذہین، تجربہ کار اور فاتح تھا۔ شاہ عباس صفوی کی طرف



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے قندہار کا حاکم رہا تھا۔ تائیدایزدی سے کیکاوس بادشاہ کا پوشیدہ خزانہ اس کے ہاتھ لگا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ قندہار کا ایک چرواہا بھیڑ بکریاں لے کر پہاڑوں کی طرف نکلا کرتا تھا۔ اُن پہاڑوں سے ہر روز ایک اژدھا نکلتا اور بھیڑ بکریوں کے جھنڈ میں سے چند ایک نگل جاتا۔ علی مردان نے سُنا تو دل و جان سے معاملے کی تحقیق میں مشغول ہوگیا۔ بھیڑوں کی کھالیں جمع کروائیں اُن میں چونا بھر دیا، کھالوں کو پوری طرح سلوا کر نقلی بھیڑیں بنا کر اژدھے کے راستے میں ڈال دیں۔ اژدھا اپنے وقت پر بھیڑیں نگلنے کے لئے پہاڑوں سے نیچے اُترنے لگا۔ اصلی بھیڑیں سمجھ کر نقلی بھیڑوں کو چبا چبا کر نگل گیا۔ پیٹ بھر کر پانی پیا۔ پانی جب اُس کے شکم میں چونے کے ساتھ مل گیا، چونا زہر بن گیا اور آگ کی طرح گرم ہوگیا۔ اژدھا مر گیا۔ علی مردان خان اژدھے کی غار میں داخل ہوگیا، پہلے اژدھے کی لاش نکلوائی بعد میں گنج کیکاوس نکال دیا'' (تاریخ حسن: جلد۲۔ فارسی۔ ص :504۔ اردو ترجمہ)

یہی کہانی کشمیر پہنچ کر اسطور بن جاتی ہے، یعنی کہ اژدھا خواب میں علی مردان خان کے پاس گنج دولت کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس ذہین گورنر سے متعلق لعل غلام کا قصّہ بھی مشہور ہے۔ لعل غلام جگہ مغل روڈ پر ہیرہ پورہ سے علی آباد سرائے کی طرف چھ میل کی دوری پر ہے۔ پہاڑ کے دامن میں یہ تقریباً دو سو گز گہری کھائی ہے (۳)۔ اس کھائی کو پار کرنے کے لئے کئی بار راستہ بنانے کی کوشش کی جا گئی لیکن وہ پائدار نہیں رہتا اور اکثر مسافر کھائی میں گر کر لقمہ اجل بن جاتے۔ اس طرح یہ ایک آدم خور جگہ کے طور پر مشہور ہوگئی۔ اس کے ساتھ یہ بالا فطری کہانی بھی کہ اُس جگہ ایک خطرناک آدم خور دیو رہتا تھا، جس کو لعل غلام کہتے تھے جو اُس کھائی میں بنایا جانے والا راستہ تہس نہس کر دیتا تھا اور مسافروں کو چٹ کر جاتا تھا۔ فوک روایت کے مطابق مشہور ہے کہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

راستہ بنانے سے پہلے ایک بار منجموں کے ساتھ صلح مشورہ کر کے راستے کی بنیاد میں ایک قیمتی لعل رکھا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ لعل نہیں بلکہ ایک چکور چونی رکھی گئی اور جوں توں کر کے راستہ بنا دیا گیا۔ اگلے سال جب بادشاہ شاہی قافلہ لے کر سیر کشمیر کی غرض سے اس مقام پر پہنچ گیا تو راستہ دیکھ کر خوش ہو گیا۔ پوچھا، وہ لعل کس جگہ راستے کے نیچے رکھا گیا؟ ایک غلام نے، جس کو اصل جگہ معلوم تھی، جگہ دکھا دی۔ بادشاہ نے اُسی وقت غلام کا سر قلم کر دیا تا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو لعل والی جگہ کا پتہ نہ بتائے، جو لعل نکال دے اور راستہ ختم ہو جائے۔ اسی وجہ سے اس جگہ کو لعل غلام کہتے ہیں۔ ایک اور بات بھی کہی جاتی ہے کہ منجموں کے کہنے پر غلام کا سر اور لعل راستے کے نیچے دبا کر رکھ دیا گیا۔ بہر حال یہ ساری باتیں آج بھی دہرائی جاتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ علی مردان خان عقلمند اور ذہین تھا، اُس نے تین اینٹوں پر ایک چھوٹا سا راستہ اس کھائی میں سے تعمیر کروایا۔ مگر جو کہانی اُس کے بارے میں کہی جاتی رہی ہے، اس کے مطابق جب وہ مغل روڑ پر کئی سرائیں تعمیر کروا کر، کارکُن اور کاریگر لے کر اُس گہری کھائی کے پاس پہنچا، کوئی اس میں اترنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ علی مردان خان خود کھائی میں اُتر گیا۔ اس وقت وہاں آدم خور دیو کا بیٹا تھا۔ دیو زادے کو نیچے کھائی میں گرا کر علی مردان خان نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد اُس کا باپ یعنی بڑا آدم خور دیو کبھی دکھائی نہیں دیا۔

مغل روڈ کے ساتھ مُغل دور کے کئی واقعات وابستہ ہیں، جن کو عام لوگوں نے اسطوری رنگ دے کر ایک نسل سے دوسری نسل تک سینہ بہ سینہ پہنچا دیا ہے۔ اصل واقعات فوک لور کے وسیع سمندر میں ڈوب کر اُس کا حصّہ بن گئے ہیں۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ تیسری بار جہانگیر کشمیر کی سیر کر کے اور زعفران کے پھولوں کا لطف اُٹھا کر 1037ھ میں واپس جانے لگا لیکن بہرام گلہ کے مقام پر عالمِ فانی کو سدھارا۔

''بعدِ تماشائی زعفران زار بصوب لاہور رایت مراجعت افراخت و بہ
مقام بہرام گلہ رسیدہ بہ نشاط شکار پرداخت۔ یکے از دلاورانِ آں دیار آہوئی زندہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسیر کردہ پیش پادشاہ از کوہ فرود آورد۔ آہوئی مذکورہ بر سر سنگے نشستہ ماند۔ آں جوان پائین آمدہ آہوئی مذکورہ راکشش نمودہ ، درحالت کشش ریسمان از دست او جُدا شُدہ آں جوان از کوہ بزیر اُفتادہ بیک دوضرب قلابازی جان داد۔ بہ معاینہ ایں حال مزاجِ پادشاہ منقلب شدہ ضعف و بیہوشی غالت گشت۔ ازاں جا کوچ کردہ بہ مقام راجور قیام ساخت و بوقتِ پاسِ اخیر 28 ماہ صفر 1037ھ از عالم فانی بہ ملکِ جاودانی بشتافت۔ تابوتِ او درلاہور رسانیدہ بمقام شاہدرہ اندفان پزیرفت"

(تاریخ حسن، حصہ دوم:)

## ترجمہ:۔

"زعفران کے پھولوں سے لطف اندوز ہوکر وہ لاہور واپس جانے لگا۔ بہرام گلہ نامی جگہ پر شکار کھیلنے لگا۔ وہاں کے ایک بہادر نے ایک زندہ ہرن کو رسی سے پکڑ لیا اور بادشاہ تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔ ہرن ایک بڑی چٹان پر بیٹھ گیا۔ جوان ذرا نیچے آکر رسی کو زور زور سے کھینچنے لگا۔ رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پہاڑ سے نیچے گر گیا۔ چند لڑکھڑاہٹوں کے بعد اس کی لاش بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔ بادشاہ اُس کا حال دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔ وہاں سے کوچ کر کے راجوری میں قیام کیا۔ اُسی جگہ 28 صفر 1037ھ رات کے پچھلی پہر میں وفات پائی۔ اس کی لاش لاہور پہنچائی گئی اور شاہدرہ میں سُپردخاک کردی گئی۔"

تاریخ سے قطع نظر لوک روایات نے نورالدین جہانگیر کی موت کے اس واقعہ کو کئی طرح سے پیش کیا ہے۔ ایک لوک روایت یہ ہے کہ رنگا اور رنگی بہرام گلہ میں رہائش پذیر تھے۔ دونوں نہایت حسین تھے۔ بچپن سے مغل قافلوں کی خدمت کیا کرتے۔ رنگی بہت پیاری اور خوبصورت لڑکی تھی۔ نورجہاں اُس کو بہت چاہتی تھی۔ رنگا بھی کچھ کم خوبرو نہ تھا۔ رنگا اور رنگی ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوگئے۔ نورجہاں اُن کی عشق بازی سے واقف تھی۔ جہانگیر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اورنور جہاں شاہی قافلہ لے کر جب آخری بار کشمیر جانے لگے تو بہرام گلہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔نور جہاں نے رنگی کو بلوایا کر سونے کے کافی سکے دے کر اُسے کہا کہ ان روپیوں سے اپنی شادی کا انتظام کرلو۔اب رنگا اور رنگی شادی کرنے کی عمر کو پہنچے ہیں۔میں تم دونوں کی محبت سے واقف ہوں۔رنگی کی باچھیں کھل گئیں۔شاہی قافلہ کشمیر چلا گیا۔کشمیر کی سیر کے بعد جب قافلہ واپس بہرام گلہ پہنچ گیا۔بادشاہ کو شکار کھیلنے کا شوق ہو گیا۔رنگا خوش تھا کہ رنگی حاصل ہونے والی ہے ۔بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے اُس نے ایک ہرن کے گلے میں دور سے رسی ڈال دی اور اُسے نیچے کھینچنے لگا تا کہ بادشاہ کے سامنے زندہ ہرن پیش کر سکے۔زور زور سے کھینچنے پر رسی ٹوٹ گئی، رنگا پہاڑ سے نیچے گر گیا اور اُس کی لاش پہاڑ کے دامن میں بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔ رنگی لباس عروسانہ اور زیورات لے کر نور جہاں کے پاس آگئی اور روتی بلکتی رنگی نے کہا، حضور! یہ چیزیں اب میرے کام کی نہیں ہیں۔رات کے وقت رنگی نے خود کشی کی۔بادشاہ دونو جوان محبت کرنے والوں کے اچانک انتقال کرنے سے بہت غم زدہ ہو گیا۔اس پر غشی طاری ہو گئی اور انتقال کر گیا۔(۴)

جہانگیر کے انتقال کے بارے میں اسی طرح کا ایک اور واقعہ مشہور ہے۔راجوری اور اس کے ملحقہ علاقہ جات میں یہ لوک کہانی آج بھی گردش میں ہے۔سُرنکوٹ کے معروف وکیل جناب سرفراز خان جنجوعہ کی زبانی روایت کے مطابق فدا راجوروی نے یہ لوک کہانی ”مغل روڈ، مختصر تاریخی تناظر“ نامی اپنی کتاب میں اس طرح درج کی ہے:

”پنج سراں کا علاقہ جہانگیر بادشاہ نے پونچھ کے شہزادہ بہرام کو خصوصی طور پر اس شرط پر دیا تھا کہ جب بادشاہ گرمیوں میں کشمیر جائے گا، شاہی قافلہ کی حفاظت اور دربار کی خدمت اسی کے ذمے ہوگی۔پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کی خوبصورتی دنیا بھر میں مشہور تھی۔رقص کرنے کے لئے شہزادہ بہرام خوبصورت لڑکیوں کو لایا کرتا تھا۔شہزادہ بہرام بہت خوبصورت تھا۔نور جہاں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چونکہ ایرانی تھی، اُس نے ایران سے ایک خوبصورت کنیز حسن بانو کو شاہی دربار میں خدمت کے لئے لایا تھا۔ وہ ہر سفر نور جہاں کے ساتھ رہتی تھی۔ حسن بانو شہزادہ بہرام پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ دونوں چوری چھپے ملتے تھے۔ دونوں کی محبت کا علم شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں کو نہیں تھا۔ کشمیر آتے جاتے شاہی دربار چندی مڑھ میں رُکتا۔ اس طرح بہرام اور حسن بانو کی محبت پروان چڑھتی گئی۔ 1627ء کا واقعہ ہے کہ شاہی دربار کشمیر سے واپس چندی مڑھ کے مقام پر رُکا۔ شہنشاہ جہانگیر کی صحت خراب ہو گئی۔ بہرام نے ہر ممکن مدد کی۔ جہانگیر اس دوران کچھ صحت یاب ہو گیا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ جہانگیر کی خدمت کرنے پر بہرام کو ایک دن طلب کیا اور کہا، بہرام اپنی خدمت کے صلے میں مجھ سے کچھ مانگ لو۔ بہرام نے نور جہاں کی حاضری میں حسن بانو کا ذکر کیا۔ جہانگیر خوش تھا۔ مگر نور جہاں ایک معمولی شہزادے سے حسن بانو کی شادی کروانے پر تیار نہ تھی۔ نور جہاں کو زبردست غصہ آیا اور حسن بانو پریشان ہو گئی۔ نور جہاں نے رات کو ہی اپنے سپاہیوں سے بہرام کو قتل کروایا اور اُس کی لاش نوری چھم میں پھینک دی۔ صبح کو اس بات کا علم جب حسن بانو کو ہوا وہ دن بھر بیتاب رہی۔ جہانگیر نے بہرام کی لاش نکالنے کا حکم دیا، لاش نہ مل سکی۔ یہ صدمہ جہانگیر کو برداشت نہ ہوا۔ اگلے دن بہرام گلہ سے تھنہ منڈی کی جانب جاتے ہوئے پُرنئی کے دریا اور جنگل میں ایک شکاری نے ہرن پر فائر کیا، ہرن مر کر دریا میں آ گرا۔ اس منظر سے جہانگیر کو دل کا دورہ پڑا۔ جو اُس کی موت کا باعث ہوا۔ شہزادہ بہرام اور حسن بانو کی یہ سچی کہانی ابھی مقامی لوک روایت میں زندہ ہے"۔

(مغل روڈ، مختصر تاریخی تناظر: ص: 116-115۔ فدا راجوری)

روایت ہے کہ نور جہاں نے جہانگیر کی موت کو صیغہ راز میں رکھتے ہوئے بادشاہ کا شکم چاک کروا کر اُس کی انتڑیاں نکال کر چنگس نامی جگہ پر دفن کروا دیں تا کہ لاہور تک لے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جاتے ہوئے لاش خراب نہ ہو جائے۔

کشمیری زبان میں راتہٕ مُغل ، شِنیاہ مُغل اور پوگہٕ مُغل وغیرہ ترکیبیں آج بھی مستعمل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان الفاظ وتراکیب سے مغلوں کے خلاف نفرت اور تضحیک کا پہلو نمایاں ہے۔ راتہٕ مُغل ایک پرندہ ہے، جو دن کے وقت چُپ چاپ بیٹھا رہتا ہے اور رات کو اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا ہے۔ راتہ مغل کے بارے میں محمد یوسف ٹینگ کا یہ نوشتہ فائدہ مند بھی ہے اور دلچسپ بھی:

''راتہٕ مُونگل ( راتہٕ مُغل ۔ اُلو ( اردو، ہندی) بوم ( فارسی ) OWL (انگریزی)۔ کشمیری میں اس لفظ کا اندرونی ''ن'' صوتی تبدیلی سے متروک ہو کر'' موگل'' بن گیا ہے۔ کچھ لوگ اس کو ''مُغل'' بھی کہتے ہیں۔ اسی لئے راتہٕ مُغل، شنیاہ مُغل ، پوگہ مُغل وغیرہ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مُغل کشمیر پر حملہ کر کے جبراً قابض ہو گئے تھے۔ انہوں نے کشمیریوں کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں، اسی لئے کشمیریوں نے یہ نام ایک ایسے پکھشی کو دیا، جو دن بھر سوتا ہے اور رات بھر اُڑتا پھرتا ہے اور بولتا ہے۔ شنیاہ مُغل اور پوگہ مُغل جیسے نام بھی اسی کھاتے میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ پرندہ مغلوں کے آنے سے پہلے بھی یہاں موجود تھا۔ حق بات یہ ہے کہ یہ راتہ مغل نہیں بلکہ ''راتہ مونگل'' ہے۔ جان پلیسٹس کی ڈکشنری میں منگل سنسکرت لفظ دکھایا گیا ہے، جس کے معنی ہیں دُلہا۔ ہندو شادی کا مشہور زیور منگل سوتر اسی مفہوم سے متعلق ہے۔ یعنی سہاگن ہونے کی نشانی۔ ''جنگل میں منگل'' بھی ایک محاورہ ہے۔ ''اُلو'' دن بھر سوتا رہتا ہے اور رات کے اندھیرے میں اِدھر اُدھر اُڑتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اُسے ''راتہ مونگل'' یعنی'' رات کا دُلہا'' کہا جانے لگا۔ یہ بے شک ایک استعاراتی نام ہے، جو اس پرندے کی عجیب خصلت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ''پوگہٕ مُغل'' جیسا بُرا نام دینے والوں کو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس ہندو پرمپرا کی طرف دھیان دینا چاہئے کہ پرمپرا کے مطابق 'پوگ'' یعنی ''شنکھ'' کئی موقعوں پر بجایا جاتا ہے شادی کے موقع پر جب دُلہا دُلہن کو لانے کے لئے سسرال کی طرف جانے لگتا ہےاور کسی کے انتقال کرنے کے موقع پر بھی۔ ہندوؤں کی ایک بڑی تعداداس پرندے کوگُنوان مانتی ہے۔اس پرندے کی صفتوں اور کاموں سے متعلق ''اُلوتانترک'' نامی ایک بڑی کتاب بھی موجود ہے۔اگرایک کلچر میں کسی پرندے کومنحوس مانا جاتا ہوتو دوسرے کلچر میں اس کواچھے اوصاف والا بھی مانا جاسکتا ہے۔فارسی میں اس پرندے کو'بوم'' کہہ کرپکار سکتے ،حالانکہ انہوں نے ''بوم'' کی منحوسی اور بدشگونی کے مفہوم میں کشمیریوں نے ''بومہ لد'' اور'' بوم وسان'' جیسے الفاظ بنالئے۔'' (کاشرکتاب:ص:316-314 محمد یوسف ٹینگ)

ایک اورتوجہ طلب بات ہے کہ جنوبی کشمیر میں اس پرندے کوراتہ مُغل بھی کہتے ہیں اور'' ڈورکون'' بھی یعنی اندھا، وہ جو بہت کم دیکھ سکتا ہو، وہ جو روشنی سے دور رہتا ہو۔'' ڈورکون'' کا صیغہ مونث ''ڈور کائنی'' ہے۔ یہ لفظ خوب استعمال ہوتا ہے۔ممکن ہے اس پرندے کا کشمیری میں اصلی نام یہی رہا ہواور مغلوں کے آنے کے بعداس کو نئے نام دیئے گئے ہوں۔ بہرحال یہ معاملہ بحث طلب اور تحقیق طلب ہے۔

☆☆☆

## حوالہ جات:

(۱): شیرازہ (اردو) مُغل اور کشمیر نمبر۔ص:6-5۔کلچرل اکادمی

(۲): میرز کاشکاری، مرزا حیدر دوغلات کاشغری کو کہتے ہیں۔اس فوک روایت کا اشارہ بابا کمال الدین نے بھی اپنے ریشی نامہ میں دیا ہے۔

(۳): مغل روڈ، مختصر تاریخی تناظر: فدا راجوروی۔ص: 107-152

(۴): رنگا اور رنگی کی یہ لوک کہانی میں نے ڈوگری شاعر تارامنی سمیلپوری سے 1988ء میں راجوری کے سفر کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوران سُنی تھی۔

کتابیات:


۱......کأشر لُکہِ باتھ (دس جلدیں)، کلچرل اکادمی

۲......کأشر تلمیح۔ کلچرل اکادمی

۳......کأشر کتاب: محمد یوسف ٹینگ۔

۴......تاریخِ حسن (فارسی) جلد ۲

۵......مقالات: پروفیسر محی الدین حاجنی

۶......مُغل روڈ، مختصر تاریخی تذکرہ: فدا راجوروی

۷......کأشر لُکہِ کتھ (چار جلدیں) کلچرل اکادمی

۸......مُغل اور کشمیر (اردو شیرازہ) کلچرل اکادمی


............☆☆............




CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# ذکر مولانا رومیؒ کا

(1)

حضرت مولانا جلال الدین رومی کا اصلی نام محمد اور لقب جلال الدین تھا۔ مولانا رومی کے نام نامی سے شہرتِ دوام پائی ہے۔ آپ 6 ربیع الاوّل 604ھ کو بلخ میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر اَب افغانستان میں ہے۔ اس لئے کبھی کبھی آپ کے نام کے ساتھ بلخی بھی لکھا جاتا ہے۔ والد کا نام بہاوالدین ابنِ حسین بلخی ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد میں حضرت مولانا بُرہان الدینؒ کے شاگرد رشید ہو گئے۔ 642ھ میں مولانا رومی کی ملاقات شمس تبریزی کے ساتھ ہوئی تو ظاہر و باطن میں تغیر آ گیا۔ مولانا رومی بادشاہ کے نواسے اور اپنے وقت کے محدث و مفسر تھے جس وقت پالکی پر چلتے تو سینکڑوں شاگرد پا پیادہ پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اب وہی مولانا رومی ہیں کہ اللہ کی محبت میں اپنے پیر کا سب سامان گڈری، پیالہ اور بستر سر پر رکھے ہوئے گلی گلی پھر رہے تھے۔ تبریزی کے ساتھ قونیہ میں ملاقات کے بعد نہ پالکی رہی ، نہ جبہ و دستار اور نہ تلامذہ کا ہجوم۔ شانِ علم پر شانِ فقر غالب آ گیا۔ سینے میں عشقِ حق کی آتش فروزاں ہو گئی۔ درس و تدریس اور وعظ و پند کے معمولات ترک کئے۔ مولوی رومی سے مولائے روم بن گئے۔ خود فرمایا:

مولوی ہر گز نہ شُد مولائے روم



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

## تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

(مولوی رومی ہرگز مولائے روم نہ ہوتا اگر شمس تبریزی کا غلام نہ ہوا ہوتا)

5جمید الثانی یوم یک شبنہ کو بوقتِ غروبِ آفتاب672ھ میں جان، جہاں آفرین کے سپرد کردی۔ آپ کو قونیہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ مثنوی معنوی کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف کا چرچا ہے۔

1...... فیہ مافیہ: مولانا کی تقریروں کا یہ مجموعہ 1333ھ میں پہلے طہران پھر ہندوستان اور شیراز میں شائع کیا گیا۔ اُن کی یہ تقاریر قرآن مجید کی آیات مبارکہ، احادیث متبرکہ، اخلاق، طریقت، عرفان اور مسائل تصوف کی شرحوں پر مبنی ہیں۔

2...... مجالسِ سبعہ: یہ کتاب اُن سات خطبات کا مجموعہ ہے، جو مولانا نے مختلف مساجد میں دیئے ہیں۔

3...... مکاتیبِ رومیؒ: مولانا رومی نے کئی بلند مرتبت اصفیاء، مریدین اور احباب و اقربا کو جو مکاتیب لکھے تھے، آقا فریدون ناقد نے استنبول میں اُن کا انتخاب شائع کروایا تھا۔ یہی انتخاب مکاتیب رومی کہلاتا ہے۔

4...... غزلیات: پچاس ہزار اشعار پر مبنی غزلوں کا مجموعہ "دیوان شمس تبریزی" کے نام سے مشہور ہے۔

5...... رُباعیات: 1959 رُباعیات کا یہ مجموعہ 1312ھ میں استنبول میں شائع ہوا تھا۔

6...... مثنوی معنوی: حضرت شمس تبریزی کے انتقال کے بعد مولانا رومی کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو اُن کا ہمراز بن سکے۔ ایک دن اضطراب کی حالت میں صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے پاس سے گزر ہوا۔ صلاح الدین اوراق کوٹنے کے کام میں مشغول تھے۔ نگاہ فیض اتنا اثر کرگئی کہ دوکان سے باہر نکل کر مولانا رومی کے ہمراہ ہوگئے۔ دل



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں عشق حق کی آتش فروزاں ہوگئی۔ ۹ سال مولانا کی خدمت میں گزار کر 664ھ میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی وفات کے بعد مولانا رومی نے اپنے مریدوں میں سے حسام الدین چلپیؒ کو اپنا ہمراز بنالیا۔ یہی وہ شخصیت ہیں جن کی ترغیب اور اصرار پر مولانا رومی نے مثنوی معنوی کے سات دفتر کہہ ڈالے۔ تصوف کی دنیا اور فارسی ادب میں اس مثنوی کو زبردست اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ سلطنت غزنویہ کے آخر میں حکیم سنائی نے ''حدیقہ'' لکھی تھی، جو فارسی میں تصوف پر پہلی منظوم کتاب ہے۔ حدیقہ کے بعد خواجہ فرید الدین عطار نے متعدد مثنویاں لکھیں، کہ جن میں سے ''منطق الطیر'' نے زیادہ شہرت پائی لیکن مولانا رومی کی مثنوی معنوی کی ضخامت وشہرت ان سب پر بھاری ہے۔ اگر چہ مثنوی معنوی کے ساتویں دفتر کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مولانا کے کسی مرید نے لکھا تھا پھر بھی مولانا کی زبان سے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کا نکلنا کوئی معمولی بات نہیں۔ مولانا یہ اشعار کہتے تھے اور حسام الدین اُن کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ بعض اوقات مریدوں میں سے کوئی تحریر کرتا جاتا۔ مثنوی معنوی میں حکایات، تمثیلات اور تشبیہات کی مدد سے نازک اور پیچیدہ سے پیچیدہ صوفیانہ خیال واسرار کو سمجھایا گیا ہے۔ اس کا پہلا دفتر 662ھ میں تکمیل کو پہنچا تھا۔ دوسال کی مسلسل خاموشی کے بعد مولانا نے پھر سے مثنوی کے اشعار کہنا شروع کئے اور چھے دفتر مکمل کردیئے۔ مثنوی معنوی میں درج حکایات کے مختلف ماخذ ہیں۔ قرآن مجید میں موجود قصص، احادیث پاک، اسلامی تاریخ کے واقعات، عربی، ایرانی اور رومی لوک روایات سے حکایات لے کر اُن کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ کئی حکایات مولانا کی طبع زاد بھی ہیں اور ان کے مشاہدات پر بھی مبنی ہیں۔ دنیا بھر میں نہ جانے آج تک مثنوی معنوی کے کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اس کے منظوم ومنثور تراجم بھی چھپتے رہتے ہیں۔

(2)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیر کا پہلا سلطان تبّتی نژاد شہزادہ رینچن تھا۔ اس نے 725ھ میں کشمیر کا تخت و تاج حاصل کر کے حضرت شرف الدین عبدالرحمان بلبل شاہ ترکستانی کی نظرِ عنایت سے اسلام قبول کر کے اپنا نام سلطان صدر الدین رکھ دیا۔ اُسی زمانے سے دورِ سلاطین کشمیر شروع ہو جاتا ہے۔ سلاطین کے دور میں ایک نئے تمدن کی بنیادیں مستحکم ہوتی گئیں۔ وسطِ ایشیا سے سادات کرام، علماء، فضلاء، مشائخ اور طرح طرح کے باکمال پیشہ ور چلے آئے۔ لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے گئے۔ سماجی زندگی میں نئی تبدیلیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فارسی زبان بھی آ گئی۔ اس کو تقریباً پانچ سو سال سے زائد (725ھ۔1234ھ) عرصہ تک سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ یہ زبان درسگاہوں میں پڑھائی جاتی رہی اور کشمیریوں کی علمی اور ادبی زندگی پر پوری طرح چھا گئی۔ اس زبان میں لکھنے والے کشمیری الاصل علماء، ادباء اور شعراء نے علمی اور ادبی دنیا میں اپنا سکہ جما دیا اور کشمیر ''ایران صغیر'' کہلایا۔ کشمیریوں نے فارسی زبان میں موجود علم، ادب اور حکمت کے خزانوں سے فائدہ اٹھایا۔ کشمیریوں کی مادری زبان کے ذخیرۂ الفاظ، اصنافِ ادب اور لوک ادب میں اضافہ ہوتا گیا۔ مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی، فرید الدین عطار، مولانا عبدالرحمان جامیؒ، حکیم سنائی، نظامی گنجوی، حافظ شیرازی اور مولانا جلال الدین رومی کی تصانیف کا فیض اور عرفان عام ہوتا گیا۔ فارسی زبان میں موجود علم و ادب، واقعات، حکایات اور اشعار کا تذکرہ عام ہوتا گیا اور ان کے حوالہ جات عام مجالس کے علاوہ مساجد میں تبلیغِ دین کے دوران بھی دیئے جانے لگے۔ یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ آج بھی کشمیر میں، جبکہ فارسی زبان کو درسگاہوں سے نکال باہر کر دیا گیا ہے، ہمارے دینی مبلغین فارسی اشعار و حکایات کا حوالہ دیئے بغیر نہیں رہ پاتے ہیں۔

(3)

کشمیر میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی شروعات کے وقت مولانا رومیؒ کو اس جہان فانی سے انتقال کئے ہوئے 53 سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مثنوی معنوی کی تکمیل بھی لگ بھگ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

63 سال پہلے ہو چکی تھی۔ ایرانی زبان و ادب اور تہذیب و تمدن کشمیر میں پاؤں جمانے لگا تو اس وقت مثنوی معنوی کا غلغلہ دور دور تک تھا۔ فارسی زبان کشمیر پہنچی تو مثنوی معنوی بھی آ گئی۔ حتیٰ کہ کشمیر کے اعلیٰ پایہ کے ولی حضرت شیخ نورالدین ریشی کشمیری (778ھ۔842ھ) جن کو علمدار کشمیر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور عظیم المرتبت شاعر بھی تھے۔ ان کی ولادت باسعادت کے وقت مولانا رومی کو اس جہانِ آب و گل سے رخصت ہوئے تقریباً 105 سال گزرے تھے۔ کشمیر میں مثنوی معنوی جیسے تصوف کے گنج گراں مایہ کو مقبولیت مل چکی تھی۔ حضرت مولانا رومیؒ کی زندگی کے حالات اور ان کے کارناموں سے تصوف کے عاشق واقف ہو چکے تھے۔ حضرت شیخ العالم نورالدین ریشی نے علمائے سو، نقلی درویشوں، فقیروں اور ملاؤں، جو جعل سازی اور دھوکہ دہی کر کے، سیدھے سادھے لوگوں کا استحصال کرنے میں مشغول تھے، کچا چٹھا کھول دیا۔ ان کے قول و فعل کے تضاد کو عوام کے سامنے پیش کیا۔ اس موقعے پر حضرت شیخ العالمؒ شیخ نورالدین ریشی سادہ لوح کشمیری عوام کو حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی زندگی علم و عمل اور ریاضت و عبادات اور حقیقی عشق خدا کو یاد دلا کر علماء سو سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

منبرن کھسی کران کار  نیبر شوبٕک اندری شومی

نتہٕ ملہٕ ڈینشتھ استغفار  ملے دپی زِتہٕ مولوی رومیؒ

(شیخ نورالدین ریشیؒ)

(ترجمہ: ''علمائے سُو سج دھج کے بھلے اور بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ منبروں پر استادہ ہو کر وعظ فرماتے ہیں

لیکن منبروں سے اُتر کر شرم ناک کام کرتے ہیں۔ اُن کے ضمیر اور دِل بُرائیوں کے مرکز ہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص واقعی مُلا کہلانے کے مستحق ہے، وہ صرف حضرت مولانا جلال الدینؒ رومی ہے، ورنہ بہتر ہے کہ جعلی ملاؤں کو دیکھ کر توبہ واستغفار کی جائے۔'')



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مولانا رومی کا ارشاد ہے کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست    پس بہر دستے نہ باید داد دست

(ترجمہ: بہت سے ابلیس خصلت لوگ صوفیوں کی شکل میں موجود ہیں۔ اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے)

''استحصالی اور فضل فروش ملاؤں کو رد کر کے مولانا رومیؒ سے اس طرح کی آشنائی اور دل بستگی ظاہر کرنا بہت معنی خیز ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ کوئی شاعر دوسرے شاعر کا نام ایک تلمیح کے طور پر استعمال کرتا ہے جب وہ اُس کے فکر و فن سے واقف ہو اور اُس کے کارناموں پر نظر رکھتا ہو بلکہ اس لئے بھی کہ نندہ ریشی حضرت شیخ نورالدین کے بلیغ شعر میں اُسی درد و کرب کا اظہار ہے جو مذہب کا استحصال کرنے والوں اور مذہب کے اجارہ داروں کی کاروائیوں سے مولانا رومی کو تڑپا تا رہا ہے۔ گویا مولانا رومی اور نندہ ریشی کے کلام میں ایک قدر مشترک ہے کہ دونوں صوفی علمائے سو اور فضل فروش ملاؤں کی ظاہر داری، مکاری اور ریاکاری سے نالاں تھے چنانچہ دونوں سیدھے سادھے دینداروں کو اُن لُٹیروں سے بچنے کے لئے اور ان کی نقلی دینداری سے دور رہنے کے لئے اپنے ڈھنگ سے تنبیہ کرتے رہے۔''

(شمس العارفین۔ ص 104، ڈاکٹر مرغوب بانہالی، مضمون بعنوان ''نند ریشی اور مولانا رومی'')

(4)

کشمیری زبان میں مثنوی معنوی کے بعض حصوں کا منظوم اور بعض کا منثور ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ منظوم ترجموں میں حیرت کاملی (1880ء۔1968ء) کا ترجمہ قابل داد ہے۔ ہمارے ہم عصر منشور بانہالی نے مثنوی معنوی کے منتخب حصوں کا دلچسپ اور خوبصورت ترجمہ کیا ہے مگر وہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ مثنوی معنوی کے تراجم نہ صرف اُس زمانے میں کئے گئے ہیں جب یہاں کشمیر میں فارسی زبان کا بول بالا تھا بلکہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مولانا رومی نے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس شہرہ آفاق مثنوی کو ''نے'' کی نیستان سے جدائی کی حکایت وشکایت سے شروع کیا ہے۔ صوفیوں نے انسانی وجود کو ''نے'' کے ساتھ تشبیہہ دی ہے۔ مثنوی معنوی کے یہ چند افتتاحیہ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

بشنواز نے چوں حکایت می کُند
وزِ جُدا ایہا شکایت می کُند

کہ از نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح دردِ اشتیاق

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگارِ وصل خویش

من بہر جمعیتے نالاں شُدم
جفت خوش حالاں و بد حالاں شُدم

ہر کسے از ظنِ خود شُد یارِ من
وز درونِ من نہ جست اسرارِ من

سر من از نالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش را آں نُور نیست

ترجمہ: سنو ''نَے'' کیسی دردناک آواز میں اپنی حکایت اور جدائی کی شکایت بیان کرتے ہوئے کہتی ہے۔ مجھے نیستان یعنی اصل مرکز سے کاٹ کر لایا گیا اور عالم فراق میں چھوڑ دیا گیا۔ میری حالتِ زار دیکھ کر مرد و زن گریہ کرتے ہیں۔ میں ایسے سینہ کی متلاشی ہوں جو جدائی کے غم سے پارہ پارہ ہو چکا ہو تا کہ دردِ اشتیاق کی شرح بیان کر سکوں۔ اصل مرکز سے جدا شدہ کوئی بھی چیز اصل مرکز کا وصال چاہتی ہے۔ وہ وصال کے وقت کی منتظر رہتی ہے۔ میں نے ہر ایک جماعت کو اپنا نالہ غم ناک سُنایا، خوش حال اور بدحال دونوں جماعتوں کو۔ ہر شخص نے اپنے گمان کے مطابق مجھ سے دوستی کی لیکن کسی نے میرے سینے کے رازِ مخفی یعنی دردِ محبت الٰہی کو نہ ڈھونڈھا اور نہ پایا۔ حق تعالیٰ کی محبت کے جو راز میرے اندر پوشیدہ ہیں، اُن کے انوار و آثار میرے نالوں سے محسوس کئے جا سکتے ہیں لیکن لوگوں کے کان اور ان کی آنکھیں اس نور کے ادراک سے قاصر ہیں۔''



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیری زبان کے چوٹی کے صوفی شعراء نے بھی ''نے'' جیسی صوفیانہ اصطلاح کو کمال شدّت اور مہارت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ اُن کا مقابلہ مولانا رومی جیسے تصوف کی دنیا کے مہرِ عالم تاب کے ساتھ کیا جاسکے، لیکن اپنے دائرے میں وہ بھی کم ارفع اوراعلیٰ خیال آفرینی کی صلاحیت کے مالک نہیں ہیں۔ اغلب خیال یہی ہے کہ ''نے'' اصطلاح کا استعمال مولانا رومی مثنوی معنوی کے اثر کے تحت ہی کیا جانے لگا ہو کیونکہ کشمیر میں صوفیوں کی محفلوں میں مثنوی معنوی کے اشعار اور اُن کے مطالب پڑھے پڑھائے اور سُنے سنائے جاتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور کشمیری صوفی شاعر احمد بٹہ واری (1845ء۔1918ء) کی مشہور اور مقبول پد (کشمیری شاعری کی ایک صنف) بہ عنوان ''نے'' بجائے خود ایک بے مثال نظم ہے۔ وازہ محمود، نعمہ صاحب اور وہاب کھار جیسے شعراء نے بھی اس اصطلاح کو استعمال کر کے اعلیٰ پایہ کی خیال آفرینی کی امثلہ قائم کی ہیں۔ عصرِ حاضر میں کشمیری اور اردو زبانوں میں لکھنے والے ہمارے دو اہم شعرا فاروق نازکی اور رفیق رازؔ نے بھی کشمیری زبان میں ''نے'' کو عنوان بنا کر اعلیٰ پایہ کی دو تمثیلی نظمیں تخلیق کی ہیں۔

صوفیائے کرام اور علماء، چاہے واعظ کاشفیؔ ہوں، سعدیؔ، عطارؔ یا مولانا رومیؔ، اُن کی تحریر و تخلیق کردہ حکایات تعلیم یافتہ لوگوں کے ذریعے عوام تک پہنچتی رہیں۔ عوام کی اکثریت ہر زمانے میں غیر تعلیم یافتہ رہی ہے۔ عوام کی یہی اکثریت سینہ بہ سینہ ان حکایات اور دیگر مذہبی، نیم مذہبی، تاریخی، نیم تاریخی اور سماجی واسطوری واقعات کو ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچاتی رہی ہے۔ رفتہ رفتہ ان واقعات و حکایات کا حلیہ بگڑتا گیا۔ ان میں کانٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اکثر واقعات و حکایات فوک لور کا حصہ بن کے رہ گئیں۔ اصل واقعات چند الفاظ میں سمٹ کر رہ گئے۔ ضرب الامثال، کہاوتیں اور تلمیحات وجود پا گئیں۔ کثرت استعمال کی وجہ سے لوگ ان کے پس منظر بھول گئے۔ کشمیری زبان میں فوک لور کا بہت بڑا سرمایہ موجود ہے۔ عرب و عجم اور ہندوسندھ سے آئے ہوئے واقعات کے علاوہ مقامی طور وجود میں آئے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

واقعات کو فوک لور کا حصہ بننے میں صدیاں لگ گئیں۔ تمدنی لین دین کے ساتھ کہانیاں اور داستانیں بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک محوِ سفر رہتی ہیں۔ کشمیر میں داستان آفرینی اور داستان سرائی کی مضبوط روایات موجود ہیں۔ مشہور عالم کہانیوں کی کتاب ''کتھا سرت ساگر'' کشمیر میں لکھی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پنچ تنتر اور کلیلہ و دمنہ میں درج اکثر کہانیوں کا آبائی وطن بھی کشمیر ہے۔ کشمیری تلمیحات کے پس منظر میں مختلف ماخذ درپیش رہے ہیں۔ ایک ماخذ مولانا رومی کی مثنوی معنوی بھی ہے۔ کئی کشمیری تلمیحات کے پسِ منظر تلاشنے کے سلسلے میں مثنوی معنوی کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

دأرکلہٕ ناوٕنۍ (داڑھی ہلانا): ''اس ضرب المثل کو اُسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی حاجت مند یا مصیبت زدہ شخص کسی کے آگے مدد کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ انکار کی صورت میں سائل بار بار کہتا ہے کہ ''براہ کرم، ریش ہلایئے اور میری حاجت روائی کیجئے''۔ اِس ضرب المثل کے پس منظر میں ایک لوک کہانی ہے لیکن مولانا رومی نے اپنے مخصوص انداز میں مثنوی معنوی کے پہلے دفتر میں لکھا ہے کہ یہ کہانی سلطان محمود غزنوی سے متعلق ہے۔ اصل میں اِسی واقعے نے لوک کہانی کا روپ دھار لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک رات کو سلطان محمود غزنوی گشت کرنے کی غرض سے نکلے۔ اچانک چوروں کی ایک جماعت کو باہمی مشاورت کرنے میں مشغول پایا۔ مشاورت کے بعد چوروں کی نظر سلطان پر پڑی، پوچھا، شخص تو کون ہے؟ سلطان نے جواب دیا میں بھی تم میں سے ایک ہوں۔ چور سمجھے کہ یہ شخص بھی ہماری طرح چور ہے۔ اس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر اپنا اپنا ہُنر سنانے لگے۔ ایک چور بولا، میں کتے کی آواز کو سمجھ لیتا ہوں۔ دوسرا بولا، میں جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اُس کو دن میں پہنچان لیتا ہوں۔ تیسرا بولا، میں مضبوط سے مضبوط دیوار میں ہاتھ سے سوراخ کر لیتا ہوں۔ چوتھا بولا، میں مٹی سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ زمین کے اندر خزانہ دفن ہے یا نہیں۔ پانچواں بولا، کوئی محل کتنا ہی بلند ہو میں اس کے کنگرہ پر کمند باندھ لیتا ہوں۔ اب سلطان سے پوچھا گیا



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ تو اپنا ہنر بتا۔ اُس نے کہا، میری داڑھی میں خاصیت ہے کہ جب یہ ہل جاتی ہے تو خطرناک سے خطرناک مجرم بھی رہا ہو جاتا ہے۔ چور خوش ہو کر بولے ٹھیک ہے اگر ہم پکڑے جائیں تو داڑھی ہلا کر تم ہم کو خلاصی دلاؤ گے۔ چوروں کی یہ جماعت سلطان محمود غزنوی کے محل کی طرف چل پڑی۔ سلطان اُن کے ساتھ تھا۔ راستے میں کتے بھونکنے لگے۔ آواز سمجھنے والے چور نے کہا کہ کتے کہہ رہے ہیں کہ بادشاہ تمہارے ساتھ ہے۔ چوروں نے اس بات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا کیونکہ سلطان انہیں بادشاہ نہیں بلکہ چور نظر آتا تھا۔ اس لئے آگے چل دیئے۔ ایک چور نے مٹی سونگھ کر شاہی خزانے کی نشاندہی کی، دوسرے چور نے کمند پھینکی اور نقب زن نے نقب لگائی۔ خزانہ نکال کر آپس میں بانٹ لیا۔ سب چور اپنا اپنا حصہ لے کر چلے گئے۔ سلطان نے ہر ایک کا حلیہ اپنے دماغ میں منقش کر لیا۔ چور نظروں سے اوجھل ہو گئے تو سلطان بھی شاہی محل میں داخل ہو گیا۔

دوسرے دن سلطان نے اُن سب چوروں کو پکڑوا کر دربار میں حاضر کروا دیا۔ سلطان نے شاہی خزانے کی چوری کے الزام میں اُن کو پھانسی دینے کا حکم دیا۔ ایک چور نے بادشاہ کو پہنچان لیا۔ اس نے عرض کیا کہ عالی جاہ، ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہُنر کی تکمیل کر دی۔ اب حسب وعدہ خسروانہ ہنر کا ظہور فرمایا جائے۔ اپنی داڑھی ہلا کر ہمیں بچا لیجئے۔ ہمارے ہنروں نے ہم کو پھانسی کے تختے تک پہنچا دیا۔ اب صرف آپ کا ہنر موت سے نجات دلا سکتا ہے۔ سلطان نے فوراً اُن کی جان بخشی کا حکم سُنایا، حکم سناتے وقت اپنی داڑھی ہلاتا رہا۔

۲۔ اوخن زردی (آخون کی زردی) بلا وجہ کسی شخص کے دل میں وہم ڈال کر جب وہم یقین میں تبدیل ہوتا جائے اور آدمی حواس باختہ ہو جائے تو یہ تلمیح اُس شخص کی کیفیت بیان کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ ''اُمِس ہسائٔیہِ اوخن زردی'' اس بے چارے کو آخون کی طرح زرد کر دیا گیا۔ اس کا پس منظر بھی مثنوی معنوی کے تیسرے دفتر میں مولانا رومیؒ نے نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کشمیری تلمیح کا اصل ماخذ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مولانا کی یہی حکایت ہے۔ حکایت یوں ہے:

ایک مکتب میں تند مزاج آخون بچوں کو خوب ڈانٹ پلا پلا کر مارتا پیٹتا رہتا تھا۔ طالب علم گھروں میں والدین سے آخون کی شکایت کرتے تو بھی مار کھاتے تھے کیونکہ اُن کے والدین شکایت کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ طالب علم تنگ آکر بچاؤ کا راستہ ڈھونڈنے میں جُٹ گئے۔ ایک سمجھدار طالب علم بولا، بھائیو، میری بات پر عمل کرو گے تو اس عذاب سے ضرور نجات پاؤ گئے۔ کل صبح جب مکتب کھلنے کا وقت آئے گا تو ایک ایک کر کے اندر داخل ہو جانا۔ جو طالب علم اندر داخل ہو گا وہ خوف اور ڈر کے بغیر سلام کے بعد آخون صاحب سے بڑے پیار اور پوری ہمدردی کے ساتھ پوچھے گا۔ جناب کیا آپ صحیح سلامت ہیں! ہر ایک طالبعلم یہی سوال دہراتا جائے گا، چاہے آخون صاحب غصے میں آکر مار پیٹ بھی کریں۔

طالب علموں نے مشورے پر عمل کیا۔ صبح مکتب کھلتے وقت ایک ایک کر کے اندر داخل ہوتے گئے۔ پہلا طالب علم داخل ہوا تو سلام کر کے آخون صاحب سے عرض کی، جناب آپ کی صحت ٹھیک ہے کیا! آخون صاحب نے ڈانٹ کر اس کو بٹھا دیا۔ دوسرا طالب علم اندر آیا تو یہی سوال کر کے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے بھی یہی سوال کیا۔ آخون صاحب کو شک ہونے لگا کہ شاید میری صحت میں کچھ خرابی ہے کیونکہ ہر ایک طالب علم کو ایسا لگتا ہے۔ سارے طالب علم اندر آتے گئے اور آخون صاحب کے ساتھ ہمدردی جتاتے ہوئے پوچھنے لگے، جناب ہمیں آپ کے چہرے کا رنگ زرد نظر آتا ہے۔ آخون صاحب نے آئینہ منگوا کر دیکھا اور ایک دم حواس باختہ ہو گیا اور ایک چیخ مار کر کہا، افسوس زردی نے مجھے آگھیرا ہے۔ بیوی کو بُلایا اور کہا کہ تو واقعی بے وفا ثابت ہوئی، ان معصوم طالب علموں نے مجھے میری بیماری سے متعلق خبردار کیا اور تجھے کبھی کچھ دکھائی نہیں دیا۔ جا اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اصل میں اس کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔ طالب علموں کو چھٹی کر دی اور خود بستر پر دراز ہو گیا۔ طالب علموں نے والدین کو بتایا کہ آخون صاحب بیمار ہو گئے تو لوگ جوق در جوق



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خبر پرسی کے لئے چلے آئے۔آخون صاحب نے دیکھا کہ لوگ بھی اُمڈ کر چلے آئے تو اتنا زیادہ یقین کر بیٹھا کہ بیماری اب جانے والی نہیں۔اس ڈر سے اس کی جان نکل گئی۔صحیح وسلامت آخون صاحب کو جھوٹ موٹ والی زردی نے مار ڈالا۔

## کتابیات:

لے: مولانا رومی کا سال ولادت 604ھ اور سال وفات 672ھ ہے، جبکہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت 725ھ کے بعد شروع ہوئی تھی۔دیکھئے، شیرازہ (اردو) مولانا رومی نمبر ص:48، 115ء۔(آتش)


۱......مثنوی معنوی از مولانا جلال الدین رومیؒ، 1976ء۔سب رنگ کتاب گھر نئی دہلی

۲......معارف مثنوی۔مترجم وشارح، مولانا محمد اختر۔ادارہ سیرت دیوبند۔1974۔

۳......نورعرفان (کشمیری)، مصنف رنجور تلگامی۔

۴......کاشری تلمیح (کشمیری) شائع کار: کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

۵......شمس العارفین۔: کلچرل اکیڈیمی سرینگر

۶......شیرازہ (کشمیری) 1995ء


............☆☆............




CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# حضرت شیخ العالمؒ کے بعض اشعار

## منظر، پسِ منظر

حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد ایک مدت تک مورّخوں اور تذکرہ نویسوں نے اُن کی حیات اور شاعری کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، حتیٰ کہ ''تاریخ کشمیر مولفہ سید علی بن سید علی ماگرے'' حضرت شیخ نورالدین ریشی کے وصال کے اسّی سال بعد تالیف ہوئی ہے، یہ تاریخ آج بھی دستیاب ہے

''سید علی کی تاریخ کے مآخذ قاضی ابراہیم کی'' تاریخ کشمیر'' اور حاجی بابا ادہمی کی'' مقاماتِ اولیائے کشمیر''، جیسی کتابیں ہیں۔ دونوں حضرات شیخ نورالدینؒ ریشی کے ہم عصر بھی تھے اور ہم صحبت بھی۔ حاجی بابا ادہمی کی تاریخ کے حوالہ جات سید علی نے اپنی تاریخ میں جگہ جگہ درج کئے ہیں۔ سید علی بہ حوالہ ''مقامات اولیائے کشمیر'' مصنفہ حاجی بابا ادہمی حضرت شیخ العالمؒ کے مقام ولایت کے بارے میں رقم طراز ہے کہ پہلا درجہ شیخ الشیوخ حضرت بہاؤالدینؒ کو حاصل ہے۔ اُن کے بعد حضرت سلطان کشمیری، جو سلاطین سواد کنیر کی اولاد میں سے ہیں اور اُن کے بعد عارف باللہ حضرت شیخ نورالدین نورانی کا درجہ آتا ہے۔ حاجی بابا ادہمی نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ان تینوں کو دیکھا ہے اور حضرت شیخ العالمؒ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ حضرت بہاوالدینؒ درجہ ولایت میں سب سے آگے ہیں'' ۲ سید علی کی تاریخ کا اصل اقتباس ملاحظہ ہو، جس کا ترجمہ اوپر درج کیا گیا......

''بابا حاجی ادہمی در مقامات اولیاء ایں دیار آورد کہ جملہ اکمل اولیاء کشمیر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ الشیوخ بہاوالدین است۔ پس ازاں حضرت سلطان کشمیری از اولادِ سلاطین سوادکنیر است۔ بعدازاں عارفِ باللہ شیخ نورالدین علیہ الرحمہ۔ وے گفت کہ من ہرسہ رادیدم امااز زبان شیخ نورالدینؒ ایں شنیدم کہ شیخ بہاوالدینؒ درمرتبہ پیش قدم ماپانست'' ۴

قاضی ابراہم کی تاریخ اور حاجی بابا ادہمی کی ''مقامات اولیائے کشمیر'' اب دستیاب نہیں ہے۔ آج سے ساٹھ سال قبل عیش مقام کے بابا مصطفیٰ نے کشمیری زبان میں پہلا کشمیری منظوم ریشی نامہ تالیف کیا ہے، جواب شائع بھی ہو چکا ہے۔ بابا مصطفیٰ نے یہ اہم ریشی نامہ تالیف کرنے کے دوران'' مقامات اولیائے کشمیر'' اور ''تاریخ کشمیر'' مولفہ سید علی سے بھی استفادہ کیا ہے، بقول اس کے۔

| | |
|---|---|
| چُھ بابا حاجی ادہم تہ خواجہ اعظم | لیکھان اسرار الابرار اے مکرّم |
| وُچھم فتحاتہ سے بیہِ نور نامَس | دِگر سیّد علی لیکھان چُھ نامس |
| یہِ کینہہ ڈیُوٹھم مے تاریخن تہِ باوَے | تھوکھ یوٗ دگوش دِل سأرِے ژلی گھے |

ترجمہ:۔ میں نے (حضرت شیخ زین الدین ریشیؒ) ہی کے متعلق جملہ کتب تاریخ میں جو کچھ دیکھا وہی بتانے جارہا ہوں۔ کان دھر کرسنیں تو زنگ آلودہ دل صاف ہو جائے گا۔ ان کتب میں فتحات الکبرویہ، نورنامہ، تاریخ سیّد علی کے علاوہ باباحاجی ادہم اور خواجہ اعظم دیدہ مری کی کتابیں بھی شامل ہیں۔'' ۵

تاریخوں اور تذکروں سے قطع نظر حضرت شیخ العالم کی زندگی کے حالات، اُن کی شاعری اور دیگر واقعات صدیوں سے سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے رہے۔ کشمیری زبان کے فوک لور میں حضرت شیخ سے متعلق واقعات بکثرت موجود ہیں۔ عام لوگ مورخوں کا انتظار کئے بغیر حضرت شیخ کے حالات و واقعات اور اشعار اپنے سینوں میں محفوظ کرتے آئے ہیں۔ کلام شیخ میں زندگی سے متعلق ہر ایک معاملے کا احاطہ کیا گیا ہے۔ چاہے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسلام کی مبادیات ہوں، صدوسی مسائل ہوں، قرآن وحدیث کی فہمایش ہو، سماجی مسائل جیسے فطری ماحول کی حفاظت درختوں کی اہمیت وحفاظت، قناعت، انسان دوستی اور استحصالی عناصر کا پردہ فاش، حضرت شیخ العالمؒ کا ہر موقع پر حوالہ دیا جاتا ہے بلکہ انہیں ''میر واعظ'' بھی کہا جاتا ہے۔ وعظ وتبلیغ کی کوئی مجلس نہیں جس میں کلام شیخ رقعت آمیز لہجے میں نہ پڑھا جاتا ہو۔ چونکہ آپ ایک اعلیٰ مرتبت سماجی اور عوامی شخصیت ہیں بلکہ ایک تمدن ساز کشمیری ہیں، نیتیجتاً عوام نے اُن کی ہر بات کو چاہئے اُن کے حالات ہوں، اشعار ہوں، کرامات ہوں یا نصائح، آج تک سینے سے لگا رکھا ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ نے کشمیری لوک وارثت کو بہت متاثر کیا ہے۔ بعد کے آنے والے تذکرہ نگاروں اور مورخوں نے جب حضرت شیخ کو اپنی کتابوں میں جگہ دی تو اُن کو حضرت شیخ کے حالات واقعات اور اشعار وکرامات کو اکٹھا کرنے کے لئے کسی حد تک فوک لور کا سہارا بھی لینا پڑا ہوگا۔ ریشی ناموں کے بارے میں یہ سوال بھی اُٹھایا جاتا رہا ہے کہ ان کے مولفین نے اصل حالات کے بجائے کرامتوں کے انبار لگائے ہیں۔ کرامتوں کا اندراج محض عقیدت مندی کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھنے کے لائق بات ہے کہ ریشی ناموں یا تذکروں کے مولفین میں سے ہر ایک عالم دین، زاہد، عارف باللہ اور پرہیز گار تھا۔ یہی بات عبدالاحد آزاد نے ان الفاظ میں بتائی ہے کہ

> ''ان مرقعوں (ریشی ناموں) میں درج کرامات اور خرق عادات کے جذباتی رُخ سے قطع نظر کرنے کی کوشش تو کی جاسکتی ہے، لیکن اس میں بڑی مشکل پیش آتی ہے، جس کا حل کرنا آسان نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ کی عارفانہ حیثیت نہایت بلند ہے اور اُن کے سوانح نگاروں کا رتبہ بھی کافی عالی شان ہے۔ جس واقعہ کی روایت حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ جیسے بزرگ فرمائیں اور جس سانحہ کے لکھنے پر حضرت بابا داوٗد خاکیؒ علامہ دہر اور زبردست صوفی کا قلم اُٹھے، اُس پر اعتراض کون کر سکے؟ ہمارا زمانہ جدید سوانح نگاری یعنی روایت اور درایت کا زمانہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔اہلِ دِل حضرات کی عقیدت مندانہ روایات سائنسی زبان کی درایت میں لکھنا اور اُس کی کسوٹی پر پرکھنا دورِ حاضرہ میں فی سبیل اللہ فساد کے مترادف ہے۔'' ۶

حضرت شیخ کے متعلق ایک فوک روایت یہ بھی ہے کہ وہ کشمیر کے ہر ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہر ایک گاؤں کے ساتھ اُن کی کوئی نہ کوئی کہاوت یا ضرب المثل منسوب کی جاتی ہے۔اصل میں وہ ہر گاؤں وقریہ میں نہیں پہنچے تھے البتہ اکثر علاقوں سے ان کا گزر ہوا ہے اور کبھی کبھی کسی گاؤں میں کچھ وقت گزارا بھی ہے۔ایسے کئی واقعات زبان زدِ خلائق ہیں جو تذکرہ کتب تاریخ اور ریشی ناموں میں بھی ملتے ہیں، کچھ بھی ہو، اعتقاد اور اعتماد کا یہ عالم ہے کہ عام کشمیریوں کو حضرت شیخ کے حالات وواقعات جاننے کے لئے تحریرات کا سہارا نہیں لینا پڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام شیخ کے ساتھ دیگر شعراء کا کلام اس طرح ملایا گیا ہے کہ بعض اوقات فرق کرنے میں دقتیں پیش آتی ہیں۔جیسا کہ فوک لور کا خاصہ ہے کہ جب تک اس کو ضبط تحریر میں نہ لایا جائے اُس میں افراط وتفریط اور کانٹ چھانٹ ہوتی رہتی ہے۔

حضرت شیخ العالمؒ کے متعدد اشلوک اور اشعار کے پس منظر سے آج بھی لوگ واقف ہیں وہ اس لوک ورثے کو آنے والی نسلوں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ مورخوں نے بھی ایسے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے، جو اصل میں کسی شعر یا کسی اشلوک کا منظر اور پسِ منظر رہا ہے۔کئی ریشی ناموں میں حضرت شیخ کی کرامات کے لئے الگ عنوانات مشخص کر دیئے گئے ہیں۔مورخ حسن شاہ کھویہامی نے تاریخ حسن کی تیسری جلد میں ''یاون مثری (مست شباب) کا واقعہ درج کیا ہے۔ ۷ بابا کمال الدین نے کئی ایک منظوم مکالموں کے علاوہ کلام حضرت زین الدین ریشی بھی درج کیا ہے۔حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی نے حضرت شیخ کی کئی کرامتیں ''نور نامہ'' میں درج کی ہیں۔حاصلِ کلام یہ کہ حضرت شیخ کے تذکرہ نگاروں نے نثری اور منظوم فوک لور سے بھی استفادہ کیا ہے۔یہاں کئی ایسے واقعات واشعار کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو تذکروں میں بھی درج ہیں اور عوام کی اجتماعی یادداشت میں بھی محفوظ۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک لوک روایت کے مطابق شُشؔ اور گنڈُر حضرت شیخ کے سوتیلے بھائی تھے۔ لیکن جدید تحقیق نے اس روایت کو رد کر دیا ہے۔ شیخ محمد یوسف، مجاور زیارت شریف کیموہ کے مطابق ''شُش اور گنڈُر اصل میں کیموہ کے اُسی چوکیدار کے بیٹے تھے، جس نے سدر (حضرت شیخ کی والدہ) کو سگی بیٹی کی طرح پالا پوسا تھا۔ چوکیدار کی بیوی فوت ہو گئی تو اُس نے بیٹوں کو سدر کے حوالے کر دیا، یہ سوچ کر کہ وہ ان یتیموں کا خیال رکھے گی۔ سُدر نے گنڈُر کو اپنی چھاتی سے دودھ بھی پلایا، اسی لئے شُش اور گنڈُر حضرت شیخ کے رضاعی بھائی کہلائے۔''[8] ............

چوکیدار کے بیٹے جوان ہو کر چوری چکاری کی طرف راغب ہو گئے اور حضرت شیخ کو اس کام پر لگانے کی کوشش کرتے رہے۔ مشہور ہے کہ ایک بار دونوں بھائیوں نے کہیں سے ایک گائے اور اُونی چادر چُرا لی۔ حضرت شیخ سے کہا کہ یہ دونوں چیزیں گھر پہنچا دو۔ خود چوری کرنے کی غرض سے دوسری طرف نکل گئے۔ حضرت شیخؒ یہ دونوں چیزیں لے جا رہے تھے تو راستے میں کُتے بھونکنے لگے۔ کُتوں کی ''وُوُوُ'' آواز سُن کر حضرت شیخ نے چادر گائے کی پشت پر ڈال دی اور گائے کو اس کے مالک کے آنگن میں چھوڑ کر خود خالی ہاتھ لوٹ آئے۔ گھر پہنچ کر بھائیوں نے پوچھا، گائے اور چادر کا کیا ہوا؟ ''میں نے وہ چیزیں اُن کے مالک کو واپس کر دیں'' حضرت شیخ نے کہا۔

اُس کے رضاعی بھائی آگ بگولا ہو گئے۔ حضرت شیخ نے کہا کہ کتے آخرت کی یاد دلاتے تھے، اُسی خوف کی وجہ سے میں نے ایسا کیا۔ حضرت شیخ کی ایک نظم میں اس واقعہ کے اشارے موجود ہیں بلکہ ساری نظم کی وجہ تخلیق یہی واقعہ محسوس ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ نظم حضرت شیخ نے اُسی وقت کہی ہو، اس کا بعد میں وجود میں آنا بھی قرینِ قیاس ہے، لیکن یہ نظم متذکرہ واقعہ کی اصل شہادت ہے۔

اسی نظم سے متعلق ایک اور روایت عبدالاحد آزاد نے نقل کی ہے کہ ''شش اور گنڈُر رات کو گاؤں کی رکھوالی پر مامور تھے۔ گاؤں کی رکھوالی کا کام چوکیداروں کے سپرد ہوتا تھا۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کبھی کبھی نُند یعنی حضرت شیخ کو بھی اُس کے رضاعی بھائی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک رات کو حضرت شیخ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز ''وُ وُ وُ'' سنی تو شلوک کہہ ڈالے'' ۹

آنگن نادکران چھُ ہۄنو بایو مے کَن تھٲوِتو
یمہِ یتھ ووُو تِمی تیتھ لۄنو ہۄن چھُے دپان وَو باوَو

(آنگن میں بیٹھا کُتا پکار رہا ہے، بھائیو، میری بات کان کھول کر سنو، اپنے فائدے کے لئے فصل کے بیج بوتے جاؤ جس نے جو بویا سو کاٹا۔)

قبرِ وُسن چھُے پیٚترنو
یور کُیٹ کینژھا ان وَو
ہأبتہ تَوے مےٚ کرنژاز چھوٚنو ہۄن چھُے دپان وَو باوَو

(قبر میں جانا ہے، وہاں کے لئے کچھ توشہ ساتھ لے جاؤ۔ اِسی خوف کی وجہ سے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہوں، کتا کہہ رہا ہے کہ بوتے جاؤ، بوتے جاؤ، جو بوئے گا سو کاٹے گا)۔

نکیرتہٕ منکیر ہین پژ ژھنۆ خداتہٕ رسولؐ لَے کَری تو
نیژگورزِ ہہن ریزٕ کرنوٚ ہۄن چھُے دپان وَو باوَو

(اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ سے لو لگاؤ، قبر میں نکیر اور منکر آپ سے استفسارات کریں گے، تیز ہتھیاروں سے ٹکڑے کریں گے۔ کُتا کہہ رہا ہے بوتے جاو بوتے جاو، جو بوئے گا سو کاٹے گا)

تتہِ یپلہِ دفتر ہین ویژ ھنو اَسی اپُز پٔژن کس کھٹو
شنتو کنی سے کنی چھے پیترنو ہۄن چھُے دپان وَو باوَو۔

(وہاں جب دفتر میں ہر بات پرکھی جائے گی۔ ہم اپنا جھوٹ کس کے سامنے چھپا سکیں گے۔ سنو، وہ حالت اکیلے ہی سہہ لینا ہوگی۔ کتا کہہ رہا ہے کہ جو بووگے وہ کاٹو گے)

پاپ تہٕ پُنٚ تتہ ہین تولۄنو بایو تتہِ کُے پاے کرتو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لگہِ ووہرِ کِنہِ گرٛتھہِ ووچھونو      ہوٚن چھےٚ دپان وَوباوَو

(بھائیو، اُس گھڑی کی فکر کرو، جب گناہوں اور نیکیوں کو تولا جائے گا۔ کیا پتہ گناہوں کا پلڑا بھاری رہے گا یا نیکیوں کا! کُتا کہہ رہا ہے کہ جو بوؤ گے وہ کاٹو گے)

کھوڑ وُنہِ وُچھم جما تھاِ تُٹ

وُڑنی      ترأوکھ      پنٛنۍ      کھنۍ

(میں نے کھوڑونی ۱؎ میں لوگوں کی ایک جماعت کو بغیر اوڑھنے بچھونے کے دیکھا تو اپنی اُونی چادر اُن کے اُوپر ڈال دی)

کہتے ہیں کہ ایک بار رضاعی بھائی حضرت شیخؒ کو کھوڑونی گاؤں میں اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک گھر میں نقب لگا کر حضرت شیخ کو اندر داخل کر دیا اور تاکید کی کہ جو کچھ ملے باہر لے آو۔ حضرت شیخ نے دیکھا کہ افلاس زدہ گھر کے چند افراد بچھونے کے بغیر سوئے ہوئے تھے۔ اُن کے پاس اوڑھنے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ اُن کا دل پسیج گیا، اپنی اُونی چادر کاندھوں سے اُتار کر اُن لوگوں کے اوپر ڈال دی اور خالی ہاتھ باہر نکل آئے، رضاعی بھائیوں نے پوچھا، کیا لائے ہو؟ ''وہاں، کچھ بھی نہیں، میں کیا لاتا!'' حضرت شیخ بولے۔ اپنی چادر کہاں رکھی؟ رضاعی بھائیوں نے پھر پوچھا۔ ''بے چارے اوڑھنے بچھونے کے بغیر زمین پر سو رہے تھے تو میں نے اپنی چادر مفلسوں کے اوپر ڈال دی حضرت شیخ بولے۔ یہ جواب سن کر کُشش اور گندر آگ بگولا ہو گئے۔ (۳)

حضرت شیخ نورالدین ریشی اور اُن کی والدہ سے منسوب ایک پُر اثر منظوم مکالمہ آج تک عوام میں مشہور و مقبول ہے۔ اس منظوم مکالمے کے بارے میں محققوں نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ سب سے پہلے عبدالاحد آزاد نے اس پر سوال اُٹھایا کہ ''کیا وہ سب حضرات شاعر تھے جن کے ساتھ حضرت شیخؒ کو مناظرے یا مکالمے کرنے پڑے ہیں'' ۱؎

اس سلسلے میں علی جواد زیدی کا خیال ہے کہ ''ضروری نہیں ہے کہ یہ مکالمے شروع



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہی سے منظوم ہوں یہ نثر میں بھی ہو سکتے ہیں جو بعد میں نظم کر لئے گئے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نثری سوال کا جواب حضرت شیخ نے نظم میں دیا ہو۔

اس سے ان مکالموں کے کلام شیخ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ ۱۲ اسی طرح محمد یوسف ٹینگ کی رائے ہے کہ......

> "یہ منظوم مکالمے حضرت شیخ کے ہی ہیں۔ غالباً یہ نثر میں ہی ادا ہوئے ہوں مگر بعد میں حضرت شیخ نے انہیں شعر کا لباس پہنایا ہو"۔ ۱۳ امین کامل کا خیال ہے کہ...... "یہ منظوم مکالمہ کسی لوک شاعر نے لکھا ہوگا" ۱۴ اسی طرح پروفیسر شفیع شوق نے لکھا ہے کہ...... "کچھ اشلوک مشہور ہیں، جن میں حضرت شیخ العالمؒ والدہ اور بیوہ سے رخصت طلب کرتے ہیں۔ یہ شلوک حضرت شیخ العالمؒ کے ہیں یا نہیں لیکن یہ کشمیری زبان میں المناک شاعری کی مثال ہیں، اُن اشعار سے بھی زیادہ المناک ہیں جن میں زُلیخا عجز و زاری اور غم و اندوہ کے ساتھ حضرت یوسفؑ کو دیوانہ وار پکارتی ہے۔" ۱۵

حضرت شیخ کے منظلوم مکالمے زبان زدِ خلائق ہیں اور صدیوں سے ہماری لوک شاعری کا حصہ رہے ہیں۔ ریشی ناموں میں بھی ان کو درج کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ جن کا اصلی نام نُند ہے اور اُن کی والدہ جن کا اصلی نام سدر ہے، حضرت شیخ اور اُن کی بیوی، جن کا نام زَے ہے، حضرت شیخ اور جولا ہے، حضرت شیخ اور حضرت بابا بام الدینؒ، بابا زین الدینؒ، اور بابا نصر الدین کے درمیان منظوم مکالموں کو خاصی اہمیت اور عوامی مقبولیت حاصل ہے۔ ثبوت و شواہد کی عدم موجودگی میں ان مکالموں کو کسی اور شاعر کی جھولی میں نہیں ڈالا جا سکتا ہے۔ حقیقت کچھ بھی ہو، یہ مکالمے حضرت شیخ کے ساتھ منسوب ہیں اور ان کی زندگی سے متعلق ایسے واقعات کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں، جن کی صحت پر آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا ہے کہ سامع یا قاری کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکِ دنیا اور ترکِ علائق



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے بعد جب حضرت شیخ کیموہ میں گوشہ نشین ہو گئے تو ان کی والدہ اور بیوی منت سماجت کرنے لگیں، وہ سمجھا بجھا کر انہیں واپس گھر لانا چاہتی تھیں۔ آخر کار اُن کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑا اور حضرت شیخ ایک مدت تک کیموہ میں عبادات و ریاضت میں مشغول رہے۔

سئدرمأج:

نُندٕ سہہ تہٕ شال ماینۍ نُندٕ گو پھہِ چھی گگر تہٕ بچھی

نُندٕ زووٕ تہٕ زِچہٕ ما کھینۍ نُندٕ دراہم از تلہٕ وچھی

(بیٹے نند، غار میں چوہے اور بچھو رہتے ہیں، یہاں شیروں اور گیدڑوں کے آنے کا احتمال ہے۔ یہاں جُوئیں اور چیونٹیاں ڈنک ماریں گی۔ آج تو میری کوکھ کو سونا کر گیا)۔

نُندریوٚش:

جنٛدٕ بہٕ وہندے پأٹی کاے مأج گوپھ بہ وہندے لڑٕے

سأرٕعمرٕ وہندے ِگر ڈاے گگرن راز شوگن بہ ِگندے

(اے ماں، میں گپھا کو عالی شان محل سمجھتا ہوں۔ گڈری میرے لیے ریشمی لباس ہے۔ چوہوں کے ساتھ کھیلوں گا، میں ساری زندگی کو چند گھڑیوں سے سوا نہیں مانتا)

سئدرمأج:

نُندٕاندٕ چُھم گیلان کرونۍ نُندٕ کأما دپۍ نہ تہٕ

نُندٕ کوٕ تروو تھ ہنٕ میونۍ دپھ تو کیا گوۓ کینہٕ تہٕ

(اے میرے خوب رو بیٹے، میں تجھ سے کوئی کام کرنے کو نہ کہوں گی۔ قبیلے کے لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں۔ تجھے مجھ سے کیا رنج پہنچا؟ تُو نے کیوں میرے پاس آنا چھوڑ دیا)۔

نُندریوٚش:

مأج بہ نے گرِ چون یمِے ے بی خدأ ے یِی تھوولونۍ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مأج بہ نَے تھاجہِ بتہٕ کھیمےٚ      مےٚ بی انت صاف سپونےٚ

(اے ماں، میں تیرے یہاں نہیں آؤں گا۔ خدا نے میری تقدیر میں یہی لکھا ہے۔ میں تیری رکابی میں چاول نہیں کھاوں گا، میرا باطن صاف ہوگیا۔)

سٔدرٕ مأج:

نُنٛدٕ بکر رٕوٗدہم وٗٹھ      نوٗرٕ وٗلتھ ہاوتم پان

ِگر گو پھہٕ بل آہم ژٗلتھ      دپھتہٕ روٗ شتھ روٗ دہم کوٕ

(اے میرے خوبصورت بیٹے، تُو نے مجھ سے اپنا چہرہ چُھپا لیا، مجھ کو اپنا نورانی جسم دِکھا، تو گھر سے بھاگ کر غار میں بیٹھ گیا، مجھ سے کیوں روٹھ گیا)۔

نُنٛدٕ ریوٗش:

مأج مَتے دِتم آزار      نُنٛدٕ ہے اند مزار گوٕ

مأج دُنیا تاوٕنن بازار      تن گُپتھ روٗ دس توٕ

(اے میری ماں مجھے دنیا کے معاملات میں الجھا کر تکلیف میں مبتلا نہ کر۔ یہ دنیا گھاٹے کا سودا ہے ،اس لئے میں اس سے کنارہ کش ہو رہا ہوں)

سٔدرٕ مأج:

نُنٛدٕ یہٕ کٔمی دیُت برٛیم تہٕ      تن کٔڈتھم گوپھہٕ بل ژُنے

کوٕ کھیٚون چیٚون ترٛوٗتھ ان تہٕ      دپھتہٕ روٗ شتھ روٗ ودہم کوٕ

(اے بیٹے، تجھے کس نے دھوکہ دیا اور تو گوپھہٕ بل چلا آیا؟ تو نے کھانا کیوں ترک کیا، تو مجھ سے کیوں روٹھ گیا؟)

نُنٛدٕ ریوٗش:

مأج درگاہ دُتہم نِدا      سہٕ نِدا مےٚ بی دوتےٚ

مأج ژٕ مےٚ برمیون مُدعا      تن گُپتھ روٗ دُس توٕ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(اے میری ماں، میری چاہ اور شفقت اب ترک کرلو، مجھے دربارِ الٰہی سے ندا پہنچی ہے، اسی لیے روپوش رہنے لگا ہوں۔)

**سٕدرٕ مأج:**

گوپھہٕ گگر ہاے چھے جندس ۔کِتھٕ پتھر شو نلگھ ہایے
نُنٛدٕ ترٕ موگٕی وندس چھم وونُدس لگان گرایے

(غار میں چوہے ہیں اور تیری گدڑی میلی ہے۔ تو زمین پر کیسے سوئے گا۔ میرا دل پریشان ہو رہا ہے کہ جاڑے میں تجھے سردی ستائے گی۔)

**نُنٛدرٕ یوٗش:**

بہٕ پأرٕ کانگرِ تہٕ جنٛدس یمیٔ وندس کرٕم ترٕ رأچھی
بہٕ کیا منگے قلاقنٛدس ہنٛد تہٕ اکھ چھم چھوت مأ نچھی

(میں کانگڑی اور گدڑی پر فدا ہو جاؤں، انہوں نے جاڑے میں میری حفاظت کی۔ میں نعمتوں اور لذت سے کیا رغبت رکھوں گا، میرے لئے تو ساگ اور جنگلی سبزی شہد سے لذیز تر ہے)

**سٕدرٕ مأج:**

نُنٛدٕ گوپھِہٕ چھیِ گگرتہٕ میٛژ ے نُنٛد شال تہٕ ہہٕ موینَے
نُنٛدٕ گرٕ کورٕتھم وُژئے نٔنٛدٕ دیو تہٕ یچھ کھوژ وَنے

(بیٹے، غار میں چوہے اور مٹی کے ڈھیر ہیں۔ یہاں گیدڑوں اور شیروں سے خطرہ ہے۔ ویران جگہ کو اپنا گھر بنا کر میرا گھر ویران کیوں کر دیا، یہاں تجھے دیو اور یکھش ڈرائیں گے)

**نُنٛدرٕ یوٗش:**

مأج گوپھہٕ چُھم کوٗرمت گچھ تہٕ مأج شال تہٕ ہہٕ چھم بأژ رے
عُمر وہندن لئے یچھ تہٕ دیو تہٕ یچھ چھمِ خدمأژ رے

(اے میری ماں میں نے غار کا گچ کیا ہے گیدڑ اور شیر میرے افراد خانہ ہیں۔ میں عمر کو ایک پندرا واڑہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سمجھتا ہوں۔ دیو اور یکھش میرے خدمت گزار ہیں۔)

مأج یورٕکُن لوٚ گُم خطا گرٕشہ بی رضا ووٚنۍ چُھے میون
مأج گرِتھ ہیٚکہٕ نہٕ غذا ووٚنۍ گرٕشہ بی گرٕپنون

(اے میری ماں، یہاں آنے کے لئے مجھے حکم ملا ہے، میری مرضی ہے کہ تو اب گھر چلی جا۔ ریاضت زیادہ غذا کھانے نہیں دیتی، تو اب گھر جا)

**سٕدرٕ مأج:**

نُندٕ نِش کُس چُھے دایَس نُندٕ امر میونُے ہیٚو
نُندٕ ہووُری ییٚنَے نیایَس نُندٕ لگے پالیس پیٚتو

(اے میرے بیٹے، کس نے تجھ کو پٹی پڑھائی، میرا کہنا مان، تیرے سسرال والے آ کر جھگڑا کریں گے، میں تجھ پہ قربان جاؤں بیٹے، سنبھل جا اور عقل سے کام لے۔)

**نُندٕ ریوٚش:**

مأج دِل چھم مےٚ ؤنی رالیس اِبلیس چُھم ڈنگے
یوٚد کانژھا ییٚم نیالیس بو خدالیس تر ہناہ منگے

(میری ماں، میرا دِل خدا کی طرف مائل ہے۔ ابلیس کو میں نے قابو کر لیا ہے، کوئی جھگڑا فساد کرنے کے لئے آ جائے تو میں خدا سے مدد مانگوں گا)۔

**سٕدرٕ مأج:**

نُندٕ زاہم کاہٕنہٕ کا نچھو مکھ کوٚت دود چیون دِتمے بوچھے
کوٚت لوکُٹ روٚ چھمکھ کوچھے ........................

(بیٹے، تو نے میری کوکھ سے جنم لیا، میں نے تجھے خوب چاہا، پال پوس کر بڑا کیا، اپنی چھاتی سے دودھ پلایا)۔

**نُندٕ ریوش:**

مأج بہ آس چانے گرنز ہے یِی ونکھ تی اُنزروتی انز رو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ژٕے چھےٚ لڑٕ اٚے دوّدٕ ہنہٕ ہنزٕ ے  اَنؠ بانہٕ ہن تی انزرو

(اے ماں، واقعی میں نے تیری کوکھ سے جنم لیا ہے، تو دودھ کے لئے جھگڑا کرنے آئی ہے، برتن لا اور آج فیصلہ کریں گے۔)

(۴)

حضرت شیخؒ کی ماں نے اگر چہ آپ کو غار نشینی سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح جتن کئے لیکن وہ ایک نہیں مانے۔ حضرت شیخؒ کی بارہ بندوں پر مشتمل ایک طویل نظم میں آپ نے والدہ ماجدہ کو دنیا کی ناپائیداری کا سبق پڑھایا اور گھر آنے سے انکار کیا۔ اس نظم کے سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرت شیخؒ کی غار نشینی کے وقت تخلیق ہوئی ہے۔ والدہ صاحبہ نے حضرت شیخؒ کو ان کی اہلیہ کی یاد دلائی تھی، اُس کے پیار کا واسطہ دیا تھا لیکن حضرت شیخؒ پر کوئی اثر نہیں ہوا، اُس نے گھر بار اور بال بچوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مأج کیاٚ کرٕ اَلچہٕ جامن  مے سور سامانہٕ تس رٕکیت ہیوٚتو
وۆنی پیٖم تہنزٕ ے کامن  ترووُم گرٕ زٔنی کس کیتو

(اے ماں، خوبصورت رنگین کپڑے میرے کس کام کے! میرا سامان میرے اللہ کے لئے ہونا چاہے، اُس کے خیال اور محبت سے میرا دل معمور رہے۔ میں نے گھر چھوڑ دیا بیوی کے ساتھ اب کوئی سروکار نہیں۔)

مأج کیاٚ کرٕ چاٗنس گرس  ہرس خوش تہٕ تی مے ووتو
نحقہٕ بوٚرُم برٚیم سمسارس  ترووُم گرٕ زٔنی کس کیتُو

(ماں، مجھے تمہارے گھر کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اللہ کی مرضی ہے۔ ناحق میں نے دھوکہ باز دنیا سے پیار کیا تھا۔ میں نے گھر چھوڑ دیا، بیوی کے ساتھ اب کوئی سروکار نہیں۔)

مأ ج کیاٚ کرٕ یمن بأژن  ناحقہ ہاژن گوس بہٕ موٚتو
کامس، کرٕدس، پوٚشش نہٕ پاژن  ترووُم گرٕ زٔنی کس کیتُو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(مجھے بال بچوں اور افرادِ خانہ کی ضرورت نہیں، ناحق دنیاوی حیلوں اور بہانوں سے پیار ہو گیا تھا۔ میں کام، کرود، لوب، موہ اور اہنکار کے ساتھ لڑ نہ سکا تھا۔ اب گھر چھوڑ دیا، بیوی کے ساتھ اب کوئی سروکار نہیں۔)

مأج کس کیا دُیت پانہٕ آشن     راج، دگن، رأنم، مُولی مُولی پھوٚتو
وُنی ونبتھ ننٛدٕ کیموشن     ترووم گرِتہٕ ذٕنی کس کِتیوٚ

(اے ماں، جان لے کہ دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، کسی کو بادشاہی اور کسی کو فقیری! میں نے گھر چھوڑ دیا، اب بیوی سے کوئی سروکار نہیں۔ کیموہ کے نُند نے اپنا حال سُنایا۔)

(۵)

حضرت شیخ اور اُن کی والدہ کے درمیان منظوم مکالمے جیسا ایک اور منظوم مکالمہ مشہور ہے۔ ترکِ دنیا اور ترکِ علائق کے موقعے پر یہ مکالمہ، جیسا کہ مقامی لوک روایات سے ظاہر ہے، زے دید اور حضرت شیخ کے درمیان ہوا تھا۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ضروری نہیں کہ کسی گھر، خاندان یا خدام و خلفاء کا ہر فرد شاعر ہو۔ اس ضمن میں عبدالاحد آزاد نے اگرچہ حضرت شیخ کے منظوم مکالموں کے اشعار بطور نمونہ درج کئے ہیں لیکن واقعی طور ان کے کلامِ شیخ ہونے میں چند تحفظات بھی پیش کئے ہیں جو قابلِ غور و فکر ہیں:۔

"شیخ کے کلام پر تنقید و تبصرہ کرنے میں ایک مشکل پیش آتی ہے کہ ریشی نامہ میں اُن کا کلام اس طرح درج کیا گیا ہے کہ بعض مناظرے مکالموں میں لکھے گئے ہیں۔ حضرت شیخ اشلوکوں میں سوال کرتے ہیں اور جوابات بھی اشلوکوں میں ملتے ہیں۔ سوال و جواب میں زبان، طرزِ ادا، بندشیں اور ترکیبیں، لوازماتِ سخن بالکل ایک جیسے ہیں۔ اگر حضرت شیخ کی جانب سے لکھے ہوئے اشلوک فی الواقع ان ہی کے ارشادات مان لئے جائیں تو سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جوابات کے اشلوک کس کے ملفوظات ہیں۔ کیا وہ سب حضرات شاعر تھے، جن کے ساتھ حضرت شیخ کو مناظرے یا مکالمے کرنے پڑے ہیں؟ ؎



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عام لوگ آج بھی ان مکالموں کو حضرت شیخؒ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ ان کی جذباتی کیفیت سننے والوں کو رُلائے بغیر نہیں رہتی لیکن یہ بات ضرور ہے کہ حضرت شیخؒ کے وہ اشلوک جن میں تخیل کی بلندی اور خیالات کی رفعت موجود ہے اور یہ منظوم مکالمے زبان و بیان اور شعری رفعت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ اصل میں یہ مکالمے فوک لور کے حصے کے طور پر افراط وتفریط کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ ان کی زبان لوک گیتوں جیسی ہے۔

شیخہ ژٕ میأنی بوززأری ترأوِتھ ساری انگے
کوٕ مٹھےِ آدٕنچ یأری دپھتہٕ کھیٚنہٕ میٚٹ بہٕ کس منگے

(اے شیخ، تو نے سب رشتہ دار چھوڑ دیئے، میری محبت کو کیوں بھلا دیا۔ میری منت سماجت پر کان دھر، بتا میں کھانا کس سے مانگوں، مجھے کون پالے گا؟)۔

**نُندٕ ریوٗش:**

زٔیِٔ لے کر ژٕ اٗخرتس پر مستس کیاٚ منگہٕ نُے
ئتی جاے کر پنہٕ نِس بتَس تنہ ہوٗ ہتھ روٗدس توٕ

(اے زیٔ! آخرت کی فکر کر، وہاں کے لئے توشہ اکٹھا کر، دنیا پرائی ہے، یہاں کسی سے کیا مانگنا، اس لئے میں روپوش رہنے لگا)۔

**زَےدید:**

وبہٕ میاٚنہٕ کھیٚوان تہٕ چیٚوان دارِ برٕ وُچھان گرٕوألی آے
بہٕ چھس فکرن تہٕ حأرتن پیٚوان دپھتہٕ روٗشتھ روٗدہم کوٕ

(اے شیخ، میری سہیلیاں کھاتی پیتی ہیں، عیش کرتی ہیں، اُن کے خاوند آتے ہیں تو وہ دروازوں اور کھڑکیوں سے انہیں دیکھتی رہتی ہیں۔ میں فکر منداور پریشان ہو جاتی ہوں، بتا کہ تو مجھ سے کیوں روٹھ گیا)۔

نُندٕ ریوش:

وبہٕ چانہٕ چھےٚ واندریٖنہٕ تہٕ پٔنزے وبہٕ چانہٕ لیس منزے چھے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تم شبہِ نےٚ قیامژِ ژونزے تن ہۆ ہِتھ روٗدُس توِ

(تمہاری سہیلیاں مادہ بندروں کی طرح ہیں، وہ صرف نقصان اُٹھا رہی ہیں۔ قیامت کے دن وہ تمہاری نوکرانیاں ہوں گی، اسی لئے میں روپوش ہوگیا ہوں۔)

**زَےدید:**

شیخہِ شاہ ییٖلہِ اوسُکھ پرِتھ ژے مےٚ کھیٚیاو اَکی وتہِ

ووٗنی گوکھ پانس میاٗنس پھٔرِتھ تن ہۆ ہِتھ روٗدِ ہم کوِ

(اے شیخ، جب تو بادشاہ کی طرح سجا ہوا تھا، ہم ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ اب تو مجھے لوٹ کر چلا گیا، بتا تو مجھ سے کیوں روٹھ گیا؟)

**نُندِ ریوش:**

ہَش تہِ ہیٚہرُ اَتی آسن سَر یاو مےٚ بۆ زتھ نےٚ

آش میاٗنی تراولبکھ واسن تن ہۆ ہِتھ روٗدُس توِ

(تُو نے میری بات نہیں مانی۔ ساس اور سُسر کی خدمت کر۔ میری امید چھوڑ۔ اسی لئے میں روپوش ہوگیا)۔

(۶)

مشہور ہے کہ ایک بار حضرت شیخ نے تحصیل بیرو کے ہمچی پورہ گاوں میں کچھ لڑکیوں کو دیکھا جو زمین سے خودرو سبزیاں نکال رہی تھیں۔ حضرت شیخ نے کہا

کنٛدِ مالہِ چھوِ نیٖلیے کتران ژرن دِوان دژو تو

کونہِ مالہِ چھوِ پگہُک سران تتہِ ہورن برن کو توٗ

(بچیو، اس طرح سبز گھاس اور سبزیوں کو کیوں کاٹ رہی ہو۔ قیامت کے دن کا خیال کرو، وہاں اس ظلم کا بدلہ لیا جائے گا)۔

ایک لڑکی نے فوراً جواب دیا۔

اَسی ہاباہہِ چھیٚ بالہِ وٗنی دِوان توِ ہتی ہوران دس دارتو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ژ چھکھ عاصا ہتھ ساسا کتران          کتھہٕ چھکھ کران زن نو درتو

(بابا، ہم ان پہاڑیوں پر ڈھونڈ رہے ہیں کہ ہمارے لئے کہاں کیا رکھا ہے تو اپنے عصاء سے زمین پر رہنے والے ہزاروں جاندار کیڑوں کو قتل کر رہا ہے، پھر بھی داناؤں جیسی عجیب باتیں کرتا ہے)

جواب دینے والی کا نام شام بی بی تھا۔ وہ مقامی پٹواری کی بیٹی تھی۔ حضرت شیخؒ کی تعلیمات پر عمل کر کے اُس نے بعد میں روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اُسے انتقال کے بعد پُشکر میں سپردِ خاک کیا گیا ہے۔ ۱۸

(۷)

مشہور ہے کہ ایک نادار جولاہا ایک دکاندار کے پاس آ کر اُسے اعلیٰ معیار کا کپڑا دکھا کر بڑی عاجزی سے کہنے لگا، اس کپڑے کو خرید لیجئے، مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔ کپڑا اعلیٰ معیار کا تھا اور مفلس جوالاہا مجبور، دکاندار جس کا نام مُسہ وونی (شاید مصطفیٰ وانی کا مخفف) تھا، مفلس کی مجبوری کا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے پیسے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ روتے بلکتے جولاہے نے کہا، آپ کچھ نہ کچھ دیجئے اور میرا کپڑا رکھ لیجئے۔ اس طرح دکاندار نے برائے نام قیمت ادا کر کے کپڑا رکھ لیا اور جولاہا چلا گیا۔ اسی اثناء میں ایک دولت مند گاہک آ پہنچا۔ دوکاندار سے کہا کہ مجھے اعلیٰ ترین معیار کا کپڑا چاہئے۔ دکاندار نے گاہک کو کپڑا نکال کر سامنے ڈال دیا، جو ابھی مفلس جولاہے سے انتہائی کم دام پر خریدا تھا۔ گاہک کو کپڑا پسند آیا اور کئی گُنا زیادہ دام ادا کر کے کپڑا لے گیا۔ حضرت شیخؒ یہ سارا حال دیکھ رہے تھے۔ اچانک دکاندار کے سامنے آ کر بولنے لگے، اے دکاندار، مہربانی کر کے مجھے اُن کپڑوں میں چھپا لیجئے؟

دکاندار حیران ہو کر بولا، کیوں؟

"کیوں کہ شاید اسی طرح میرے دام بھی بڑھیں گے جس طرح جولاہے کے اُس اچھے کپڑے کے دام بڑھ گئے" حضرت شیخؒ نے فرمایا۔ دکاندار نادم ہو گیا، معافی مانگی، توبہ کی اور کاروبار چھوڑ کر حضرت شیخؒ کے معتقدوں میں شامل ہو گیا۔ بعد میں ریاضات وعبادات میں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مشغول ہو کر اونچا روحانی مقام پایا۔ ''مناجات'' نامی نظم میں حضرت شیخ نے نہ صرف اُس دکاندار کے روحانی مقام کا ذکر کیا ہے بلکہ اپنے لئے ایسے مقام کی تمنا کی ہے۔

ٹوٹھیوک مُسہ وانس رکھز الس    تتھی مےٗ ور دِتو دو

(یااللہ تم اس کمینے مُسہ وانی پر مہربان ہو گئے، مجھے بھی ایسے درجات عطا کر)

## کتاب نامہ:

١...... کلیاتِ شیخ العالم    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

٢...... نوُرنامہ    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

٣...... شمس العارفین    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

٤...... ریشیات    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

٥...... شیرازہ کشمیری۔ نُند ریوش نمبر    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

٦...... ریشی نامہ از بابا مصطفیٰ عشمقام

٧...... شیخ العالم تہٕ تُسند زمانہ از پروفیسر شفیع شوقؔ

٨......ابن شیخ العام نمبر (انہار)    کشمیر یونیورسٹی سرینگر۔

٩...... کشمیری زبان اور شاعری    کلچرل اکیڈیمی سرینگر۔

١٠...... مِراۃُ الحق    فاروق اینڈ کو سرینگر۔

١١.. تاریخ حسن (فارسی) جلد:2

...........☆☆☆...........

## حوالہ جات:......

۱ محمد امین ابن مہجور نے ''مقامات اولیائے کشمیر'' مولفہ حاجی بابا اوہمی کاسن تالیف ''نور آگر'' نامی رسالے میں، جو مرزا ادبی سنگم بجبہارہ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے زیر اہتمام بیسویں صدی عیسوی ساتویں دہائی میں شائع ہوا ہے 840ھ لکھا ہے جبکہ حضرت شیخ العالم کا سن وصال 842ھ ہے۔

۲۔ نُندٕ ریشِس متعلق کینہہ تاریخی حوالہ (نندریشی کے متعلق چند تاریخی حوالہ جات)

۳۔ تاریخ کشمیر مولفہ سید علی بن سید محمد۔ ص 35-34۔ سال طباعت 1993۔ محکمہ تحقیق لائبریز جموں وکشمیر۔

۴۔ اصل میں بابا مصطفیٰ کا ریشی نامہ حضرت بابا زین الدین کی حیات اور کارناموں سے متعلق ہے۔

۵۔ فتحات الکبرویہ مولفہ عبدالوہاب شائق۔ نورنامہ، مولفہ بابا نصیب الدین غازی، واقعات کشمیر مولفہ خواجہ اعظم دیدہ مری۔ مقامات اولیائے کشمیر مولفہ بابا حاجی ادہم۔

۶۔ کشمیری زبان اور شاعری، مولفہ عبدالاحد آزاد۔ حصہ دوم ص 146۔ سن طباعت 1962ء۔ کلچرل اکادمی سرینگر۔

۷۔ حسن نے اپنی تاریخ کے تیسرے حصے ''اسرار الاخیار'' میں حضرت شیخ سے متعلق کئی واقعات درج کئے، جن میں ''یاون مژی'' کا واقعہ بھی ہے۔

۸۔ ''نور آگر'' مطبوعہ زیر اہتمام مراز ادبی سنگم بجبہاڑ 1975ء۔ مضمون ''شیخ کامل، کینہہ مقامی تاریخی ریواریژ'' مصنفہ شیخ محمد یوسف

۹۔ کشمیری زبان اور شاعری از عبدالاحد آزاد، حصہ دوم، ص 158۔ سال طباعت 1962 کلچرل اکادمی

۱۰۔ کھوڑونی ایک مشہور گاؤں کا نام ہے جو کیموہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

۱۱۔ ۱۲۔ کشمیری زبان اور شاعری، حصہ دوم۔ ص 198۔ مصنفہ عبدالاحد آزاد۔

۱۳۔ کشمیری زبان اور شاعری حصہ دوم۔ ص 199۔

۱۴۔ نورنامہ، مرتبہ محمد امین کامل، کلچرل اکادمی۔

۱۵۔ شیخ العالم تہٕ تُسند زمانہ۔ مصنف پروفیسر شفیع شوق

۱۶۔ گوپھ بل، کیموہ میں واقع غار جس میں حضرت شیخ نے عبادت کی تھی۔

۱۷۔ کشمیری زبان اور شاعری، حصہ دوم ص 198

۱۸۔ کشمیری زبان اور شاعری، حصہ دوم ص 198 ۱۸۔ شیرازہ نُند ریوش نمبر، کلچرل اکادمی



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# لڈی شاہ
## عوامی زندگی کا ترجمان فوک فنکار

''لڈی شاہ'' ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے۔ کشمیر کا وہ عوامی فنکار، جو بیک وقت موسیقار، لوک فن کار اور ساز بجانے والا ہوتا ہے، لڈی شاہ کہلاتا ہے یہ فوک فنکار، دہرہ بجا بجا کر گاؤں گاؤں میں آنگنوں اور کھیت کھلیانوں میں گاتا رہتا تھا۔ دہرہ لوہے کی دو فٹ لمبی سلاخ کا کشمیری نام ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے چھلے پڑے رہتے ہیں۔ لڈی شاہ ان چھلوں کو خاص رفتار کے ساتھ ہلا ہلا کر دہرے سے چھن چھن کی آواز نکال کر ایسے طنزیہ اور مزاحیہ اشعار سناتا رہتا تھا کہ سننے والے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ دہرے کی چھن چھن پر جو اشعار گائے جاتے ہیں، وہ بعض اوقات لڈی شاہ خود تخلیق کرتا اور یہ فنکار مزاحیہ تفریح کار کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ کسی زمانے میں اس کے خدوخال اور چال ڈھال سے مزاح جھلکتا رہتا تھا۔ اس کی پوشاک بھی اس کی خاص پہچان کی غماز تھی۔ پاؤں میں گھاس کی بنی چپل، کاندھوں پر سوتی چادر (جو اکثر میلی کچلی ہوا کرتی ہے)، لمبی لمبی مونچھیں، لمبی داڑھی، سر پر پُرانی پگڑی، ایک ہاتھ میں دہرہ اور دوسرے ہاتھ میں بقچی، جس میں مانگے (لوگوں سے حاصل کیا ہوا نذرانہ، جو عام طور پر دھان ہوتا تھا) بھر کر، لڈی شاہ کسی آنگن میں نمودار ہو جاتا، لوگ دہرے کی چھن چھن سنتے ہی جمع ہو جاتے۔ بڑے بوڑھے، مرد عورتیں، جوان اور بچے لڈی شاہ کے ارد گرد اُمڈ آتے۔ بچے اُچھل کود کرتے، آنگن آنگن کھلیان کھلیان



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لڈی شاہ کے پیچھے پیچھے دن بھر دوڑتے رہتے۔ ماضی قریب تک لڈی شاہ اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ موسم خزاں میں یہ لوک فنکار ہر گاؤں میں آنگنوں اور کھیت کھلیانوں میں لوگوں کے دل بہلایا کرتا۔ لوگ اُسے دل کھول کر نذرانہ دیا کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا، لوگوں کا مذاج بدل گیا، دل بہلانے کے جدید تر وسائل مہیا ہو گئے۔ لڈی شاہ بھی اپنی پوزیشن بحال نہ رکھ سکا۔ اب کھیت کھلیانوں میں شاذ و نادر ہی کسی دور دراز علاقے میں لڈی شاہ نظر آتا ہے۔ اس نے گھر گھر جا کر آزوقہ حاصل کرنے کی روایت توڑ دی اور روزگار کے دوسرے وسائل ڈھونڈ نکالے۔ البتہ اب لڈی شاہ کسی سرکاری تمدنی تقریب میں کبھی کبھی دکھائی دیتا ہے۔ سکولوں کی تمدنی تقریبات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی بعض اوقات لڈی شاہ سننے اور دیکھنے کو ملتا ہے، لیکن راقم الحروف کے خیال میں یہ سب لڈی شاہ کی باقیات ہی تصوّر کی جاسکتی ہے، کیونکہ نئی نسل اس کی ماضی کی شہرت اور مقبولیت سے بالکل ناواقف ہے اور اس کا شاندار ماضی صرف لوک ادب کا حصّہ بن کر رہ گیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ لڈی شاہ کشمیری شاعری کی کوئی مستقل صنف نہیں ہے بلکہ یہ وہ کلام ہوتا ہے، جس میں سماج سدھار نظمیں، شہر آشوب، مزاحیہ اور طنزیہ کلام، مثنویاں، سیلاب نامے، بھونچال نامے، ارضی و سماوی آفات سے متعلق منظوم واقعات ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہماری ہر ایک مثنوی کو لڈی شاہ کہا جائے بلکہ صرف وہی اشعار ہیں جو عوامی فنکار دہرے پر گاتا ہے، جن میں طنز و مزاح کا عنصر زیادہ ہو، فنی رموز اور پختگی کا زیادہ خیال نہ ہو، دوسرے الفاظ میں وہ ہلکی پھلکی شاعری کے زمرے میں آتی ہو اور بعض اوقات تک بندی کی حدود میں داخل ہو۔ یہ ریت چلی ہے کہ جو منظومات لڈی شاہ کے دہرے پر چڑھ گئیں، ان کو بھی ''لڈی شاہ'' کہا جاتا ہے، ورنہ یہ کوئی مستقل صنف نہیں۔

''لڈی شاہ'' اصطلاح کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہے۔ اس کی اصل کے بارے میں آج تک قیاس آرائیاں کی جاتی رہی ہیں۔ مرحوم نشاط انصاری نے لکھا ہے:



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"کہا جاتا ہے کہ آج سے بہت عرصہ قبل سرینگر شہر میں "ستھرا" نام کا ایک قبیلہ رہا کرتا تھا۔اس قبیلے کے مرد ہاتھ میں دو چھوٹی سوٹیاں اٹھا کر شہر کے کسی دکاندار کے پاس جایا کرتے تھے۔وہاں اُسے کوئی لوک گیت سُنا دیتے اور ان دو چھوٹی سوٹیوں سے ساز کا کام لیا کرتے تھے۔گیت سنانے کے بعد وہ دکاندار سے نقدی یا جنس کی صورت میں کچھ مانگتے۔اگر دکاندار ستھرا کو اچھی طرح سے خوش کرتا تو وہ دوسری دکان پر جا کر یہی سوانگ رچاتا۔اگر وہ دکاندار ستھرا کو کچھ دینے سے انکار کر دیتا تو ستھرا اپنے سر سے پگڑی اُتار کر دکاندار کے سامنے ہی اُسے آہستہ آہستہ پھاڑ دیتا تھا۔یہاں تک کہ دکاندار ستھرا کو اُس کی پگڑی کی پوری قیمت ادا کرنے کے علاوہ اور بھی کچھ دینے پر مجبور ہو جاتا تھا۔اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ ستھرا قبیلے کے لوگ دکانداروں سے نقدی یا جنس لڑ کر لیتے تھے۔اس نسبت سے اُن کا نام بعد میں لڈی شاہ پڑا۔چنانچہ ستھرا شاہی نام کا ایک چھوٹا سا محلہ آج بھی سرینگر کے نئے سیکریٹیٹ کی عمارت کے عقب میں واقع ہے۔"

(ہمارا ادب،لوک ادب نمبر،ص:۲۱۵، ۷۷-۱۹۷۶ء (کلچرل اکیڈیمی)

کاشر انسائکلو پیڈیا، جلد ۴ میں لڈی شاہ کی اصل کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ کھڑی بولی کا ایک لفظ ہے "لڑاک" جس کے معنی ہیں "لڑاکو"۔ قیاس کیا گیا ہے کہ شاید مذکورہ "لڑاک" لفظ رفتہ رفتہ صورت بدل کر "لڈی" بن گیا ہو۔ "ستھرا" لفظ کا ایک مطلب "فقیروں اور مانگنے والوں کی جماعت" ہے۔کھڑی بولی کے "لاٹھی" لفظ کا اسم تصغیر "لٹھیا" ہے، جو ممکن ہے کہ بگڑ کر "لتھی" یا "لڈی" بن گیا ہو۔ "لڈی" لفظ کے ساتھ "شاہ" جُڑ جانے کے متعلق بھی قیاساً بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے "ستھرا شاہی" محلے میں رہنے کی وجہ سے "شاہ" لفظ اپنے "لڈی" نام کے ساتھ جوڑ دیا ہو۔"

کاشر انسایکلو پیڈیا، جلد ۴۔کلچرل اکاڈمی:۲۰۰۲ء،ص:۳۳۰، کشمیری سے ترجمہ)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہاں اس بات کا ذکر شاید بے جا نہ ہوگا کہ بقول پروفیسر محی الدین حاجنی:

''سکھوں کے دورِ حکومت اور ابتدائی ڈوگرہ عہد میں شادی بیاہ کے موقعوں پر لوگوں کو سرکار کو ایک ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ یہ ٹیکس وصول کرنے کا کام ''سُتھر اشاہ'' نام کے ایک ظالم اور بے مُروّت کارندے کو تفویض کیا گیا تھا۔ لوگ بہت غریب تھے۔ پھر بھی اُنہیں ٹیکس ادا کرنے کے علاوہ ''ستھر اشاہ'' کو خوش اور راضی رکھنے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑتا تھا۔ ٹیکس وصولنے کے بعد بھی اگر ٹیکس دہندہ ''ستھر اشاہ'' کی ''خدمت'' الگ سے نہ کر پاتا تو ''ستھر اشاہ'' دلہن کو ڈولی میں بٹھانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ ستھر اشاہ کی اس رزالت کی یادگار کے طور پر کشمیری زبان میں ''لوگتھم سَہ سُتھر اشاہ؟'' (تُو کیا سُتھر اشاہ بن گیا؟'' تلمیح وجود میں آئی ہے۔''

(مقالات: پروفیسر محی الدین حاجنی)

حقیقت یہ ہے کہ لڈی شاہ کا بنیادی کام لوگوں کو مزاحیہ اور ہجویہ اشعار سُنا سُنا کر آزوقہ حاصل کرنا تھا لیکن اُس کا کردار کشمیر کی عوامی زندگی پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ لوگ اُس کے پیشے کو معمولی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ ان کے غم غلط کرنے والا ہمدرد تھا۔ خود اندر ہی اندر غم روزگار سے پریشان یہ شخص لوگوں کو ہنساتا پھرتا تھا۔ اس کی بات چیت اور اداؤں سے بھی مزاح ٹپکتا تھا۔ وہ بیک وقت شاعر بھی تھا اور تک بند بھی، مداح بھی تھا اور نکتہ چین بھی۔ ہر نئی بات سے متاثر ہو کر، ہر خاص واقعے کو دیکھ کر اور سُن کر اُس کی تصویر کشی کرنے میں ماہر تھا۔ سماج کا کوئی فرد اس کی طنز سے نہیں بچ پاتا تھا۔ وہ ہنسی مذاق کی آڑ میں طنز کے تیر برساتا جاتا اور سننے والے عش عش کرتے۔ وہ حاکم، محکوم، امیر، غریب، ظالم، مظلوم، دانا، نادان، ساس، بہو، خاوند، بیوی، بہن، بہنوئی، بھاوج، کوتوال، جج غرض ہر طبقے کے افراد پر طنز کے تیر پھینکتا رہتا۔ اس طرح استحصالی عناصر اور ظالم حاکموں کا کچا چٹھا پیش کرتا، لیکن کوئی اُس سے ناراض نہیں ہوتا۔ کوئی حاکم اُس کی سرزنش نہیں کرتا بلکہ سب اسے پسند کیا کرتے۔ جو لڈی شاہ خود شعر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

موزون کر لیتے یا تک بندی کر لیتے ، وہ اپنا یہ ہنر اور اپنا پیشہ اپنی اولاد کی طرف منتقل کرتے جاتے تھے ۔ قدرتی آفات خصوصاً سیلاب ، بے وقت برف و باراں ، وبا ، زلزلے ، آتش زنی وغیرہ لڈی شاہ کے عام موضوعات رہے ہیں ۔ سماجی حالات پر اس کی پوری نظر رہتی ۔ قحط ہو، لڑائی جھگڑا ہو، شادی بیاہ کے تنازعات ہوں ، کسی نئے کپڑے کا چلن ہو، گھر جمائی کے مسائل ہوں ، سماجی بدعات ہوں ، کسی ظالم سرکاری کارندے کی من مانیاں ہوں ، حکومت وقت کے خلاف شکایتیں ہوں ، لڈی شاہ ان سب کو منظوم صورت میں دہرے کی چھن چھن پر گھر گھر، آنگن آنگن پہنچا دیتا تھا ۔ لڈی شاہ اُن حالات کو نظر انداز نہیں کرتا جو عوام کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہوں ۔ سرکار کی طرف سے کوئی اچھا قدم اٹھایا جائے ، عوامی بہبودی کا کوئی کام سرکار کے ذریعے عمل میں آئے یا کوئی فرد ایسا کام کرے ، لڈی شاہ اُس کی سراہنا کرتا تھا اور ایسے موضوعات والی منظومات کو دہرے پر گاتے وقت ابتدا حمد باری تعالیٰ اور نعتِ نبیؐ سے کرتا تھا ۔ عوامی زندگی میں رونما ہوئے تمام چھوٹے بڑے واقعات تحریری تاریخ میں درج نہیں کئے جاتے ۔ مورّخ انہیں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے لیکن یہی واقعات عام انسان کی اصل زندگی کے عکاس ہوتے ہیں ۔ لوک ادب ان ہی واقعات کو سمیٹ لیتا ہے اور لوگ اجتماعی طور پر ان کو سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچا دیتے ہیں ۔ لڈی شاہ چونکہ ایک فعال لوک کردار ہے ۔ اس لئے اس کے ذریعے اُس کی منظومات ، چاہے اس کی طبع زاد ہوں یا دوسرے شعرا کی ایک نسل سے دوسری نسل تک سینہ بہ سینہ پہنچتی رہی ہیں ۔ وہ سماجی تاریخ کو سینوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ منتقل بھی کرتا رہا ہے ۔ مثال کے طور پر کسی زبردست بھونچال کے بارے میں مورخ اتنا لکھے گا کہ فلاں تاریخ کو جو بھونچال آیا ، اُس میں اتنے لوگ مارے گئے، اتنی عمارتیں گر گئیں ، لیکن لڈی شاہ اس بھونچال کو نہ صرف یہ کہ جُزیات کے ساتھ پیش کرے گا بلکہ بھونچال سے ہوئی تباہی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ بھونچال سے متاثر لوگوں کی آہیں ، چیخ و پکار اور درد و عذاب کو اپنے سننے والوں کو محسوس بھی کرائے گا ۔ باز آباد کاری اور ریلیف کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لئے مختص رقوم میں خُرد بُرد کا احوال پیش کرے گا۔ اس طرح لڈی شاہ عوامی زندگی کی سچی ترجمانی کا حق ادا کرتا رہا ہے۔ اُس کے کلام میں طنز و مزاح کا عنصر موجود ہوتا ہے لیکن وہ حالات و واقعات کے حقائق کو مسخ نہیں کرتا۔

ہمارے لڈی شاہ (وہ منظومات جو عوامی فنکار ''لڈی شاہ'' پیش کرتے آئے ہیں) شہر آشوب بھی ہیں اور سماجی تاریخ کا حصہ بھی۔ مگر کشمیری زبان کے قدیم لڈی شاہ محفوظ نہیں رہ سکے ہیں، حالانکہ اپنے زمانے میں مقبول و مشہور رہے عوامی فنکاروں کے نام بھی موجود نہیں ہیں۔ کاش وہ قدیم لڈی شاہ (منظومات) ہمارے ہاتھ آجاتے تو ہماری سماجی تاریخ کے نہ جانے کتنے فراموش شُدہ واقعات دستیاب ہوجاتے!

کلچرل اکیڈیمی کے اہتمام سے آج تک کشمیری لوک گیتوں کے ۱۳ مجموعے شائع ہو چکے ہیں، جن میں پچاس سے زائد لڈی شاہ بھی شامل ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعض منظومات میں لڈی شاہ (عوامی فنکار) نے اپنے آپ کو صرف ''لڈی'' نام دیا ہے اور منظوم واقعے کو ''لڈی نامہ''۔

اسلام علیکم لڈی شاہ ووتھ
گوڑ ون لڈیو کالہٕ کیا کھیوتھ

(ترجمہ: اسلام علیکم ،لڈی شاہ حاضر ہے، اے لڈی شاہ پہلے بتائیں کہ کل شام کو آپ نے کیا کھایا)

بخت گوٚو بیدار کار سازی
درد پاٹھی لڈی موٚت کرٕن راضی

(ترجمہ: اللہ کی کارسازی سے قسمت جاگ اُٹھی، پیار و محبت کے ساتھ لڈی شاہ راضی کردو)

قہرٕ قدرت چھنہٕ و بڑان کاکٕن



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پھوٚتس کبنتھ لڑیس مانگےٚ اَن

(ترجمہ: غافل لوگ قدرت کے قہر کو خاطر میں نہیں لاتے۔ہمارا ان سے کیا واسطہ۔لڑی کے لئے ٹوکری بھر کے مانگے لے آئیں)

کلچرل اکادمی کے اہتمام سے شائع شدہ لوک گیتوں کے مجموعوں میں شامل سب لڑی شاہ بقول محمد احسن احسنؔ:

"فنکار لڑی شاہ کے دہرے پر آسانی سے گائے جانے کے لائق نہیں ہیں، تاہم موضوعی اعتبار سے یہ سب لڑی شاہ ہی مانے جاسکتے ہیں۔اُن میں کچھ شاعروں کی مثنوی نما نظمیں بھی بطورِ لڑی شاہ شامل کی گئی ہیں۔"

(کأشُر لُکہٕ ادب، سمنأری مقالہٕ،ص:۱۲۶،ساہتیہ اکاڈمی ۲۰۱۳ء)

کشمیری لوک گیتوں کے ان مجموعوں میں نظموں کے چند عنوانات یہ ہیں:-

کپر دراگ (کپڑوں کا قحط)،نُنہٕ دژاگ (نمک کا قحط)،ینہٕ وألِی (شادیاں)، بتہٕ دژاگ (بھات کا قحط)،ژھل (دھوکہ)،وندٕ (موسمِ سرما)،مکرزن (عورتوں کا مکر)، سہلاب (سیلاب)،نار (آگ)،گرِ پیٹھ گرژھُن (گھر جمائی بننا)،روگردان گوٗبُر (باغی بیٹا) ،علاماتِ آخر زمان،انگریزی قونوٗن (قانون فرنگیوں کا)،بُنیل (بھونچال)،بگأری (کارِ بیگار)،مُجوٗزٕ نامہٕ (سرکار کی طرف سے شالی کا تجویز شُد حصہ کسانوں سے حاصل کرنے کے عمل کی روداد) کھراوِہوٚر (کھڑاؤں کی جوڑی)،آبہٕ دژاگ (قحطِ آب)،غلہٕ سوکال (غلے کی فراوانی)،بتہٕ برکتھ (فراوانی بھات کی) مُسلہٕ بمأری (اسہال) وغیرہ۔

"کشمیر میں قدیم زمانے سے خشک سالی، سرکاری بدنظمی اور کسانوں پر روا رکھے گئے ظلم اور استحصال کی وجہ سے غلے کی نایابی کے واقعات ہوتے رہے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں۔قحط جھیلتے جھیلتے کشمیریوں کی زندگی دوبھر ہو جاتی تھی۔کچھ ایسے قحط بھی پڑے ہیں کہ لوگوں نے اپنے بچوں کو فروخت کیا،لوگ بھوک مری کا شکار ہو گئے۔ایسا ہی ایک قحط سکھوں کی حکومت کے زمانے میں پڑا تھا۔اُس کو کشمیر کے لوگ بوڈ قحط (قحطِ عظیم) کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں۔شیر سنگھ 1831ء میں کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا تھا۔وہ نہایت عیاش اور غیر ذمّہ دار ثابت ہوا۔اس نے مالیہ جمع کرانے کی ذمّہ داری وشاکھا سنگھ (کشمیری میں ''ویشہ سنگھ'') کو سونپ دی تھی۔اُس ظالم نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔شکایت لاہور دربار میں پہنچ گئی اور ویشا کا سنگھ کو معزول کر دیا گیا۔شیخ غلام محی الدین کو صاحبِ کار اور خوشحال سنگھ (خوشہ سنگھ) کو جمعدار مقرر کر دیا گیا۔شیر سنگھ نے اپنے کارندوں کے ذریعے تمام مُرغ مُرغیاں ذبح کروادیں۔اس کے دور میں گاؤ کشی کے جرم میں بارہ آدمیوں کو زندہ جلایا گیا تھا۔ اسی زمانے میں غضب کا قحط پڑا۔دھان کی فصل پکنے والی تھی تو زبردست برف باری ہوگئی۔ساری فصل ضائع ہوگئی۔اگر کسی کے پاس کھانے کو کچھ تھا تو وہ بہ حق سرکار ضبط ہوگیا۔لوگ مردار کھانے لگے۔بچوں کو بیچنے لگے، ہر روز لوگوں کی بڑی تعداد لقمہ اجل بن جاتی''۔ (تاریخِ حسن: جلد:۲)

والٹر لارنس نے اس قحطِ عظیم کے بارے میں لکھا ہے کہ شیر سنگھ کے زمانے میں پڑا یہ قحطِ عظیم تاریخ کشمیر کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے:

"Sher Singh, the reputed son of Ranjit Singh, became Nominal Governor in 1831, but amused himself and left all bussiness to Baisakha Singh. The Femine of



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

Sher Singh is still a great mark in Kashmir History "
(Valley of Kashmir ,Page :200)

''1831ء میں رنجیت سنگھ کا مشہور بیٹا شیر سنگھ کشمیر کا نام نہاد گورنر بن گیا۔ وہ خود تو عیش وعشرت میں لگ گیا اور سرکار کا سارا کام کاج بیسا کھ سنگھ کے لئے چھوڑ دیا۔ شیر سنگھ کے زمانے کا قحط کشمیر کی تاریخ پر بڑا دھبہ ہے اور نمایاں واقعہ ہے۔''

'' رنجیت سنگھ کی حکومت اور شیر سنگھ کی صوبہ داری کے ایام 1248ھ (1889 بکرمی) میں موسم بہار کے شروع میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی سیر کرنے کے لئے پونچھ میں اپنی جاہ وحشمت کے خیمے نصب کئے اور ضروری تیاریوں کے لئے شیخ غلام محی الدین اور جمعدار خوشحال سنگھ کو پہلے کشمیر بھیج دیا۔ انہوں نے غلہ ضبط کرایا اور قحط کی آگ کے شعلوں کو آسمان تک پہنچایا۔ قحط کی خبر سنتے ہی رنجیت سنگھ پونچھ سے واپس لاہور چلا گیا۔ ادھر خوشحال سنگھ نے ظلم واستبداد اور غلے کو ضبط کرنے کی راہ سے قحط کے بارود خانے میں آگ لگا دی۔ لوگ بھوک کی آگ میں ایندھن کی طرح جل گئے۔ کتک کے مہینے میں جب دھان ابھی کاٹی نہیں گئی تھی کثرت سے برف باری ہوئی۔ فصل برف کے نیچے ضائع ہوگئی۔ قحط کی تنگی ایسی سخت ہوگئی کہ لوگوں نے اپنے آلات واسباب کو مٹی کے مول بیچ ڈالا۔ زندہ بچے ہوئے لوگ مُردوں کو بے تحاشا کھاتے رہے۔ اکثر لوگوں نے بچوں کو کوڑیوں اور چند لقموں کے عوض دوسروں کو دے دیا۔ چاول کے دو سیر ایک روپے میں بھی نہیں ملتے تھے۔ 1250ھ میں کرنل میاں سنگھ کشمیر کا حاکم مقرر ہوا۔ جب وہ شیر گڑھی میں داخل ہوا تو اس محل کے بڑے کمرے کی چھت پر آ گیا۔ اُسے سارے شہر میں کہیں چراغ کی روشنی جلتی نظر نہیں آئی اور نہ ہی کہیں سے صبح کے مرغ کی آواز سنائی دی۔ بازاروں اور سڑکوں پر اجواین اور بھنگ اُگتی دیکھی۔ یہ دیکھ کر وہ غم واندوہ میں ڈوب گیا۔ آخر بڑی کوشش اور جدوجہد کے ساتھ اُس نے پنجاب اور پہاڑی علاقوں سے دھان وغیرہ مہیا کرائی اور یہاں بیج فراہم کئے۔ پنجاب سے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

انڈے منگوائے۔ بہت مہربانی اور احسان سے کام لے کر ملک کو آباد کیا۔ قحط کی آگ کچھ ٹھنڈی پڑگئی اور دوسرے سال چیزیں سستی ہوگئیں۔" (تاریخِ حسن، حصہ اوّل)

عام لوگ مورخوں کا انتظار نہیں کرتے کہ وہ ایسے واقعات کو اپنی کتابوں میں کب محفوظ کرلیں۔ اگرچہ شیر سنگھ کے زمانے کے اس قحطِ عظیم کا تذکرہ مورخوں نے بھی کیا ہے، تاہم ہمارے لوک ادب نے اس قحط کے واقع ہونے کے فوراً بعد اس کی تمام ترجزیات سمیت محفوظ کرلیا تھا اور "شیر سنگھن دراگ" (شیر سنگھ کا قحط) تلمیح آج تک لوگ دہراتے آرہے ہیں ۔راقم الحروف کو 1989ء میں ایک لڈی شاہ کا سَن ہاتھ لگا، جس میں شیر سنگھ کے زمانے کے اس بدنام قحط کا حال پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اُس لڈی شاہ کی نہ صرف یہ کہ سماجی ترجمانی کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے بلکہ وہ تاریخی اہمیت بھی رکھتا ہے۔ اس مثنوی نما لڈی شاہ کے کل 22 بند ہیں۔ اس میں شیر سنگھ مذکورہ کو دراگہ موکل (قحط کا موکل) بتایا گیا ہے۔ اس کے چند بند معہ ترجمہ پیش خدمت ہیں:

کھَہن منز فصلس شِنیاہ گوٚو　　ہرُد اوسی وٹہِ نےٚ شینہاہ پیوٚو
ذاتن لیکھتھ یِی ڈکھس تھوو　　پیوٗمُت دانہِ اوس، ربہ بُزی گوی
مُلکِ کشمیرس کیاٰ وُنتھ آو
شیر سنگھ دڑا گہِ موکل ہِنتھ آو

(دھان کی فصل پک چکی تھی اور فصل کٹائی ہونے کو تھی، زبردست برف باری ہوگئی۔ ساری فصل کیچڑ کی نذر ہو کر ضائع ہوگئی۔ ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ ملک کشمیر پر کیا پتا آن پڑی کہ شیر سنگھ قحط کا موکل بن کر آگیا)

دڑا گن آوِ اٰوی شہر تےٚ گام　　فاقہِ لگی خلقن صُبح تےٚ شام
دڑا گن لاٰ جِکھ موتچ لام　　خون اُسی ہاران خاص تےٚ عام
ملکِ کشمیرس کیاٰ وُنتھ آو
شیر سنگھ دڑا گہِ موکل ہِنتھ آو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(لوگ بھوک مری کا شکار ہو گئے۔قحط نے ان کو لقمہ اجل بنا دیا۔شہر و دیہات میں قحط عام ہو گیا۔خواص وعوام خون کے آنسو بہا رہے تھے۔ملکِ کشمیر پر کیا بپتا آن پڑی۔شیر سنگھ قحط کا بھوت بن کر آیا)۔

دراگہِ دیو اڈ وند گوٚوِ سرزور    پانژمُلہِ کاندر ینہِ خاوند مور
شُری ژھِنتر اُوتھ واُژھ وور    تتہِ کھوت صابرس بیہِ ہن بور

ملکِ کشمیرس کیاٰوُنتھ آو
شیر سنگھ دراگہِ موکل بنِتھ آو

(قحط کا دیو ہر طرف زور دکھاتا گیا۔پانژمُلہ گاوں میں نانوائی کی بیوی نے اپنے خاوند قتل کیا۔بچوں کو وہیں چھوڑ کر تھج وور گاوں میں پہنچ گئی، جہاں صابر نامی شخص پر اُس کے کھانے پینے کا بوجھ پڑ گیا۔ملکِ کشمیر پر یہ کیسی بپتا آ گئی کہ شیر سنگھ قحط کا موکل بن کر آیا)

ماُلی ماجہِ شُر بن ہُنٛد سریٛہہ مشروو    ماُلی ترٛوو نیچو تے نیچوٚی مول تروو
ہاپتھ ناڑ گُجری اُکی مول مارنوو    چاپہِ کنہِ ہانہِ ڈوٗنی رس چاونوو

(والدین سے بچوں کی محبت جاتی رہی۔باپ نے بیٹے کو بھلا دیا اور بیٹے نے باپ کو تیاگ دیا۔ہاپت ناڑ گاوں میں ایک گوجر نے اپنے باپ مروا دیا۔چائے کے بجائے ہانہ ڈون (حنظل: ایک کڑوا میوہ) کا رس پلایا)

ویشہِ سِنگھ خوشہِ سِنگھ صاحب کار    ہیوان اُسی ماُلیاہ دِوان اُسی مار
سلرس کولرس ٹُلکُھ گٹہِ کار    یِزارن منز ژلان نیرتھ اِدرار

ملکِ کشمیرس کیاٰ وُنتھ آو
شیر سِنگھ موکل بنِتھ آو

(ویشہِ سنگھ اور خوشہِ سنگھ، دونوں صاحب کار، لوگوں کو زدوکوب کر کے مالیہ جمع کرتے تھے۔انہوں نے سلر اور کلر نامی دیہات میں اُدھم مچایا۔ملک کشمیر پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوگئی کہ شیر سنگھ قحط کا بھوت بن کر آ گیا)

سیر جاُگیر اوس محی الدینَس    اِلٰہی غضب کر بے دینَس
بچارس کیہہ شاہس مِسکینَس    دیہہ ترٛ دو کوٗرنس ضاُمینَس



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ملکِ کشمیرس کیاہ ٔ نِتھ آو

شیر سنگھ دڑا گہِ موکل بنِتھ آو

(الٰہی، محی الدین بے دین پر غضب کر۔ سیر گاؤں اس کی جاگیر تھا۔ بے چارے مسکین کبہ شاہ پر اس نے غضب کیا۔ کیونکہ وہ مالیہ کے لئے کسی کی ضمانت دے چکا تھا۔ مُلکِ کشمیر پر یہ کیسی مصیبت ٹوٹ پڑی کہ شیر سنگھ قحط کا موکل بن کر آیا)

1947ء میں برصغیر تقسیم ہو گیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر سے چلے گئے۔ رسل و رسائل کے تمام ذرائع منقطع ہو گئے۔ کشمیر میں کوہستانی نمک استعمال کیا جاتا تھا۔ حالات بگڑ گئے، کوہستانی نمک پاکستانی علاقہ جات سے کشمیر نہیں پہنچ پایا۔ کشمیریوں کو نمک کے قحط کی مصیبت اٹھانا پڑی۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اس کی شدت اتنی تھی کہ آج تک کشمیریوں کے ذہنوں میں محفوظ ہے۔ نمک کے معمولی ٹکڑے کے لئے لوگوں نے اپنی جائیدادیں فروخت کر دیں۔ قحطِ نمک کا یہ واقعہ کشمیر کی تاریخ میں شاید پہلا اور آخری واقعہ ہے۔ مورّخوں نے لکھا ہے کہ برصغیر کی تقسیم کے زمانے میں کشمیر میں نمک نایاب ہو گیا، مگر لوک ادب نے وہ سب تکلیفیں، جھگڑے اور اذیتیں پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لی ہیں، جن کا سبب قحطِ نمک تھا۔ شاعروں نے، جن میں خود عوامی فنکار لڈی شاہ بھی شامل تھے، اس قحط کے اثرات اور جزیات کو نظم کیا ہے اور ان منظومات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ یہاں چند بند پیش کئے جاتے ہیں:

روز ساتھا بوز تھاو کنے

نُنہٕ دراگِکہِ سخن و نے

(رُک جاو، میری بات سُن، میں تمہیں نمک کے قحط کے قصے سناؤں گا)

چُھنہٕ مرد زنانہٕ پڑان پانہٕ کُنڑ ہتھ ویَس اژان

یُتھنہٕ خرچ کر کھ بونئے نُنہٕ دراگِکہِ سخن ونے

(خاوند اپنی بیوی سے بد گمان ہے۔ اُس نے گھریلو ضروریات کی چیزیں مقفل کر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دی ہیں۔ وہ خود ہی چابی لے کر یہ چیزیں بیوی کو دیتا ہے، اس ڈر سے کہ بیوی اصراف نہ کرے۔ ذرا رُک جاوٴ، میں نمک کے قحط کے قصّے سناوٴں گا)

کم کم نون گرِ ھبس تراوُن    پُرۂ تُلاہ گرِ ھبس ہاوُن

مُشکہٕ ستی دیوبتہٕ پیہٕ کھنبٕ    نُنہٕ دراگگی سخن ونٔے

(بہت کم نمک استعمال کیا کر، مان لے کہ نمک سالن اور چائے میں ڈالنا نہیں بلکہ دور ہی سے دکھانا چاہیئے، تاکہ اس کی بُو باس سے بھات کھایا جاسکے۔ میں نمک کے قحط کے قصّے سناوٴں گا)(ا)

کشمیری زبان میں موجود اس قسم کی منظومات میں سنہ تاریخ درج نہیں ہے تاکہ ان میں بیان شدہ واقعات کو ایک تاریخی ترتیب دی جا سکے۔ البتہ ان کے زمانے کا تعین متن دیکھ کر آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کشمیر میں لوگوں سے بلا معاوضہ جبراً کام لینے کا چلن مدتوں سے موجود تھا۔ بلکہ اس کے لئے ”کاربیگار“ کا سرکاری محکمہ بھی موجود تھا:۔

بقول سر والٹر لارنس:

"Begar means to the Kashmiris far more than the mere impressment of Labour, for under it's comprehensive name every kind of demand for labour or property taken but not paid for by the officials was included. Gilgit to the Kashmir is a constant terror, and when it was rumoured that transport was wanted to convey the baggage of troops going to or coming from Gilgat there was a general stampede among the villagers."( Valley of Kashmir,Page:411-413

”کشمیریوں کے لئے بیگار کا مطلب، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، عوامی خدمت کے لئے انسانوں یا مال و جائیداد کو ضبط کرنے کے علاوہ کسی بھی

---

ا:......ان اشعار کا ترجمہ مرحوم نشاط انصاری نے کیا ہے۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چیز کے لئے کوئی معاوضہ نہیں دیتے تھے۔گلگت بیگار کشمیریوں کے لئے ایک مستقل دہشت کا نام تھا۔ جب افواہ پھیل جاتی تھی کہ فوج کے لئے گلگت تک رسد اور سامان لے جانے یا وہاں سے واپس لانے کے لئے لوگوں کی ضرورت ہے، دیہاتیوں میں زبردست کھلبلی اور ہڑ بڑی مچ جاتی تھی۔''

گلگت بیگار کا مطلب تھا موت۔اگر بیگار پر لیا گیا مزدور زندہ آ بھی جاتا تو کسی نہ کسی بیماری میں گرفتار ہو کر یا جسمانی طور معذور ہو کر آتا۔کشمیر کی تاریخ میں کار بیگار ظلم وستم اور استحصال کی علامت کے طور پر موجود ہے۔تذکرہ نگاروں اور مورؔخوں نے اس کا ذکر کیا ہے اور غیر ملکی سیاحوں کے سفر ناموں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں، مگر گلگت بیگار کشمیری لوک ادب میں آج تک محفوظ ہے۔کئی قسم کی بلا معاوضہ جبری مزدوری کے واقعات سے متعلق ہمارے پاس کئی لڈی شاہ (منظومات) موجود ہیں۔ایسے لڈی شاہ (نظمیں) بھی ہیں، جوان تُگ بندوں یا شاعروں نے اپنے اپنے وقت میں منظوم کئے ہیں، جو خود بیگار میں شامل رہ کر مصائب وآلام جھیل کر جوں توں کر کے زندہ بچ کر آئے تھے۔

گلگت بیگار ہو، لداخ اور تبت والی بیگار ہو یا یارقند کی سفارت کی بیگار، ہمارے لوک ادب میں ظلم وستم کی یہ علامات آج تک زندہ ہیں۔یارقند کی سفارت پر جبراً بلا معاوضہ کام پر لگائے گئے کشمیریوں میں (یہ کشمیری خورد ونوش کی چیزیں اور دیگر بوجھ کاندھوں پر لاد کر یارقند بھیج دیئے گئے تھے۔)، ایک شخص صابر تیلی بھی شامل تھا۔لڈی شاہ طرز کی اس کی نظم سٹائن نے کشمیری لوک کہانیوں کے مجموعے "The Hatam's Tales" میں شامل کی ہے: ''یار قندانون زینان'' (ہم یارقند فتح کر کے آئیں گے)، یہ 1287ھ کا واقعہ ہے۔اس نظم کا راوی صابر کا بیٹا حاتم تیلی تھا۔اس میں یارقند والی بیگار کا چشم دید حال بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح ایک اور شخص فتح بٹ ہوگامی تھا، جس کو پکڑ کر لداخ اور تبت تک فوجیوں کے لئے دیگر لوگوں کے ساتھ رسد کا سامان لے جانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔وہ کسی نہ کسی طرح زندہ بچ کر آیا اور



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس بیگار میں پیش آنے والی مصیبتوں کا حال منظوم کیا۔ اس لڈی شاہ طرز کی نظم میں کشمیریوں کی بے بسی کا تذکرہ موجود ہے:

روپہٕ بدٕنن کٕمن شیر سُمن  ہاے پیکھ مائزے نٕمن
برہم دنیا روزِ دوہٕن تارن  رأوِمتٕن دردِل ژھارن

(ہاتھوں میں مہندی لگائے، کیسے کیسے شیروں کی طرح بہادر سیم تن نوجوان خاک میں مل گئے، یہ دُنیا فانی ہے۔ عزیز واقارب کو اپنے گُم شدہ لوگوں کی بہت تلاش رہے گی)

تھوکہٕ ژھٕنٛتو تورچن وتن  بوٹہٕ بیٛگاًری بوٹہٕ یٕنٛدٕرکتن
تی وُچھنأوی واحدالقہارن  رأوِمتٕن دردل ژھارن

(لداخ کی بیگار والی مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ وہاں کے مرد چرخا کاتتے ہیں۔ وہاں کے راستوں کی خجالت و ملامت ہو۔ عزیز واقارب کو اپنے گُم شُدہ لوگوں کی بہت تلاش رہے گی)

یِم کتھہٕ کُس ونہِ مہاراجس  ٹھوکہٕ ژھٕنٛتو بوٹٕنٛ راجس

(ہمارے مصائب کی روداد مہاراجہ تک کون پہنچائے، تا کہ وہ لداخ اور گلگت والے علاقوں پر اپنا راج پاٹھ تیاگ دے۔ لداخ والی بیگار یاد آتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگتی ہیں۔ عزیز واقارب کو اپنے گم شدہ لوگوں کی بہت تلاش رہے گی)

بیگار کی بات چلی تو ایک بار سیلاب آیا تھا۔ سیلاب کے بعد وُرن ہال نامی گاؤں کے قریب دریا میں پتھر، کنکر، مٹی، ریت وغیرہ کے ڈھیر جمع ہو گئے تھے۔ پانی کو آگے جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اس رُکاوٹ کو کشمیری میں شاٹھ کہا جاتا ہے۔ یہی شاٹھ ہٹانے کے لئے سرکاری کارندوں نے آس پاس کے لوگوں کو جبراً کام پر لگا دیا۔ اس بیگار کی مضحکہ خیز صورت حال لڈی شاہ کے ان اشعار میں پیش کی گئی ہے:

زرأڈی والن بد اوس طالع  شاٹھ لوگُمت منٛز وُرن ہالے
اسد صوٗ فِس کرٕکھ ریزٕ فائے  کول کھنہٕ ہٕکی بوزاُفسانے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(بہت بری قسمت تھی نشیبی علاقے کے لوگوں کی! ورن ہال کے قریب دریا میں رُکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔
بے چارے اسد صوفی کی ہڈی پسلی توڑ دی گئی۔ سنو سنو دریا سے شاٹھ ہٹانے کے افسانے سنو)

شاٹھ لگی تھےٚ گاٹھ ییٚلہٕ بنٛد گۆو      ہۆل بارٕو وۆتھ انٛد وٕند گۆو
درلیہ حاٸ کم ڈالہٕ مارانے      کوٚل کھنہٕ ہٕکی بوز افسانے

(شاٹھ لگنے سے جب پنگھٹ بند ہو گیا، ہر سمت ہاہا کار مچ گئی۔ حُکام خراماں خراماں، نکل آئے۔ سنو سنو دریا سے شاٹھ ہٹانے کے قصے سنو)

گرٕ پتہٕ گرٕ مُونگہٕ ہکھ اَکھ اَکھ      مرٕد نے آسہٕ زنی ییٚہٕ بے شک
رلہٕ ملہٕ اَسی شاٹھ پراٹانے      کوٚل کھنہٕ نکی بوز افسانےٚ

(ہر گھر سے ایک ایک آدمی طلب کیا گیا۔ مرد کی غیر موجودگی میں خود عورت حاضر ہو جائے، مرد عورتیں اکٹھے ''شاٹھ'' اٹھا رہے تھے۔ سنو سنو، شاٹھ اٹھانے کے قصے سنو)

کۆت جابر پیوٚس لسہٕ پنٛڈِتھ      نیوٚن مومہٕ ڈار گاسہٕ رزِ گنٛڈِتھ
ڈارٕ بایہٕ چھس پتہٕ دورانے      کوٚل کھنہٕ ہٕکی بوز افسانے

(ہائے! کتنا جابر ہے لسہٕ پنڈت! بے چارے مومہ ڈار کو گھاس کی رسی سے باندھ کر گھسیٹ کر لے گیا۔
ڈار خاندان کی بیبیاں اُس کے پیچھے پیچھے دوڑی جا رہی ہیں۔ سنو سنو دریا سے شاٹھ اٹھانے کے قصے سنو)

اَس خوتن دُنہٕ انہرٕ شی      لُج تاونس دِژہَس برٕ شی
کتہٕ رۆ دُس سازِ چندانےٚ      کوٚل کھنہٕ ہٕکی بوز افسانےٚ

(بے چاری خوتن ابھی کنواری تھی۔ اُس کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ بے چاری مصیبت میں پھنس گئی۔ اُس کا سنگھار کیونکر قائم رہ سکتا تھا)

سِکہٕ چپرٲسی لاٛیس تھاپرٕ      نبہٕ لانژھَس ویٚسہٕ ریاے کھاپرٕ
ہٕکی لگی لگی اوش ہارانے      کوٚل کھنہٕ نکی بوز افسانےٚ

(سِکھ چپراسی نے نبہ لانژھ (ہیجڑے) کے گال پر ایسا طمانچہ مارا کہ اس کی کھوپڑی کے جوڑ ڈھیلے پڑ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گئے۔ ہکلا ہکلا کر آنسو بہار رہا تھا)

سیلاب کی تباہ کاریوں کا حال بھی لڈی شاہ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

زنانہٕ دۄپ خاوندس سہلابہٕ آو — زنانہٕ دوپ خاوندس سہلابہٕ آو
ژھوپہٕ کری دوپ مے مے ہیہٕ ناو — زنانہٕ دوپ خاوندس سہلابہٕ آو
خوشی گیہٕ منزٕ پروردِگارس — منزِم دکہٕ اون نےٚ رمضان کھارس
وان ییرٕ نیونس ہتھی یارٕسان — وقتِ خفتن کورنس فان
وٕن سأ خبراہ سمسار چند — سوندٕ رِ ہندی پرٕسنٕن کوٚرنکھ بند
صبحن تہٕ شامن اوس ژھانڈان — وقتِ خفتن کورنس فان
عار نو آو تَس بے عارس — گانہٕ منزٕ گاو کڈٕن سُبحان ڈارس
ناوِ منزٕ کھأجکھ لٹہِ لِتھوان — وقتِ خفتن کورنس فان

ترجمہ: (بیوی نے خاوند سے کہا کہ دیکھتے نہیں، سیلاب کا ریلا آن پہنچا ہے۔
خاوند نے جواب دیا۔ اری کم بخت! خاموش رہ۔ یہ اللہ میاں کی مرضی تھی رمضان کھار (آہنگر) کی دکان معہ آلاتِ آہنگری بہہ گئی۔ دکان کو سیلاب کے ریلے نے درمیان میں گھیر لیا۔ سیلاب نے سرِ شام کتنی تباہی مچادی! اے سمسار چند! سناؤ، تیرا کیا حال ہے؟ تجھے تو سُندری (سمسار چند کی بیوی) کی زچگی نے تو خانہ بند ہی کیا تھا۔ سیلاب نے سرِ شام تباہی مچادی۔ اس بے رحم نے سبحان ڈار کی گائے کو گاؤ خانے سے نکلوا دیا۔ سیلاب اس دودھ دینے والی گائے کو اپنے ساتھ بہا لے گیا۔ بعد میں لوگ اسے پانی اور کیچڑ سے کشاں کشاں گھر لے آئے۔ سیلاب نے سرِ شام تباہی مچادی)۔

بہر حال، لڈی شاہ کا پُرانا دم خم، اس کی شہرت و مقبولیت اب باقی نہیں ہے۔ اس قسم کے لوک فنکار اور تفریح کار دوسرے ممالک میں بھی پائے جاتے تھے اور کاشُر انسائیکلو پیڈیا میں درج ہے کہ:



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

’’آج کل بھی بہت سے مقامات میں لڈی شاہ کی طرح کوئی نہ کوئی ساز بجانے والے گوّیئے گھوم گھام کر لوگوں کے دل بہلاتے ہیں۔اس سلسلے میں یورپ کے قدیم (celtic) لوگوں کے اُن شعرا کا ذکر بھی کیا جاتا ہے،جن کو بارڈ (Bard) کہا جاتا تھا۔ بارڈ کا فن سماجی نوعیت کا تھا،اس کا تعلق عام زندگی کی روایات اور خیالات سے ہوتا تھا۔ وہ اپنے قومی ہیروز (Heros) کی عظمت دہراتے تھے۔قومی فتوحات کی روائیدادیں دُہراتے تھے۔لیکن لڈی شاہ اور بارڈ کے بارے میں یکسانیت کا پہلو ڈھونڈتے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دونوں فنکار مختلف سماجوں سے تعلق رکھتے تھے اور بارڈوں (Bards) کو مختلف وراثتی مراعات حاصل تھیں۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ انگریز شیکسپیئر اور ملٹن جیسے عظیم شعراء کو بھی بارڑ (Bard) کہتے ہیں۔اس حساب سے کشمیری لڈی شاہ اور انگریز بارڈ (Bard) میں کوئی قریبی تعلق یا یکسانیت نہیں ہے۔البتہ اس کے بجائے کشمیری لڈی شاہ کے سلسلے میں یورپ کے قرون وسطیٰ کے اُن عوامی فنکاروں کی طرف دھیان دینا مناسب نظر آتا ہے جو گلیمین (Gleeman)،زانگلار (Jongleur) اور منسٹرل (Minsteral)،جیسے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔یہ وہی پیشہ ورانہ تفریح کار ہیں،جو چودھویں صدی عیسوی میں یورپ میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں چھاپ خانہ ایجاد ہونے سے وہ اس کام سے دور ہوتے گئے۔کچھ منسٹرل ہمارے لڈی شاہ کی طرح گاؤں جا کر یا بازاروں میں فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔وہ لوگ روایتی قصے کہانیاں بیان کرتے تھے۔ لڈی شاہ کا کردار پہچاننے کے سلسلے میں قدیم یونان کے اس مطرب کی طرف بھی دھیان دیا جاسکتا ہے جو ہر جگہ جا کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتا تھا،جسے ریفسڈ (Rhapsode) کہتے تھے‘‘۔

(کاشُر انسایکلو پیڈیا جلد:۲ص:330 کلچرل اکادمی)

خوشی کی بات ہے کہ چند برس سے کئی ٹیلی ویژن چینلوں پر ہر ہفتے لڈی شاہ نمودار ہو کر اپنے فن کا مظاہرہ کر کے نہ صرف لوگوں کے من بہلاتے ہیں بلکہ روزانہ وقوع پذیر ہونے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

والے واقعات پیش کرتے رہتے ہیں ۔ ان چینلوں میں خاص طور پر نیوز اردو 18 اور ذی سلام قابلِ ستائش ہیں ۔ نیوز اردو 18 چینل کے لڈی شاہ کو قبولِ عام حاصل ہے ۔ اس چینل کے لڈی شاہ کے لئے راجیش رینہ منظومات تحریر کرتے ہیں اور راجندر تکُو نامی فنکار اُن کو پیش کرتے ہیں ۔ کشمیری زبان کے لئے لڈی شاہ کا یہ احیائے نَو واقعی نیک شگون ہے ۔

## کتابیات:


۱......کأشرِ لُکہٕ بأتھ: ترووواہ جلد ۔ ( کشمیری لوک گیت: ۱۳ جلدیں ۔ کلچرل اکادمی ) ۔

۲......ہمارا ادب ( لوک ادب نمبر ) ۷۷ ۔ ۱۹۷۶ء کلچرل اکادمی ۔

۳......کأشر لُکہٕ ادب: ۲۰۱۳ء، ساہتیہ اکادمی، دہلی ۔

۴......کأشر انسایکلو پیڈیا، جلد ۴، کلچرل اکادمی ۔

۵......کأشر لُکہٕ شاعری: وکھنے تہ ویژھنے، ۲۰۰۷ء غلام نبی آتش

۶......مقالات: پروفیسر محی الدین حاجنی، ۱۹۶۶ء ۔

۷......دی ویلی آف کشمیر، سر والٹر لارنس: ۱۹۹۸ء

۸......تاریخ حسن ( فارسی ) جلد ۱: ۱۹۵۴ء ۔


...........☆☆☆...........




CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# ناپ تول کے روایتی کشمیری پیمانے

کشمیر میں کئی علاقوں اور ملکوں کی طرح بہت قدیم زمانے سے لین دین کے لئے Barter System یعنی ''جنس کے بدلے جنس یا چیز کے بدلے چیز لینے اور دینے کا نظام'' رائج رہا ہے۔ مثال کے طور پر ''نُنہ پوش'' یعنی ''گُل بُنفشہ'' کے بدلے ''کھانے کا نمک'' لینا۔ گل بُنفشہ لاجوردی اور سفید رنگ کا پھول ہوتا ہے جس کو مقامی طور پر آج بھی دوائی کے طور استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے بنا خمیر کھانسی اور سینے کی دیگر بیماریوں کے لئے اکسیر مانا جاتا ہے۔ اس لئے یہ نہایت اہم اور قیمتی پھول ہے۔ 1947ء سے پہلے کشمیری کوہستانی نمک کے عادی تھے لیکن تقسیم ہند کے وقت کوہستانی نمک نایاب ہو گیا اور لوگوں کے جان کے لالے پڑ گئے۔ 1947ء سے قبل اور بعد بھی نمک کے بیوپاری ''نُنہ پوش'' کے عوض نمک بیچا کرتے تھے۔ ''نُنہ پوش'' یعنی ''گُل بُنفشہ'' کی تھوڑی مقدار اکٹھا کرنے کے لئے بہت زیادہ محنت اور وقت کی ضرورت تھی۔ لوگ جنگلوں، بیابانوں، میدانوں اور منڈھیروں میں تھوڑے تھوڑے پھول جمع کرتے رہتے اور تب تھوڑا نمک حاصل کر پاتے۔ مرتا کیا نہ کرتا! کشمیریوں کے نصیب میں یہی تھا۔ اس کا حال کشمیری لوک شاعری میں ''لڑی شاہ'' نامی صنف میں ''لڑی شاہ'' عوامی فنکار نے محفوظ کر رکھا ہے۔

''بارٹر نظام'' کے نتیجے میں ''گراکی'' طریقہ لین دین معرض وجود میں آ گیا۔ ''گرا



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی'' سے مُراد ہے'' گاہکوں کا''۔اس طریقے کے تحت تمام پیشہ ور سال بھر دیہاتیوں کے لئے طرح طرح کی چیزیں بنا کر اُن کو مہیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر لوہار، سُنار، کمہار، پاپوش ساز، نائی، دھوبی، چوپان اور بڑھئی وغیرہ۔ بڑھئی اور لوہار کسانوں کے لئے آلات کشاورزی بنا کر مُہیا کرتے اور بھانڈ یعنی کشمیر کے فوک فنکار بھی ''گرا کی سسٹم'' میں شامل تھے۔سال بھر مختلف مواقع پر کسان ان کا سبوں کو''مانگے'' دیا کرتا۔''مانگے'' سے مراد ہے'' مانگی ہوئی چیز'' مگر اصطلاح میں یہ پیداوار کا وہ حصہ ہے جو کاسبوں کو موسم اور اہمیت کے مطابق ملتا تھا اور جس کو وہ گویا اپنا حق سمجھتے تھے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ یہ کاسب سال بھر صرف وہی کام کرتے جوان کا پیشہ تھا۔اُس کے علاوہ اُن کے پاس آمدنی کا دوسرا وسیلہ نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے''مانگے'' ان کے لئے ضروری تھی، جس میں سرسوں کی مانگے، بالن کی مانگے، سبزیوں کی مانگے، ستُو کی مانگے وغیرہ شامل تھی۔فصل کی کٹائی کے بعد وہ لوگ کسان سے آلاتِ کشاورزی کی قیمت کے طور یا ان آلات کی مرمت اور دیگر چیزوں کے عوض مقررہ معاوضہ جنس کی صورت میں شالی، سرسوں، گیہوں یا کوئی دوسری جنس حاصل کر لیتے تھے، اس معاوضے کو بھی''مانگے'' ہی کہا جاتا ہے۔

ڈوگرہ حکمرانوں کے زمانے میں جب سر والٹر لارنس سال 1989ء میں کشمیر میں بندوبست اراضی کے کمشنر کے طور پر تعینات ہوئے، اُس وقت بھی بارٹر سسٹم رائج تھا، حتیٰ کہ سرکاری ملازمین کو تنخواہوں کے طور پر اناج دیا جاتا تھا۔لارنس جنہیں کشمیری پیار سے''لارن صحب'' کہتے ہیں، نے دی ویلی آف کشمیر میں لکھا ہے:

''میں نے 1889ء میں جب بندوبست اراضی کا کام شروع کیا، ملازمین کو اناج کی صورت میں تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ مجھے بتایا گیا کہ سرسوں بطور



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تنخواہ ملے گی، اپنے محکمہ کے ملازموں کے لئے بھی سرسوں ہی بطور تنخواہ دینا ہوگا کیونکہ سرسوں ذرا قابل قدر کرنسی مانا جاتا تھا۔ جبکہ مکئی، سنگھاڑے وغیرہ کم قدر کرنسی تھی۔ ملازمین کو حکومت اناج کی صورت میں تنخواہ ادا کرتی تھی اور پرائیویٹ افراد بھی اپنے مزدوروں، نوکروں و خادموں کو محنتانہ اور طلبانہ کے طور پر اناج دیا کرتے تھے۔ شالی عام کرنسی تھی۔ ملکی کاروبار میں چاندی کو ذیلی درجہ حاصل تھا۔'' (۱)

روایتی نظام لین دین میں ''رَژھ'' ایک بنیادی باٹ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ''رَژھ یا رَژ'' ایک جنگلی جھاڑی سے حاصل ہونے والا ایک چھوٹا سُرخ دانہ ہوتا ہے جو نابود ہو چکا ہے یا غیر ضروری ہو جانے کی وجہ سے اُسے فراموش کر دیا گیا، اس لئے اب اُس کی پہچان بھی نہیں رہی۔ اسی تعلق سے شاعری میں سُرخ دانتوں کو ''رژ پھول''، یعنی ''رژ کے دانہ'' کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ ڈکشنریوں میں رژھ کے مختلف معنی دیئے گئے ہیں مثلاً حُسن، معمولی، وزن یا تعداد میں بہت کم، تھوڑا، چھوٹا ''رژھ'' کے حوالے سے کشمیری زبان میں کئی ایک تراکیب وجود پا گئی ہیں، جو آج بھی مستعمل ہیں مثلاً رَژھ کھنڈ، رژھا پیٔ نتاہ، رژھِ رژھِ، رژھہِ رٕژ، رٕژ پھٲلی، رژھا گُرِژھتھ، رژھہِ ہن، رژھ، موے۔ کشمیریوں نے وزن کرنے کے لئے اسی رژھ کو بنیادی پیمانہ بنا دیا تھا۔ چھے رژھ اکٹھا کر کے جتنا وزن بنتا تھا، اُس کو ''ڈٲنی'' نام دیا گیا تھا، حالانکہ جی۔ ٹی۔ ونے نے اپنے سفرنامہ میں، جو 1942ء میں لندن سے شائع ہوا تھا، لکھا ہے کہ:

''ایک'' ڈٲنی'' تین چھوٹے (Berries) کے وزن کے برابر مانا جاتا تھا۔ آٹھ رژھ یا سولہ دانے چاول کے وزن کے برابر ایک ماشہ ہوا کرتا تھا۔ یہ ماشہ آج کے گرام کے برابر ہے۔'' (۲)

سونتی پنڈت جس کے بارے میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ پٹھان دور میں زندہ تھا' نے اپنے ''کشمیری فارسی'' نصاب میں ''رژ پھول، ڈٲنی اور ماشہ، اس شعر میں محفوظ کر دیئے ہیں:

(رٕژ پھولہٕ) سُرخہ باشد، (ڈٲنی) دانی شش سُرخ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

(ماشہ) میداں ہشت سُرخہ (تژ کرٖ) تراژُوشُمار

اسی طرح بارہ ماشوں کے وزن کے برابر ایک تولہ ہوا کرتا تھا اور سوا تین تولے ایک پل کے برابر تھے۔ پانچ تولوں کے وزن کے برابر ایک چھٹانک تھا۔ ایک پاؤ پانچ پل یا چار چھٹانک وزن کے برابر اکا پیمانہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جتنا اناج ایک مٹھی میں سما سکتا تھا' اس کے وزن کو پاؤ کہتے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ''رژھ'' وزن اور وقت کی پیمایش کا چھوٹے سے چھوٹا پیمانہ تھا اور پاؤ کپڑا، زمین اور تیل یا دودھ وغیرہ ناپنے کا سب سے چھوٹا پیمانہ تھا۔ خام پاؤ بھی ایک پیمانہ تھا' جو ساڑھے سترہ تولوں یا ساڑھے تین چھٹانک وزن کے برابر تھا۔ کشمیر میں جو ناپ تول کے پیمانے رائج رہے ہیں، ان کی فہرست سورگیہ موتی لال ساقی نے نہایت محنت سے مختلف مواخذ سے جمع کر کے اس طرح ترتیب دی ہے:۔

| | |
|---|---|
| رژھ | تولنے کا سب سے چھوٹا وزن |
| دأنۍ | آٹھ رژھَ |
| ماشہ | سولہ دانے چاول، سناروں کے حساب سے ماشہ آج کے گرام کے برابر ہے۔ |
| تولہ | بارہ ماشہَ |
| پل | ۳/۵ ۳ تولہ |
| چھٹانک | پانچ تولہ |
| پاؤ | پانچ پل یا چار چھٹانک |
| سیر | چار پاو۔ سولہ چھٹانگ۔ بیس پل |
| خام پاؤ | ساڑھے سترہ تولے۔ ساڑھے تین چھٹانک |
| خام سیر | ساڑھے تین پاو۔ 70 تولہ |
| اَڈُمنۍ | آدھا مُنٹ۔ ساڑھے دس چھٹانگ |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | |
|---|---|
| مُنٹ | خام ڈیڑھ سیر۔ساڑھے پانچ پاو |
| مَن | ایک مُنٹ |
| دہر | خام تین سیر |
| پانژو | ایک دہر |
| پاں ٔشئز | خام تین سیر |
| ترٚکھ | خام چھ سیر۔ پانچ سیر ایک پاؤ |
| تراکنز | ایک ترک کا باٹ |
| کھار | سولہ ترک۔83 سیر |

زمین کی پیمائش کے پیمانے

| | |
|---|---|
| اونگل | ایک انگلی جتنی زمین گھیرتی ہے اُس کو اونگل کہا جاتا ہے۔ |
| گراہ | ایک چپہ۔پانچ انگل |
| گز | سولہ گرہ |
| پشمینہ گز | بیس گرہ |
| پیمایشی گز | ساڑھے پانچ فُٹ، یہ گز زمین ناپنے کے کام آتا ہے۔ |
| جریب | 55 فٹ۔دس پیمایشی گز |
| مرلہ | تین مربع پیمایشی گز |
| سرسائے | 1/2 5 مربع فٹ۔مرلہ کا تیسرا حصہ۔ |
| اڈمُنز | پانچ مرلے |
| مُنٹ | دس مرلے |
| پانژو | بیس مرلے ساٹھ سرسائے |
| ترٚکھ | دو کنال۔چالیس مرلے |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | |
|---|---|
| کھار | 32 کنال |
| ہَور | چار ترکھ۔آٹھ کنال۔ایک ایکٹر۔ |
| استۂ | آٹھ گرہ |
| پاوٗ | انگلیاں پھیلا کر زمین پر جتنی جگہ کا احاطہ ہو جائے۔وہ پاوٗ کہلاتی ہے۔ |
| گز | چار پاوٗ |
| اڈگز | دو پاوٗ، آٹھ گرہ |

(ماخوذ: سون ادب 1977ء۔مضمون: موتی لال ساقیؔ)

''کھار'' سے مراد ہے خروار۔ یہ فارسی لفظ ''خروار'' کا کشمیری متبادل ہے، جو اصل میں ''خربار'' سے بنا ہے یعنی اتنا وزن جو ایک گدھا نارمل حالات میں اچھی طرح سے اُٹھا سکے۔ وِنے نے لکھا ہے کہ کشمیری کھار اسی سیر نہیں بلکہ تریاسی سیر کے برابر ہوتی ہے۔ حالانکہ جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کھار نہ صرف تولنے کا ایک باٹ ہے بلکہ زمین کی پیمائش کا ایک پیمانہ بھی ہے۔ ''پٲج'' بھی ایک پیمانہ تھا، جس میں Liquid چیزوں کی مقدار دیکھی جاتی تھی۔ خاص کر کھانے کا تیل ناپنے یا تولنے کا پیمانہ۔ یہ دباغت شُدہ چمڑے سے بنا ہوا مشکیزہ تھا، جس میں ایک پانژ وتیل رکھنے کی گنجائش ہوتی تھی، اس لئے ایک ''پٲج'' ایک پانزوُ یا دو مُنٹ کے برابر ہوتی تھی۔ یہ باٹ اور پیمانے اب باقی نہیں رہے مگر کشمیری زبان نے ان کو محاورات، ضرب المثال اور لوک ادب کی دیگر اصناف میں آج تک برابر محفوظ کر رکھا ہے اور دیہات میں بڑے بوڑھے آج تک ان کا استعمال اپنے طریقے سے کرتے رہتے ہیں مگر عملاً یہ چیزیں اب ختم ہو چکی ہیں: چند مثالیں:

دٕہن داہ من گلن نہٕ تہٕ کُنس مُنٹ پوشہِ نہٕ۔ سیوٚ دساہٕ چُھہ مُنٹ زیادٕ۔ منٛڈنہِ لیٚجہِ پانژوٗ گرٕ شُھن۔ پانہٕ وأنی منٛڈ میٛنٛزٕ۔ کوٗ رُ گرٕ شہیاہ باہ ترکھ۔ کأرِتھ دٕہرٕ بے بوٗج شہرس ترٚ ے پل پاو۔ اڈ گز مانٛزٕ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ڈوڈگز پوٗژ۔ پنگوڑے کے گیتوں کے یہ چند شعر:

استانن زالئے تیلہِ پأج　　مستانہٕ مأج لٔجی یو
دِوتا چھی سِرِ بأج　　مستانہٕ مأج لٔجی یو

(دیوتا آپ کے شریک راز ہیں۔اے لاڈلے، تیری ماں تجھ پہ واری جائے)

کھِر کھیٚاوتھ گیٚو تھأج　　مستانہٕ مأج لٔجی یو

(تھالی میں گھی ملا کر کھیر کھلاؤں گی، اے لاڈلے، تیری ماں تجھ پہ واری جائے)

| | |
|---|---|
| ہوپہ لیٚلہِ ژھوپہ کر | اڈرونی صورت بنائے ہوئے چُپ کر |
| موج گٔی گریٹہٕ بُل | تیری ماں پن چکی پر گئی ہے |
| تورِانی سوتہٕ پل | وہاں سے ایک پل ستو لے آئے گی |
| اوٗ ژھو چندس | اُس میں سے تھوڑا جیب میں رکھ لے |
| سُہ کھے زِوندس | وہ سرما کے موسم میں کھالینا |

دھان کے گھاس کے ناپ تول کے پیمانے مختلف علاقوں میں مختلف ہیں تاہم درجہ ذیل پیمانے قریب قریب ہر علاقے میں آج تک برابر مستعمل ہیں۔

| | |
|---|---|
| تھوپ | دھان کاٹتے وقت جس قدر دھان کے پودے ہاتھ میں پوری طرح سما سکیں، ان کے مجمع کو تھوپ کہتے ہیں |
| اتھہٕ | ایک تھوپ |
| بوژ | ایک اتھہٕ |
| ژپھ | تھوپ جب قطار در قطار مگر الگ الگ کھیت میں ڈال دیتے ہیں تو وہ قطار ژپھ کہلاتی ہے۔ |
| لوو | دو تھوپ ملا کر ''لوو'' بنتا ہے۔ |
| گیڈ | چھے ''لوو'' ملا کر ''گیڈ'' بنتی ہے۔ |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | |
|---|---|
| ژاکھ | چار ''لوؤ'' کا ایک ''ژاکھ'' بنتا ہے۔ |
| کھوٚر | چھے ژاکھ'' ملاکر'' ایک کھور'' بنتا ہے |
| کھوٚر | بعض علاقوں میں دو ''گیڈ'' ملاکر'' کھوٚر'' بنایا جاتا ہے۔ |
| ترٛبو | بعض علاقوں میں تین لوو کا ایک ''ترٛبوٗ'' ہوتا ہے۔ |

سونتی پنڈت کے ''کشمیری۔ فارسی نصاب'' میں چار لووٗ ''ژاکھ'' اور چھے لووٗ ''کھور'' مانا گیا ہے:

از زراعت گاہ بہَ خرمن گاہ بردن ( گنجہِ سأر )

چہار پؤلہ ( ژاکھ ) باشد، یک ( کھرٗ ) شش ژاکھ دار

زمین ناپنے کے دیگر پیمانوں کے علاوہ کسانوں کے پاس بیج کی مقدار کے حساب کا بھی ایک خاص طریقہ تھا۔ جس زمین کے ٹکڑے میں شالی کے بیج کے چار ترک بو دیئے جاتے اور وہ ہر طرح سے اُس کے لئے کافی ہوتے، اس قطعہ زمین کو بھی چار ترک سمجھا جاتا تھا' یعنی وہ زمین چار ترک تھی۔ سر والٹر لارنس نے بھی لکھا ہے کہ کسان بیج کی مقدار کے مطابق زمین ناپ لیتے تھے:

''زمین کے ناپ تول کا حساب کشمیری زمین کی لمبائی اور چوڑائی کے مطابق نہیں کرتے ہیں بلکہ بوئے جانے والے بیجوں کی مقدار کے مطابق ہم نے اپنی (Measuremen) کے مطابق پایا کہ ایک کھار شالی کے بیج ایک کھار زمین میں بوئے گئے تو وہ زمین برابر چار ایکڑ تھی۔'' (۳)

سِکھ گورنر کرنل مہان سنگھ کی گورنری کے زمانے میں مُنشی میر احمد کی نگرانی میں دستورُ العمل موسوم بہ ''تاریخ کلان'' مرتب کروائی گئی تھی۔ ڈاکٹر عبدالرشید کھانڈے نے اپنی کتاب The Sikh Rule in Kashmir میں دستور العمل سے ایک دلچسپ اور مفید اقتباس نقل کیا ہے:

''عراقی گھوڑے کی دُم کے چھ بال چوڑائی میں ایک دانہ جو کی چوڑائی



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے برابر مانے جاتے تھے۔ جو کے یہی چھ دانے چوڑائی کے حساب سے ایک انگلی کی چوڑائی کے برابر اور تین انگلیوں کی چوڑائی ایک گرہ کے برابر مانی جاتی تھی۔ آٹھ گرہ یا چوبیس انگلیوں کی چوڑائی ملا کر دو فُٹ زمین مانی جاتی تھی "(۴)

پہلے پہل انسان آفتاب، چاند اور تارے دیکھ کر وقت اور اُس کی تقسیم کا تعین کرتا تھا۔ چھاؤں سے وقت کا اندازہ یا سایہ دیکھ کر وقت کا اندازہ لگانے سے کام کاج کرنے کا طریقہ مختلف ملکوں میں رائج رہا ہے۔ کشمیر میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ حضرت شیخ نور الدینؒ ریشی کی ''صدوسی''، نظم میں سال کے بارہ مہینوں کے لئے نماز ظہر کے اوقات اس طرح سایہ ڈھلنے اور ظاہر ہونے کے حساب سے محفوظ ہیں:

مین بایہِ پیشن وقتچہِ ژھایہِ
شراونس ڈوڈ تہِ بأدرس ڈایہِ

(نماز ظہر کے لیے شراون مہینے میں ڈیڑھ بأدر مہینے میں اڑھائی سائے ناپ لینا)

أشِدس ساڈترے کفِ پایہِ
کارتِک ساڈ ژور ہری لِکھ آیہ

(بھئی، آشد مہینے میں ظہر نماز پڑھنے کے لیے ساڑھے تین اور کارتک مہینے میں ساڑھے چار قدموں تک کا سایہ ناپ لینا)

منجہورس ساڑ شےٗ کھور سایہِ
پوہنہِ ساڑ أٹھ گنٛز رنہِ آیہِ

(منجہور میں ساڑھے چھ اور پوہ میں ساڑھے آٹھ قدم ناپ لینا)

سادار ماگس ساڑ داہ پایہٕ
پھاگنس ساڑ ستھ لوتان آیہِ

(ماگھ میں ساڑھے دس قدم اور پھاگن میں ساڑھے سات)



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ژ تھرس ساڑشۓ پری لِکھہٕ آیہٕ
ساڑ ژور وہیکس موژان آیہٕ

(ژتھر میں ساڑھے چھ اور وہکھ میں ساڑھے چار)

زیٹھس ساڑ ترے ہارِ نہٕ تہٕ ڈایہٕ
یارسولؐ چوٗنۓ چھُ موکلن پایہ

(زیٹھ کے مہینے میں ساڑھے تین اور ہار میں اڑھائی قدموں سے سایہ ناپ لینا۔اے حضرت محمد ﷺ ہم آپ کی وساطت اور شفاعت سے عذاب اخروی سے نجات پانے کی توقع رکھتے ہیں)۔

واضح رہے کہ ژتھرٕ (جنوری) وہکھ (فروری) زیٹھ (مارچ) ہار (اپریل) شراوٗن (مئی) بأدِر (جون) أشِد (جُلَے) کارِتک (اگست) مونجہور (ستمبر) پوہ (اکتوبر)، ماگھ (نومبر) اور پھاگُن (دسمبر) کشمیری مہینوں کے نام ہیں، جو صدیوں تک رائج رہے ہیں۔ کشمیر کا نیا سنہ اور مہینوں کے نام سلطان رینچن کی تخت نشینی کے زمانے سے سلطان شاہمیر نے رائج کئے تھے۔ سنہ کشمیر اب متروک ہے لیکن مہینوں کے نام اب تک دہاتیوں کو یاد ہیں اور کبھی کبھی وہ اُن کو استعمال بھی کرتے ہیں۔

کشمیری زبان میں دن کو دوہہٕ، فارسی میں روز، عربی میں یوم اور انگریزی میں ڈے (Day) کہا جاتا ہے۔ یہاں کشمیر میں وقت کی تقسیم و پیمائش ''بُرنز'' سے شروع کی گئی ہے۔ یہ وقت کا سب سے پہلا اور سب سے چھوٹا پیمانہ ہے۔ ''برنزُ'' سے مراد اتنا وقت ہے جو شہادت کی انگلی اور انگوٹھا ملا کر ایک بار انہیں بجا کر آواز نکلتی ہے۔ چونکہ سیکنڈ کے متعلق بھی بتایا گیا ہے کہ یہ JUST A FLIP OF FINGER ہے، اس لئے ''بُرنز'' سیکنڈ کے برابر ہے۔ کشمیری زبان میں ''بُرنزُ'' کو ''رُم'' بھی کہا جاتا ہے، حالانکہ رُم' لفظ کے کئی اور معنی بھی ہیں۔ ''رژھ'' بھی ''بُرنزُ'' کے برابر مانی گئی ہے۔ اس طرح وقت سے متعلق بُرنزُ، رُم اور رژھ ایک ہی معنی رکھتے ہیں اور وقت کی پہلی اکائی ہیں۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

معروف پادری جے ۔ ہنٹن ۔ نَو ولز نے 1885ء میں کشمیری محاورات ، ضرب الامثال، تلمیحات اور مقولے جمع کر کے ترتیب دیئے۔ کتاب کا نام " DICTIONARY OF THE KASHMIRI PROVERBS AND SAYINGS" ہے۔اس اہم کتاب کے آج تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ نولز نے اس کتاب میں کشمیر میں رائج تقسیم وقت کی تفصیلی جانکاری درج کی ہے۔ یہ نام آج بھی عوام وخواص میں مقبول ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| بُرُنز | ایک سیکنڈ (JUST A FLIP OF FINGER) |
| ژِیوٗہ | بارہ یا تیرہ بُرُنز |
| گَر | ساٹھ ژِیوہ |
| پہَر | ساڑھے سات گر |
| دوہَہ | چار پہَر |
| دوہَہ راتھ | آٹھ پہر (FULL DAY OF 24 HOURS) |
| ہفتہٕ | سات دن |
| پچھ | دو ہفتے |
| رېتھ | دو پچھ |
| وری | چوبیس پچھ |
| اڈراتھ | نصف شب |
| پٔتِم پہَر | رات کے تین بجے |
| کوکر بانگ | Cock Crowing (پو پھٹنے سے پہلے) |
| گزل | روشنی ہونے سے پہلے |
| برہمہٕ مہورت | روشنی ہونے سے پہلے |
| نٔیکٕ نٔیک گاش | Day Break |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | |
|---|---|
| سنّت پھوُلن | Day Break |
| پرُبھات | Day Break |
| صُبح | آفتاب نکلنے کا وقت |
| اڈکوج | آفتاب نکلنے کے بعد سوا دو گھنٹے |
| کوج | آفتاب نکلنے کے بعد سوا چار گھنٹے |
| کھنڈواوکوج | گیارہ بجے |
| دُپہَر | نصف دن |
| منّدیُن | نصف دن |
| پیشن | دو بجے |
| سہ پہر | تین بجے |
| نِمُز | بعد دو پہر کا کھانا |
| ہِمز | بعد دو پہر کا کھانا |
| دِگر | چار بجے |
| اڈدِگر | آفتاب ڈوبنے کا وقت |
| شام | آفتاب ڈوبنے کے بعد اندھیرا چھا جانے کا وقت |
| خفتن | سونے کا وقت۔ساڑھے نو بجے |
| ویلہٖ | وقت |
| از | یہ دن، آج کا دن |

(ماخوذ)

حواشی اور حوالہ جات:

I remember that in 1889 i was requested (1) to take oil seeds, in lieu of



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

cash, in paymnent of the slary of my self and my department.oil seeds were looked up on as appreciated currency, while maize and singhara nuts, with which many persons were paid were regarded as depreciated medium. Not only did the state pay it's officials in grain, but private persons paid their servants in the same fashion, and 16 to 20 khirwars of shali was the ordinary wage of a domestic servant. The currency was to a great extent shali and siliver played a subsidiary part in business of the coun(thevalleyofkashmir-page243)

(2) ڈاکٹر عبدالرشید کھانڈے نے اپنی کتاب The Sikh Rule in Kashmir کے حاشیئے میں جی۔ ٹی۔ ونے، کی کتاب سے کشمیری اوزان کی تفصیل نقل کی ہے.

According to vigne, the following method of weights was prevalent during the period under study:

3 re beads ( berries)= 1 dang.
3 dang= 1 kasyreh
41/2 kasyreh= domreh
8 kasyreh= 1 pul( a pinch)
51/2 pul= 1 pav( a handful)
4 pav= 1ser
11/2 sers= 1 manut
4 manut= 1 trak
16 traks= 1 kharwar for khar- bar-ass load)
1 kharwar= 96 sers or 144 lbs.
(the sikh rule in kashmir -p: 154. Dr. Abdul rashid khanday)

â3 ò á é land measures are calculated not by length and breadth, but by the amount of seed required by certain areas of rice cultivation. It has been found by our measurements that the kharwar of land - that is the rice area which is supposed to require a kharwar"s weight of rice -seed- exactly corresponds to 4 british acres.

20 pals=1 seer
30 pals= 1 manwath= 10 marlas



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

4 mannats= 1 trak=2 kanals= 1 rood

16 traks= 1 kharwar=32 kanals= 4 acres

the other local measures:

25 kurs= 1 trak

16 traks= 1 kharwar

For rice straw:

6 phulas= 1 gaddi

2 gaddis = 1 khuru

for length:

1 gira= 21/4 inches

16 giras= 1 gaz

20 giras= 1 gaz, in measuring pashmina cloth

( the valley of kashmir - page : 243)

Six hairs breadthwise from the mane - hair of Iraqi : (4) Horse were equal in breadth of a grain of barley- corn. Six barley corns placed together breadthwise were equivalent to one finger widths. Three finger breadths were equal to one gira. Eight giras or twenty four fingers broad were equal to two feet of land

( the Sikh rule in Kashmir- page :100. By :dr. Abdul Rashid Khanday)

............☆☆............



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیر کے روایتی لوک رقص

## ......چند باقیات......

کشمیر میں رقص و موسیقی کی قدیم ترین روایات کی صحت اور اعتباریت سے متعلق شہادتیں نہ صرف تاریخی، نیم تاریخی، مذہبی، نیم مذہبی، اساطیری اور نیم اساطیری تذکروں میں ملتی ہیں بلکہ لوگوں کے ذہنوں میں بھی محفوظ ہیں۔ تاریخ کے ابتدائی ادوار ہی سے ان فنون کو شاہی سرپرستی نصیب ہوئی۔ راجاؤں کی سرپرستی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ فنون بودھ وہاروں اور مندروں میں بھی اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ کئی راجاؤں نے مشہور ماہرین فن خوبصورت رقاصاؤں کے ساتھ شادی کر کے اُن کے فن کی عظمت و عزت پر مہر تصدیق ثبت کر لی۔ رقص و موسیقی کو نہ صرف دھارِمک عمل جان کر پروان چڑھایا گیا بلکہ کئی اقوام نے عبادات میں بھی شامل کر لیا۔ کشمیر میں طرح طرح کے تہواروں کے مواقع پر رقص و موسیقی کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں بلکہ پرانے آثار پرنئی عمارات ایستادہ کر دی جاتی ہیں، نئی عمارات کے خدوخال بدل دیئے جاتے ہیں۔ تذکرہ نویسوں نے اگرچہ اُن چند حکمرانوں کے نام محفوظ کر لئے ہیں جو رقص و موسیقی کے رسیا اور سرپرست رہے ہیں اور مشہور رقاصاؤں کا مختصر اًذکر بھی کیا ہے۔ لیکن رقص کی پوری تفصیلات نہیں دی ہیں۔ مندروں، بودھ خانقاہوں اور شاہی درباروں میں سِکہ بٹھانے کے بعد رقاصاؤں کے فن و ہُنر نے عوامی سطح پر پذیرائی حاصل کی۔ عجب نہیں وقت اور



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تاریخ کی بھول بھلیوں میں اس فن کے اصل خدوخال گُم ہو گئے ہوں اور طرح طرح کے نئے روپ دھار کر اس نے اپنے آپ کو زندہ رکھا ہو۔ آج جبکہ روئے زمین پر دور و دراز علاقوں میں رہنے والی اقوام نشر و اشاعت اور اطلاع و پیام رسانی کی جدید ترین برق رفتار سہولیات نے ایک دوسرے کے بالکل قریب کر دی ہیں تو اُن کا ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن سے اثر پذیر ہونا ناگُزیر ہو گیا ہے۔ دُنیا (Global Village) بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے ''ڈسکو'' اور ''پاپ'' رقصوں کا چلن مشرقی دنیا میں بھی ہو گیا اور کشمیر میں بھی یہ رقص اپنے لئے جگہ بنانے کے عمل میں غیر محسوس طور پر مصروف ہیں۔ شاہی سرپرستی سے محروم اور بہت حد تک مذہبی مقامات سے بے دخل ہو کر رقص کے کئی روپ رفتہ رفتہ فوک لور کی جزئیات میں شامل ہوتے گئے۔ کشمیری فوک لور میں اب ان رقصوں کے چند باقیات موجود ہیں' جو گزرے وقتوں میں عروج پر رہ چکے ہیں۔

دمالی:۔

اندازہ ہے کہ ''دمالی' لفظ کی جڑیں فارسی لفظ ''دم'' میں پیوست ہیں۔ ''دم'' سے مراد ہے ''سانس''۔ دمالی رقص کرتے ہوئے اداکاروں کا سانس پھول جاتا ہے اور وہ کبھی کبھی بے ہوش ہو کر، گر جاتے ہیں۔ ''دم' لفظ کی کئی جہتیں کشمیری صوفی شاعری میں ملتی ہیں۔ اصطلاح میں دمالی ایک ایسا رقص و کھیل ہے' جس میں اداکار ذرا سانس روک کر ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے، دائرہ بنا کر پوری قوت کے ساتھ زمین پر پاؤں مار مار کر، کمال سنجیدگی کے ساتھ ڈھولوں کی آواز پر چلتے ہیں۔ ''دمالی'' کو دنبالی'' بھی کہتے ہیں۔ اس نام کا ماخذ بھی فارسی لفظ ''دنبال'' ہے، جس کا مطلب ہے ''پیچھے''۔ اس رقص میں چونکہ اداکار ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، اس لئے اس کا نام ''دنبالی'' ہو گیا۔ کشمیر میں رائج دمالی کا یہ طرز بقول اوتار کرشن رازدان:

''دمالی رقص کوہِ ہمالہ کے مضافاتی علاقہ جات، مشرقی بنگال اور نیفا



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے سرحدی علاقوں میں رہنے والوں میں بھی مقبول ہے۔ وہاں اِس کا نام دمالی (دمالی) کے بجائے ''دامیل'' ہے''(۱)

فاضِل مقالہ نگار کے خیال میں یہ رقص آریوں کے وارِدِ کشمیر ہونے کے زمانے میں ہی شروع ہو چکا تھا' جبکہ انہوں نے ناگوں اور پشاجوں کو بزورِ بازو یہاں سے بھگا دیا تھا یا اپنا مطیع بنالیا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رقص ناگ اور پشاج لوگوں نے وہاں پہنچا دیا ہے۔ شفیع محمد میر نے ایک مقالہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص'' میں لکھا ہے کہ

''قلندرانہ رقص ''دھمالی'' آج تک کشمیر میں جاری ہے۔ ممکن ہے کہ صوفیانہ' موسیقی کی چودہ ماتراؤں کی تال ''دھمال'' (امیر خسرو کی ایجاد کردہ تال) میں یہ قلندرانہ رقص ہُوا ہو''(۲)

دمالی کھیلنے والے اداکاروں کو''دمالہِ مُتی یا دنبالہِ مُتی بھی کہتے ہیں اور ''دمالہِ فقیر'' بھی۔ ''دمالہ مُتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کیف و سرمستی سے سرشار ہو کر حد سے زیادہ جذبہ سُپردگی کے ساتھ دمالی کھیلتے ہیں۔ بعض اوقات اُن کو کسی اور بات کا ہوش نہیں رہتا۔ ''مُتی'' کے معنی ہیں ''دیوانے، مست، عاشق''۔ دمالی دیوانہ وار کھیلی جاتی ہے۔ اسی لئے ان اداکاروں کو''دمالہ مُتی'' کہا جاتا ہے۔ دمالی کھیلنے والے پیشہ ور اداکار موسم بہار اور موسم خزاں میں دیہاتیوں کے آنگن اور کھیت کھلیانوں میں گھوم گھام کر دمالی کھیلتے ہیں اور کچھ آزوقہ حاصل کرتے ہیں، اسی لئے ان کا نام ''دمالہِ فقیر'' یعنی دمالی کھیلنے والے فقیر پڑ گیا۔ کشمیر میں دمالی کھیلنے والے اداکاروں کا تعلق لوک تھیٹر کے فنکاروں کے قبیلے، جن کو عرفِ عام میں ''بھانڈ'' کہا جاتا ہے، سے ہے۔ اُن کے علاوہ کچھ قبیلوں کے بعض لوگ' اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے (جس کو کشمیری میں ''لگ'' کہتے ہیں) عقیدتاً ''کبھی کبھی کسی ولی یا ریشی کی زیارت گاہ پر ہونے والی دمالی میں حصہ لیتے ہیں۔ کشمیر کے مشہور بانڈ فنکار' روایتی پاتھروں (لوک ڈراما) کے ترتیب کار، لوک تھیٹر کے تجدید کار اور ڈراما نگار محمد سُبحان بھگت نے دمالی کے بارے میں لکھا ہے:

''دمالی کھیلتے وقت ڈھولوں پر جو تال بجائے جاتے ہیں' اُن کے نام ہیں: سوآرری،

---



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رؤش، چرکہٕ اور ڈفلہٕ۔لیکن ''سوآری'' نام کی جوتال سُر نےَ (سُرنائی) بجانے والے فنکار بجاتے ہیں، وہ ذرا مختلف ہوتی ہے۔دمالی میں بجائی جانے والی تال جس کو سوآری کہتے ہیں، یہ ہے:

دِن تکہٕ، دِن تکہٕ، دِن تکہٕ، دِن تکہ

دِن تکہٕ، دِن تکہٕ،، دِن تکہٕ، دِن تکہ

ڈھولوں پر اس وقت تک یہی تال بجائی جاتی ہے جب تک ''دمالہ مَتّ'' اسی گاؤں میں داخل ہوکر دمالی شروع کر لیتے ہیں۔جونہی ''دمالہِ مَتّ'' یکجا ہوکر دائرے میں ایستادہ ہو جاتے ہیں تو ڈھول بجانے والے لَے اور تال بدل دیتے ہیں۔اُسی تال کو ''رَؤش کہا جاتا ہے۔ اسی دُھن پر دائرے میں لَے اور تال پر قدم اُٹھاتے ہوئے اداکار رقص شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کا امیر ''دمالہِ موت'' دُعا مانگنے لگتا ہے۔دوسرے اداکار اور تماشہ بین ہاتھ دراز کر کے زور زور سے آمین کہتے جاتے ہیں۔روش تال یوں ہے:

دِن تکہٕ، دِن تکہٕ ، دِن تکہٕ، دِن تکہ

دِن تکہٕ ، دِن تکہٕ ،، دِن تکہٕ ، دِن تکہ

دُعا مانگنے اور آمین کہنے کا عمل پورا ہونے تک ''رؤش'' تال بجتی رہتی ہے اور اِس عمل کو ''چرکہٕ دمالٔی' کہتے ہیں۔اِس کے بعد ڈھولوں پر ''سہ تال'' بجائی جاتی ہے اور دمالی جاری رہتی ہے۔پھر ''ڈفلہ'' نام کی تال کے بجائے جانے کی باری آتی ہے۔اِس تال پر کھیلی جانی والی دمالی کو ''ڈفلہٕ دمالٔی'' کہا جاتا ہے۔اس دمالی میں یہ ''ڈفلہٕ تال'' بجتی رہی ہے:

دِن دِن دِنا دِنِ تکہٕ، دِن دِن دِنا دِن تکہٕ دِن دِن دِنا دِن تکہٕ

دَ دَ دَ دَ دِن تکہٕ، دَ دَ دَ دَ دِنِ تکہٕ، دَ دَ دَ تکہٕ دن، دَن دِن دِنا دِنِ تکہٕ

ڈفلہ دمالی نہایت مُشکل عمل ہے۔اس عمل کے دوران ایک ہی اداکار بقدر ظرف و صبر سانس روک کر دمالی کھیلنے لگتا ہے۔اس کو دمالی کا نکتہ عروج سمجھنا چاہئے۔اس کے بعد کچھ



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اداکار ''گتکہ بازی'' کے کرتب دِکھاتے ہیں۔ ''گتکہ بازی'' کے اختتام پر پھر ''سوآری'' نام کی دُھن بجائی جاتی ہے۔ دُعا مانگی جاتی ہے اور آمین کرائی جاتی ہے'' (3)

بہار کی آمد کے ساتھ ہی کشمیر میں مذہبی تہواروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زمستان کے دوران بزرگان دینؒ اور اولیائے کاملینؒ کے ایام ہائے ولادت و وفات پر تقاریب کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے مگر سردیوں میں آمدورفت اور عبور و مرور میں قدرے رُکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ موسم بہار میں گاؤں گاؤں قریہ قریہ میلے اور عرائس شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کی مذہبی اہمیت تو ہے ہی لیکن مدتوں سے ان کی سماجی اہمیت اور افادیت بھی چلی آ رہی ہے ۔ یہ عقیدتی تقاریب عوام کے تفنُّنِ طبع کے لئے ایک طویل سِلسلہ جشن کا کام بھی کرتی رہتی ہیں۔ چرارِ شریف میں علمدار کشمیر حضرت شیخ نورالدینؒ ریشی کا عُرس ہو، عیشمقام کا ''پھرود'' (عُرسِ حضرتِ زین الدینؒ ریشی) ہو، میلہ بجبہاڑہ (عُرسِ حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی) یا عُرسِ حضرت جانبازؒ ولی کشمیری ان میں بلاتفریق مذہب ومسلک شریک ہوتے رہتے ہیں۔ آج بھی ریشیوں اور اولیاءؒ اللہ کے کئی مزارات اور زیارت گاہوں کے آس پاس عرائس کے دوران اسلاف کی روایات پر عمل کر کے دمالی ناچ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاہم مجموعی طور پر دمالی ناچ کے مواقع کم ہو گئے ہیں اور اس کی ترقی اور ترویج کے امکانات مخدوش نظر آتے ہیں۔ لوک تھیٹر سے وابستہ اداکاروں کے بچے اب اِس ناچ کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔

ماضی قریب کی بات ہے کہ کشمیر کے مشہور علمی، ادبی اور تاریخی اہمیت کے شہر بجبہاڑہ میں، حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی کے عُرس کے موقع پر ''مائکہ مہراز'' دیکھنے کو ملتا تھا۔ یہ میلہ آج بھی منایا جاتا ہے، جس میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مضافات سے کئی روز تک لوگ جوق در جوق آتے رہتے ہیں۔ ''مائکہ مہراز'' یعنی میلے میں سج دھج کر گھوڑے پر سوار ''علامتی دُلہا'' جس کی روایت پرانے زمانے سے چلی آ رہی تھی، حضرت شیخ نورالدین ریشی کی جائے ولادت کیموہ کلگام سے لایا جاتا تھا۔ عقیدت منداس کے آگے پیچھے دائیں بائیں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چل کر بجبہاڑہ پہنچ جاتے تھے۔ جب ''مائہ مہراز'' بجبہاڑہ میں داخل ہو جاتا تو شہر کے اطراف واکناف میں ڈھول بجنے لگتے تھے۔ ڈھول بجانے والے اور دمالی کھیلنے والے زیارت گاہ حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی کے صحن میں جمع ہو کر رات گئے تک دمالی کھیلتے رہتے تھے۔ ''مائہ مہراز'' سجانے اور کیموہ سے بجبہاڑہ تک عقیدت اور تزک واحتشام کے ساتھ پہنچانے کا رواج کب کا ختم ہو چکا ہے مگر ایک زمانے میں اس کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ عورتیں اس ''علامتی دُلہے'' کی تعریفیں روایتی ونہ وُن گا کر کرتی تھیں۔ میلہ حضرتِ بابا نصیب الدینؒ غازی میں شرکت کرنے کے لئے جو خواتین مضافات سے آتی تھیں وہ حضرت بابا نصیب الدینؒ کی روحانی عظمت اور اپنی عقیدت کا اظہار ان روایتی گیتوں کے ذریعے کرتی تھیں، جو وہ بجبہاڑہ کی طرف گامزن ہونے کے دوران مختلف ٹولیوں میں بٹ کر گایا کرتی تھیں۔ یہ چیزیں اب لوک ادب کا حصہ ہیں ۔

مائلہِ مہرازو لرِ پکہِ ہویَو الٕہِ تےَ بادام چھکہِ ہو یو

(مائلہِ مہراز، ہم آپ کے ساتھ ساتھ چل کر الائچی اور بادام نچھاور کریں گے)

مائلہِ مہراز ووت بابہِ نٔصی بُن یےَ لالوسون ونہِ وُن ئےِ بوز

(مائلہِ مہراز، بابا نصیب الدینؒ کے پاس پہنچ گیا، اے پیارے، ہمارے گیت سُن)

بابأ نٔصی بسؒ سونہِ سُند تالو پیرِ دِتم آلواوری یمہ لو لو

(حضرت بابا نصیب الدین غازی کی درگاہ کی چھت سونے کی ہے، اے میرے پیر ومُرشدِ مجھے اپنے پاس بُلا لیجئے)۔

حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی کی پوری زندگی تبلیغ اسلام میں گزری ہے۔ آپ ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ کو انتقال فرما گئے۔ بقول پروفیسر غلام محمد شاد:

''اُن کی وفات کے موقعہ پر خُلفاء اور مریدین نے باہمی مشاورت کر کے ۱۳ محرم الحرام کو ہر سال اپنے مرشد کا عُرس منانے کا فیصلہ کیا اور ڈھول کی آواز



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے ساتھ لوگوں کو عُرس کے انعقاد کی اطلاع بہم پہنچانا طے پایا، جو مرورِ ایام کے ساتھ سوداگروں، میوہ فروشوں اور خوردہ فروشوں کے معاشی فائدے اور روزگار کے وسیلے کے علاوہ سماجی تفریح کی وجوہات کی بنا پر ''دمالی یا دنبالی'' کی شکل اختیار کر گیا۔ (4)

محمد مقبول مقبل، جو بجبہاڑہ کے رہنے والے تھے، نے اپنے کتابچہ ''ابوالفقراء'' میں لکھا ہے:

''آج کل اُن کی (حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی) برسی جو عام طور پر ان کے یوم وصال پر منائی جاتی ہے، کے موقعہ پر دمبالی کی جاتی ہے۔ جب ابوالفقُراء کسی گاؤں یا قصبہ میں تبلیغ کے لئے جاتے تو وہاں پہلے پہل ڈھول پیٹا جاتا تھا تا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ دمالی (دمبالی) میں جو کرتب دکھائے جاتے تھے اُن کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت موصوف اپنے خلفاء کو جنگ کی تربیت دیتے تھے اور اُن کی روحانی نشو و نما کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی نشو و نما کی طرف بھی توجہ دیتے رہے۔'' (5)

**ہکٹ :۔**

ہکٹ لڑکیوں کا ایک کھیل ہے، اس میں نوجوان لڑکیوں کے علاوہ چھوٹی بچیاں بھی دلچسپی لیتی ہیں۔ عام طور پر دو لڑکیاں آمنے سامنے ایستادہ رہ کر ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ اور پاؤں ملا لیتی ہیں، دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتی ہیں۔ جسموں کو ذرا پیچھے کی طرف آویزاں ڈال کر تیز رفتاری کے ساتھ دائرے کی صورت گھومتی رہتی ہیں۔ اس عمل کے دوران چھوٹے چھوٹے شعر، مصرعے یا نیم مصرعے بھی پاؤں کی رفتار اور گردش اور سانسوں کے رفتار کے مطابق گاتی ہیں۔ بعض اوقات اس مخصوص رقص کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ دونوں لڑکیاں گویا ایک ہی دکھائی دیتی ہیں۔ کبھی کبھی رقص اور سانس کی تیز رفتار کی وجہ سے لڑکیاں زمین پر گر جاتی ہیں۔ کبھی کبھار دو سے زیادہ لڑکیاں بھی ایک ساتھ ہکٹ کھیلتی ہیں۔ اس رقص کی تکنیک اور اہمیت کے بارے میں شفیع محمد میر رقمطراز ہیں:



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

''ہکٹ'' حالانکہ اپنا الگ مقام رکھتا ہے۔ یہ اصل میں کم عمر لڑکیوں کا کھیل ہے، جس میں دو لڑکیاں خاص لوک گیت ''ہکچہِ بأتھ'' گاتے ہوئے سوراشٹر کے ''گربا'' رقص کے انداز میں ایک دوسرے کے ہاتھوں پر ہاتھ مار کر ولمبت لئے کے مطابق جھومتی ہیں۔ گانا ختم ہوتے ہی لڑکیاں جلدی سے ایک دوسرے کی طرف مُنہ کئے دایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے اور بایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پنجاب کے کِکلی (KIKLI) رقص کی طرح پیروں کے پنجوں کو مرکز بناتے ہوئے اور پاؤں کو کھسکاتے ہوئے چکر لگانا شروع کرتی ہیں۔ اس بیچ وہ گانے کی آخری لائن کو دہراتے ہوئے لئے اور گتہ کو ایک دم سے چوگن لئے میں لے جا کر ناچتی ہیں۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی چکرانے کی وجہ سے کئی لڑکیاں گرنے لگتی ہیں۔'' (6)

## چند ''ہکچہِ بأتھ''

**(1)**

اِکٹا، ہِکٹا

بأے أنم ڈُوٗنی کاہ

بانہِ کُٹھہِ سوہ کیا

ہشہِ زأم دِمہٕ کیا

(اِکٹا ہِکٹا' میرا بھائی میرے لئے گیارہ اخروٹ لے آیا مگر یہ کافی نہیں ہیں۔ باورچی خانے میں کتنے اُبالوں، ساس اور نند کو کتنے دے سکوں!''

**(2)**

ہِکٹ کرو ترکٹہٕ مُنو داں کھار

رنو کتےٚ واژ وان

کھیمو کتے منڈ لے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اِدٕ نیرو َ                     ِگند نے

رِنٛدٕ پھوٗ پھوٗ                 رِنٛدٕ پُھو پُھو

( آؤ ہکٹ کھیلیں ، بڑھیا قسم کی ایک خروار شالی کوٹ لیں ، مگر پکائیں کہاں ؟ وازوان میں ( جہاں شادی بیاہ کی تقریبات کے لئے آشپاز گوشت سے طرح طرح کے پکوان تیار کرتا ہے ) ۔ کہاں بیٹھ کر کھائیں ؟ باورچی خانے میں ۔ کھا کر ہکٹ کھیلنے میں مزہ آئے گا )

**(3)**

سورمہٕ برٕتھ شُر نجن چھُھے       لوتہٕ لو

سونٛ برٕتھ گنجن چھُھے       لوتہٕ لو

مائٔز کرِتھ پنٛجن چھُھے       لوتہٕ لو

(واہ واہ ! میرے لئے سرمہ دانیاں سُرمہ سے بھری پڑی ہیں ، سونا خزانوں میں بھرا پڑا ہے ، میری انگلیوں میں مہندی لگی ہوئی ہے ، واہ ، واہ ! )

رۆو:

رۆو عورتوں کے ساتھ مخصوص ایک روایتی کھیل ہے ۔ کچھ لوگ اسے روو بھی کہتے ہیں اور روف بھی ۔ شہری علاقوں میں روف زیادہ مستعمل ہے ۔ ''رۆو'' لفظ کو عام طور پر کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے ۔ ''رٕون'' لفظ '' روو'' کی بنیاد ہے ۔ ''رٕوٗن'' کے معنی ہیں خوشی سے جھوم اُٹھنا ۔ اس کھیل کے دوران جو لوک گیت گائے جاتے ہیں ، ان کو ''رٕ وی بأتھ'' کہا جاتا ہے ، بعض اوقات ''رۆو'' بھی ۔ یہ کھیل کھیلتے وقت بھی یہی نام دہرایا جاتا ہے ۔

رۆو   یے   مالا   رۆویَے       ولے ویٛسی کرَوے روویَے

(رقص ہے میری جان رقص       آ سہیلی ہم رقص کریں )

محمد یوسف ٹینگ کے مطابق یہ نہ روو ہے ، نہ روہ اور نہ ہی روف بلکہ یہ ''روب '' ہے ۔ (7) بعض محققوں کو روو کو رقص کہنے میں عیاں وجوہات کی بنا پر تامل ہے لیکن عام طور پر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اسے رقص کہا جاتا ہے۔ اغلب ہے کہ یہ کسی قدیم رقص کی باقیات میں سے ہو۔

اصطلاح میں رووایک آہستہ آہستہ کئے جانے والے رقص کا نام ہے، جس کے دوران عورتیں ذرا اونچی مگر سریلی آواز میں لوک گیت گاتی ہیں۔ ان گیتوں کے لئے موسیقی کے آلات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کسی زمانے میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ اس رقص میں شامل رہتے تھے۔ روو کھلے میدان، آنگن اور خالی کھیت کھلیانوں میں کیا جاتا تھا۔ عورتیں دو قطاروں میں ایستادہ رہتی تھیں اور اپنے دونوں بازو پھیلا کر اپنے دائیں یا بائیں والی لڑکی یا عورت کی کمر میں ڈال دیتی تھیں یا کبھی کبھار اپنا ہاتھ ایک دوسرے کے کاندھوں پر رکھ لیتی تھیں۔ دونوں قطاریں آمنے سامنے رہتیں یا کبھی کبھی نیم دائروں کی صورت میں روبرو ہو جاتیں۔ ایک قطار میں شامل عورتیں کوئی گیت شروع کرتیں، جسے دوسری قطار کی عورتیں اسی انداز میں دہراتی جاتی ہیں۔ عورتیں لے کے مطابق ایک ساتھ اپنا دائیاں پاؤں آگے کرتی ہیں اور بائیں پیر کو صرف ہلکی سی جنبش دے کر جلدی سے اپنی جگہ پر لاتی ہیں۔ تب دائیں پاؤں کو پھر لہرا کر پیچھے لے جا کر واپس آگے لاتی ہیں اور بائیں پیر کو پہلی جیسی حرکت دیتی ہیں۔

> ''روف (روو) کی بنیادی حرکات کو مدِنظر رکھ کر رقص کی حرکات میں تجربے کے طور پر کچھ اضافے کئے گئے، جسے اوپری طبقوں میں کافی سراہا گیا۔ یہ فن بڑی تیزی کے ساتھ شہرت کے زینے چڑھتا ہوا بیرون ریاست پھر بیرون ملک اپنے کامیاب مظاہروں کی بدولت کافی شہرت پا گیا مگر یہ فن بھی عید اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ہمیں آنگن آنگن کے بجائے صرف ٹیلی وژن پر ہی دیکھنے کو ملتا ہے'' (8)

حقیقت یہ ہے کہ اگر سرکاری و نیم سرکاری تمدنی ادارے اور غیر سرکاری تمدنی انجمنیں کبھی کبھی رؤ و رقص کا اہتمام نہ کرواتیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس کو اپنے پروگراموں میں شامل نہ کرتے تو یہ رقص داستان پارینہ بن چکا ہوتا۔ تفریح کے جدید ترین وسیلوں کی



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بہتات، ریڈیو، ٹیلی ویژن حتیٰ کہ ٹیلی کمیونکیشن جیسے ذرائع نے اس فن میں صنفِ نازک کی دلچسپی ختم کر دی۔ وہ زمانہ گیا جب عورتیں پُرسکون چاندنی راتوں کے دوران مذہبی تہواروں کے موقعوں پر عقیدتی گیت گا گا کر خاموشی کو چیرنے والی مسحور کُن آواز سے مسحور کُن ماحول پیدا کرتی تھیں۔ آنگن آنگن قطار در قطار عورتیں رووکرتی اور گیت گایا کرتی تھیں۔

آج سے پینتالیس سال پہلے علی محمد لون نے رؤف (رؤو) کے بارے میں لکھا تھا:

''رؤف ماہِ رمضان کی شاموں اور عید کے دونوں تہواروں پر گایا جاتا ہے۔ کبھی کبھار کچھ ایسا ماحول بندھ جاتا ہے کہ ایک ہی محلے میں عورتوں کی کئی ٹولیاں ایک ساتھ روف گاتی ہیں اور ہر طرف گیتوں کی گونج پیدا ہوتی ہے۔ سارا گرد و پیش ایک عجیب و غریب کیفیت کا حامل ہو جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں کبھی دل کا غم بڑھ جاتا ہے اور کبھی انسان کی اپنی آرزوئیں اور تمنائیں اُسے زندگی کی تلخیوں کا احساس کرانے کے باوجود یہ بھی یاد دلاتی ہیں کہ زندگی خود محبت ہے اور محبت زندگی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رؤف کشمیر کا لوک رقص ہے، لیکن میرے خیال میں یہ غلط ہے۔ عورتیں جب دو دھڑوں میں بٹ کر روف گاتی ہیں تو وہ ایک دوسری کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر ٹانگوں کو ایک خاص (Rythem) جھلاتی ہیں۔ گانے کی لے سے اس کا بعض اوقات کوئی سروکار بھی نہیں ہوتا۔ اس ذراسی حرکت کے لئے اسے رقص کا سزاوار قرار دینا محلِ نظر ہے۔ رؤف کے گیتوں کے موضوع میں خاص تنوع اور رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔ زیادہ تر موضوع عورت کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ عورت کی زندگی میں جو خاص مرحلے اور مقام آتے ہیں، اُن میں اُس کا بچپن، میکہ، سسرال، محبت، نفرت جینا مرنا اور کئی دوسری چیزیں آتی ہیں۔ ہمارا رؤف ان سبھی مرحلوں کا احاطہ کرتا ہے۔ کشمیری عورت کبھی قہقہے لگاتی اور خوشی میں کلکلیں بھرتی تو کبھی آنسو بہاتی اور اپنی دُکھ بھری زندگی کا ماتم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ سسرال میں ساس، سُسر اور نند بھاوجوں کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہاتھوں تنگ آئی ہوئی عورتیں ان گیتوں میں اپنے خیالات پیش کرتی ہیں'' (9)

**(1)**

عید آیہِ رسہٕ رسہٕ عید گاہ وسہٕ وَے، عید گاہ وسہٕ وے
یمٕہِ انٛدٕ نبیؐ صاٮ۪ب تمی انٛدٕ وسہٕ وے تمی انٛد وسہٕ وے
درۆدِ پران واپس کھسہٕ وے، واپس کھسہٕ وے
یمٕہِ انٛدٕ دستگیرؒ صاٮ۪ب تمہِ انٛدٕ وسہٕ وے تمہٕ انٛدٕ وسہٕ وے
درۆدٕ پران واپس کھسہٕ وے واپس کھسہٕ وے

(سکھیو! عید آئی ہے، چلو عید گاہ چلیں۔ جس جانب نبیؐ صاحب کا دربار ہے اُسی جانب سے چلیں اور درود خوانی کرتی ہوئی واپس آئیں۔ جس جانب دستگیرؒ صاحب کا دربار ہے اُسی جانب سے چلیں، سکھیو چلو عید گاہ چلیں۔)

**(2)**

درۆدِ ورحمت ژورن یارن ، ژورن یارن
نبیؐ صاٮ۪ب پاۓدٕ کۆر پروردِگارن، پروردِگارن
تہنٛدٕ ے نورٕ پیوو نبہٕ چَن تارن نبہٕ چَن تارن
نبہٕ چَن تارن ، عمہٕ سیپارن ، عمہٕ سیپارن

(محمدؐ رسول اللہ کے چاروں یاروں (خلفاے راشدینؓ) پر درود و رحمت۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محترم کو پیدا کیا۔ انؐ ہی کے نُور سے آسمانوں میں تارے روشن ہوگئے پارہ عم میں بھی اُنہی کا نُور ہے۔ خلفائے راشدین پر درود و رحمت ہو)

**(3)**

شب قدر تے، شبِ معراج آوے مُلکس گاش
نبی صاٮ۪بس تالہِ پیٹھ تاج آوے مُلکس گاش
تاج لأگتھ کوٚرن معراج آوے مُلکس گاش

(شبِ قدر اور شبِ معراج سے سارا عالم منوّر ہوگیا۔ ہمارے محمدﷺ سر پر تاج رکھ کر معراج کو گئے۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سارا عالم منور ہو گیا)

**(4)**

زٔن کھٔژ مَے لِو پیہٕ مے ببرے
وسہِ زونی بے کُستن خبرے
بأے واٚجتھن بأے واتان خبرے
یس نہٕ آسان سَہ چُھ نیران نظرے
ببہٕ واتھن بب چھہِ واتان خبرے
یس نہٕ آسان سہ چھہِ نیران نظرے
وسہِ زونی بے کستن خبرے

(ریحان کے پودے پر شبنم گری۔ اے چاند! آ بے کسوں سے خیر خبر پوچھ۔ جن کے بھائی ہوتے ہیں وہ ان کی خیر و عافیت پوچھتے ہیں اور جس کا باپ زندہ ہوتا ہے وہ اُس کی خیریت پوچھنے آتا ہے۔ جس کا بھائی نہ ہو، باپ نہ ہو وہ دور دور تک راستے تکا کرتی ہے، اے چاند! آ' بے کسوں کی خیر خبر پوچھ!)

## رنگولی رقص:

کشمیری پنڈت شادی بیاہ کی مختلف تقریبات کے دوران طرح طرح کی دھارمک رسوم کا پالن کرتے آئے ہیں۔ ان میں ایک رسم کو 'وِیوگ تراوُن'' کہتے ہیں۔ ویوگ زمین پر مختلف رنگوں سے ایک دائرے کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ مختلف دھارمک رسوم ادا کرنے کے بعد دُلہے یا دُلہن کو اسی ویوگ کے اندر بٹھایا جاتا ہے۔ عورتیں ونہ وُن (شادی بیاہ کے موقعے پر گائے جانے والے لوک گیت) کے بعد ''ویگی وژن'' گایا کرتی، ''ویگی وژن'' سے مراد ہے'' رنگولی کے گیت عورتیں گیت گاتی ہوئی ویوگ کے گرد چکر کاٹتی رہتی ہیں۔ موتی لال ساقیؔ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

''رنگولی کے گیت بھی شادی بیاہ کی تقریب کا حصہ ہیں مگر یہ گیت صرف



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیری پنڈتوں تک ہی محدود ہیں ۔ یہ گیت دُلہا کے سُسرال روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد رشتے ناطے کی عورتیں وِواہ منڈل کا دائرہ بنا کرناچتے ہوئے گاتی ہیں اور ایک کے بعد ایک گیت کوالاپتی جاتی ہیں ۔ رنگولی کے گیت دراصل رقص کے گیت ہیں ۔ان میں ایک خاص قسم کا زیروبم اور آہنگ موجود ہے ۔ ہمارے یہاں شادی بیاہ کی تقریب پر رقص کرنے کی روایت موجود تھی ۔ جو دھیرے دھیرے اب صرف وِواہ منڈل کے گرد چکر لگانے تک محدود ہوکر رہ گئی(10)

رنگولی کے گیتوں کی چند مثالیں:

(1)

شولہٖ وُون گنڈ موختہٖ ہار          لولہٖ یزمن بأیِ یے
دیوکی مائلی' راز یزمن بأیے          ماجے تارُکھ زوویَے
تاج لأگتھِ ہوورُ درویَے          لولہٖ یزمن بأیِ یَے

(او جمانی جی ، چمکدار موتیوں کی مالا گلے میں پہن لے ۔اری، دیوکی رانی جمانی' تُو نے سب سے بہترین ستارے کوجنما، وہ سر پرتاج رکھ کر سُسرال کی طرف چل دیا )

(2)

ہُمہٖ وۆتھُم تہٖ وِیگہٖ کھۆتُم          طوطہٖ وُوتھم یارٕبل
مامہٖ لالن کو چھہٖ ہیۆتُم          طوطہٖ ووُتھم یارٕبل
رنگہٖ یںٔدرس توسہٖ کۆتُم          طوطہٖ ووتھُم یارٕبل

(ہُم دھارمک رسم ) کے بعد میرالاڈلا ویوگ پرتشریف لے گیااور وہاں سے پن گھٹ کی طرف چلا گیا۔ ماموں جان نے گود میں بٹھایا۔میں نے رنگین چرخے پرشاہ توس کات لیا۔میرالاڈلا پن گھٹ کی طرف چلا)

(3)

پوشپری شمعس کوزُم گتھاہ          رتھ ہا وندے مالنیو



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مےٚ چھم بہٕ لاٰلینز ستھاہ	رتھ ہا ونڈے ماٰلنیو
مے چھم بأے لاٰلینز ستھاہ	رتھ ہار ونڈے ماٰلنیو

(یگنو پویت کے گیت)

(میں نے پروانے کی طرح شمع کے ارد گرد چکر لگائے ، اے میکے ، تجھ پہ واری جاؤں ۔ اپنے باپ اور بھائی پر خاص بھروسہ ہے ، اُن کی امید سے تقویت ملتی ہے ، اے میکے ، تُجھ پہ واری جاؤں)۔

**بچہ نغمہ:**

کشمیری زبان کی اس ترکیب میں ''بَچہٕ'' سے مُراد ہے ''رقاص'' اور نغمہ سے ''رقص'' ہے ۔ اردو لغت میں نغمہ کے یہ معنی ہیں : راگ ۔ گیت ۔ ترانہ ۔ سُریلی آواز ۔ ترنُم (۱۱)

لیکن کشمیری زبان میں ''نغمہ'' ، مجلس موسیقی ، رقص اور نخرے کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ چھکری کشمیریوں کی محبوب و مقبول لوک موسیقی ہے ۔ اسی چھکری کی لے پر شادی بیاہ کی تقریبات کے دوران کوئی خوش اندام اور خوش آواز لڑکا یا نوجوان کتھک طرز پر رقص کرتے کرتے مختلف کرتب دکھاتا ہے اور طرح طرح کے نخرے کرتا ہے ۔ کشمیری میں ''کوٗٹ'' ، لڑکے کو کہتے ہیں ، اسی لئے اس رقاص کو ''بچہٕ کوٗٹ'' کہا جاتا ہے ۔ اُس کا لباس جاذبِ نظر ہوتا ہے ۔ وہ پاؤں میں گنگھرو باندھ کر ، سر پر زری دار زنانہ ٹوپی پہن کر اور شانوں پر نازک مگر منقش دوپٹہ رکھ کر مختلف جسمانی حرکات کے ذریعے اشعار کی وضاحت کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے ۔ گانے اس کی پیشوائی میں گائے جاتے ہیں ۔ اُس کے اسی رقص کو ''بچہٕ نغمہٕ'' کہا جاتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ کشمیر میں ''حافظہ نغمہ'' یعنی حافظاوں کے رقص و موسیقی کے خاتمے کے بعد ''بچہٕ نغمہٕ'' نے قبول عام حاصل کیا تھا ۔ حافظاؤں اور ان کے فن کے اختتام کے بعد ''بچہ نغمہ'' لوک رقص میں شامل ہوگیا ۔ ''بچہ نغمہ'' کے بارے میں شفیع محمد میر رقم طراز ہیں :

''حافظہ نغمہ'' کے ساتھ ساتھ جو رقص وجود میں آ گیا ، اُسے بچہ نغمہ کہتے ہیں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۔افغانستان کے طرز پر اس رقص کو لڑکے ہی پیش کرتے ہیں اور اس کا مقصد محض عام لوگوں کی تفریح ہے۔ یہ رقص ابھی بھی شادی بیاہ کی محفلوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چھوٹے لڑکوں کو کم عمری ہی میں گانے کے ساتھ ساتھ رقص کی تربیت دی جاتی ہے۔ تربیت حاصل کرنے کے بعد یہی لڑکے ''بچہِ کوٗٹ'' کہلاتے ہیں۔ رقص کے دوران بچہِ کوٗٹ ایک ایسا لباس زیب تن کرتا ہے جو بہت حد تک کتھک کے ''انگ رکھا'' کی شکل کا ہوتا ہے اور اسے پیشوازہ کہتے ہیں۔ اوپر کا حصہ تنگ بلاوز اور نچلا حصہ سکرٹ کی طرح کافی پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ فنکار اپنے کندھوں کے اُوپر ایک دوپٹہ، کچھ اس طرح سے ڈالتا ہے کہ ایک حصہ کندھے پر اور دوسرا حصہ دوسرے بازو پر رہتا ہے، جسے وہ رقص کے بیچ کبھی سر پر اور کبھی ہاتھوں میں گھماتا ہے۔ پاؤں میں گنگھرو بھی باندھتا ہے ۔رقص کے شروع میں پہلے سازوں کے ہلکے دھیمے سروں کے ساتھ رقاص سلامی پیش کرتا ہے۔ اس بیچ موسیقی کی دُھن بدلتی ہے اور ''بچہ'' (رقاص) پہلے وِلمبت، پھر مدھیہِ اور آخر پر دُرت لئے میں (Foot Work) یا گنگھرو بندھے پاؤں کے مختلف انداز پیش کر کے اپنی فنی مہارت کا مظاہرہ کرتا ہے اور ناظرین سے داد حاصل کرتا ہے۔ کبھی کبھی رقاص عورتوں کی گھریلو زندگی مثلاً بالوں میں کنگھی کرنے، سُرمہ لگانے، چرخہ کاتنے، آٹا گوندھنے اور روٹی بنانے کی نقل بھاؤ کے ذریعے اتارتا ہے اس دوران سازوں پر کوئی مقبول دھن بجتی ہے''(12)

## بانڈ نٔرن:

''بانڈ پأتھر'' کشمیر کا فوک تھیٹر ہے۔ ''پأتھر'' سے مراد ہے ''کھلے میدانوں میں بنا سٹیج کھیلے جانے والا روایتی ڈراما'' اور یہ ڈراما کھیلنے والے فنکاروں کو '''' بانڈ'' کہا جاتا ہے۔'' بانڈ پأتھر'' اصل میں موسیقی، رقص، ادکاری اور نقالی کا سنگم ہے۔ رقص کے بغیر ''بانڈ پأتھر'' ہو نہیں سکتا بلکہ بانڈ پأتھر کو رقص سے ہی شروع کیا جاتا ہے۔ فنکار مختلف قسم کے رقص کرتے ہیں



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مثلاً انفرادی رقص مجمع کی صورت میں رقص، چھوٹے چھوٹے دائروں میں رقص، بڑے بڑے دائروں میں رقص۔مختلف رقصوں کے دوران لے اورتال بھی مختلف ہوتی ہے۔

☆☆

## حوالہ جات اور فوٹ نوٹ:

(1)......سون ادب 1977ء کلچرل اکادمی، مقالہ: سون نُژن تہ گنُدِن۔ مقالہ نِگار: اوتار کرشن رازدان ص:227۔

(2)......شیرازہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیر'' 1997ء۔ کلچرل اکادمی۔ مقالہ: صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص۔ مقالہ نگار: شفیع محمد میر۔ ص:260۔

(3)......بانڈِ جشن 1984ء۔ محمد سبحان بھگت۔ ص:61-60 (کشمیری سے ترجمہ)

(4)......اولیائے کشمیر، کلچرل اکادمی۔ مقالہ: حضرت بابا نصیب الدینؒ غازی: مقالہ نگار: پروفیسر غلام محمد شاد۔ ص:514۔

(5)......ابوالفقراء۔ مُرتب: مرحوم محمد مقبول مقبل۔

(6)......شیرازہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیر'' 1997ء۔ کلچرل اکادمی۔ مقالہ: صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص۔ مقالہ نگار: شفیع محمد میر۔ ص:269۔

(7)......سرمایہ تہ سام، غلام نبی آتش، 2012۔ سرنامہ از محمد یوسف ٹینگ۔ ص:17۔ اقتباس:

''کشمیر کے لوگ عورتوں کے مقامی رقص کو غلط العام بنا کر ''روہ'' کہتے ہیں، دراصل یہ ''روّب'' ہے۔ روّب'' اُس دائرے کو کہتے ہیں جو کسی خوبصورت لڑکی کے رخساروں پر ہنسی یا تبسم کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا انگریزی نام ڈِمپل (DIMPLE) ہے۔'' (کشمیری سے ترجمہ)

(8)......شیرازہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیر'' 1997ء۔ کلچرل اکادمی۔ مقالہ: صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص۔ مقالہ نگار: شفیع محمد میر۔

(9)......ہمارا ادب ''لوک ادب نمبر'' 77-1976ء۔ مقالہ: کشمیری لوک شاعری، ایک جائزہ مقالہ نگار: علی محمد لون۔ یہ مقالہ مرحوم علی محمد لون کے اُس کشمیری مقالے کا ترجمہ ہے جو انہوں نے 1966ء میں کشمیری لوک گیتوں کے پہلے مجموعے کے لئے بطور سرنامہ تحریر کیا تھا۔ بعد میں شیرازہ کے ثقافت نمبر میں بھی چھپا۔ ص:29۔

(10)......ہمارا ادب ''لوک ادب نمبر'' 77-1996ء۔ مقالہ: شادی بیاہ کے گیت۔ مقالہ نگار، موتی لال ساقی۔ ص:63۔ کلچرل اکادمی۔

(11)......فیروز اللغات۔ مولف: مولوی فیروز الدین جدید ایڈیشن 2008ء۔ ص 1367 فرید بک ڈپیو نئی دلی۔

(12)......شیرازہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیر''۔ 1997ء کلچرل اکاڈمی۔ مقالہ: صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص۔ مقالہ نگار۔ شفیع



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد میر۔ص:266-67

اظہارِ تشکر: راقم نے شفیع محمد میر صاحب کے مقالہ ''صوفیانہ موسیقی اور کشمیری رقص'' کا بھرپور استفادہ کیا، اس لئے اُن کا بے حد شُکر گزار ہوں۔لوک گیتوں کی مثالیں کشمیری لوک گیتوں کے مجموعوں، جو کلچرل اکادمی نے شائع کئے ہیں سے منتخب کی ہیں۔اُن کے مرتبین اور دیگر ادیبوں، جن کے حوالے اس مضمون میں درج ہوئے ہیں کا بھی شُکر گزار ہوں اور کلچرل اکادمی کا بھی (آتش)۔

............☆☆............



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیری لوک ادب کے چند کردار

### ا......نلسان

نلسان یا نڈسان کشمیری لوک ادب کا ایک ظالم و جابر کردار ہے۔ ہر اُس شخص کو نلسان کہا جاتا ہے جو ہر وقت سنگ دلی کے ساتھ آگ بگولا ہو جاتا ہو اور اُس میں نرمی، ہمدردی اور شرافت موجود نہ ہو۔ اصل میں نل سین، جو 1450 کل جُگ میں کشمیر کا راجا بنا تھا، نہایت سنگ دل اور ظالم شخص تھا۔ اُس نے مورخ حسن شاہ کھویہامی کے مطابق:

''پچیس سالہ دور حکومت میں ایک لاکھ انسانوں کو مروایا۔ آخر آگ کی بھیانک واردات میں معہ اہل و عیال خاکستر ہو کر واصلِ جہنم ہو گیا''

(تاریخ حسن: حصہ دوم، فارسی۔ ص:33)

ستم رسیدہ کشمیریوں نے اپنے دُکھ درد اور نل سین کے ڈھائے ہوئے ظلم وستم کے اظہار کے لئے اُس سے اصل نام کے بجائے تضحیک و تذلیل والا نام ''نلسان'' رکھ دیا۔

### ۲......ہرٗ ی شہ دیو:

ہرش دیو 1156 بکرمی میں کشمیر کا راجا بنا تھا۔ گیارہ سال آٹھ ماہ اور نو دن تک حکومت کرنے کے بعد انتہائی بے بسی کی حالت میں فوت ہو گیا۔ سنسکرت میں تحریر شُدہ کشمیری کی منظوم تاریخ ''راج ترنگنی'' کا مولف پنڈت کلہن ہرش دیو کے دور حکومت کا چشم دید گواہ تھا۔ کلہن کا باپ چمپک ہرش دیو کا وزیر تھا۔ کلہن نے راجا ہرش دیو اور اُس کی حکومت کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حالات تفصیلات کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ یہی وہ راجا ہے جس کی بدکرداری، بداخلاقی، بے راہ روی، ظلم وستم اور قتل وغارت گری جیسی عادتوں کی وجہ سے کشمیریوں نے اُس کو "ہرٕ ی شہِ دیو" جیسا قبیح نام دیا۔ پہلے پہل اُس نے رفاہ عام کے لئے اچھے کام کئے تھے۔ لیکن غلط مشیروں نے بعد میں اُس کو گمراہ کردیا اور برے کام کرنے لگا۔ کلہن نے لکھا ہے:

"ہرش دیو کو دولت اکٹھا کرنے کا چسکہ لگ گیا تھا۔ اُس کے محل میں تین سو ساٹھ خوبصورت عورتیں تھیں۔ ہر ایک کے ساتھ ایک ایک رات گزارتا تھا ...... پہلے پہل وہ بہادر اور رعایا پرور تھا۔ اُس نے باغیوں اور حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیئے تھے لیکن بعد میں دولت اور شہرت کے جنون نے اُس کے ہوش اُڑا دیئے۔ لوگوں کی عزت وعصمت غیر محفوظ ہوگئی۔ ٹیکسوں کی جبری وصولی سے لوگوں کو پریشان کردیا۔" (راج ترنگنی۔ مولف: پنڈت کلہن۔ اردو ترجمہ: اچھر چند مطبوعہ: 1929ء ص: 91,703,719,729)

کشمیری لوک ادب میں ہرش دیو کے بجائے "ہرٕ ی شہِ دیو" مستعمل ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو ظالم ہو، بدنام اور ناپسندیدہ ہو اور ہمیشہ پیچھا کرنے والا ہو۔

۳......وأنہٕ دت

کثرتِ پیداوار کے لئے کشمیری زبان میں "وأنہٕ دت" ترکیب استعمال کی جاتی ہے۔ جب اناج توقع سے زیادہ پیداوار حاصل ہو جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس سالِ "وأنہٕ دت" پیداوار حاصل ہوگئی۔

اصل میں وینادت 531 بکرمی میں کشمیر کا راجا بنا تھا۔ وہ ایک عابد شخص تھا۔ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول اور کاروبارِ دُنیا سے کنارہ کش رہتا تھا۔ اُس کے باپ کی موت کے بعد لوگوں نے بڑی منّت سماجت کر کے اُسے تخت پر بیٹھنے کے لئے آمادہ کیا۔ اس کے لئے وینادت نے چند شرائط پیش کیں:



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

''جھوٹ قطعی کوئی نہ بولے، وعدہ خلافی کوئی نہ کرے، کوئی شخص کسی کا حق نہ کھائے، جانور کشی سے اجتناب کیا جائے اور کوئی کسی سے خائف نہ ہو''۔

لوگوں نے یہ شرائط قبول کیں۔ وینادت نے راجا بننا مان لیا لیکن خود گگری بل کے مقام پر ایک معبد میں رہائش اختیار کی۔ وہیں سے رعایا پروری کرتا رہا۔ لوگ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خود سرکاری خزانے میں جمع کرتے۔ ہر سال زرعی پیداوار میں اضافہ ہوتا گیا۔ لوگ امن وامان میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دروغ گوئی، حق تلفی اور چغل خوری خود ختم ہوگئی۔ 43 سال تک حکومت کرنے کے بعد وینادت معبد سے غائب ہو گیا۔ کشمیری زبان کے لہجے کے مطابق ''وینادت'' روزمرہ میں ''وأنہٕ دت'' ہو گیا اور بعد میں ''وأنہٕ دت'' زراعت اور پیداوار کی کثرت کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا۔ وینادت کے بارے میں کئی مافوق الفطرت کہانیاں مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ سب فوک لور کا حصّہ بن گئیں۔

### 1......وانہٕ گر:

''وانہٕ گرٚیا'' ''وانہٕ ریٚنٛز'' سے مراد وہ تجربہ کار عورت ہے جو قدیم زمانے سے ہندو گھرانوں میں کسی کے فوت ہونے پر ماتمی اشعار الاپتی تھی۔ عام طور پر یہ عورتیں معزز اور قابل احترام سمجھی جاتی تھیں۔ یہ تجربہ کار عورتیں ویدوں کے زمانے سے یہ کام دھارمک عمل کے طور پر سرانجام دیتی تھیں۔ ایک ''وانہٕ گرٕ'' متوفی کے گھر میں کئی روز تک ''وان'' الاپ کر نقد اور جنس معاوضہ حاصل کرتی تھی۔ ''وان'' ایک کثیر المعانی لفظ ہے مثلاً اس کے معنی ہیں، دکان، کسی کمرے میں سامان وغیرہ بے ترتیب اور بکھری ہوئی حالت میں رکھنا، پیچھا نہ چھوڑنا اور وہ چھوٹے چھوٹے شعر یا مصرعے جن میں مرنے والے کے اوصاف کا تذکرہ کیا جاتا ہو۔ '''وانہٕ گرٕ'' یعنی ماتمی شعر الاپنے والی عورت کرم کانڈ کے رسموں کی ماہر ہوتی تھی۔ وہ دس دن تک ایسے اشعار الاپتی تھی۔ سماج میں ان ماہر عورتوں کی خاصی مانگ رہتی تھی۔ زمانہ بدل گیا تو معاوضہ لے کر یہ ماتمی گیت الاپنے والی ماہر ومعزز عورتیں رفتہ رفتہ نایاب ہوگئیں۔ ان کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ساتھ ''وان''یعنی ماتمی گیتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ ''وانہٕ گر'' صرف ایک فراموش شدہ فوک کردار ہے۔ نمونہ کے طور پر چند ''وان'' ملاحظہ ہوں:

(۱)

پلٕی یارِ نانہٕ گنڈ یلہٕ گیہٕ ہم
زِپھ مالہِ تلے سرٕ گیہٕ ہم
پوٗزایہٕ تلے سرٕ گیہٕ ہم
پلٕی یارِ نانہٕ گنڈ یلہٕ گیہٕ ہم

(کسی عمر رسیدہ عورت کے فوت ہونے پر)

''او مرنے والی بزرگ عورت، تمہاری جاپ مالا دیکھ کر میں سمجھ گئی۔ میں نے پُوجا کے دوران تم کو آزمایا۔ تو چلی گئی تو گھر خاندان کو بکھر جانے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ ایک مضبوط گھر پر تمہاری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ تُو مضبوطی کے ساتھ ہر ایک کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھتی تھی''

(۲)

دم دِتھ کھورتھم اوٗم کٕے شبداہ
برہم دِتھ ژٕلی متہٕ کا کو
پتھ کُن خرچ مٕتیٕ، بروٚنہہ کُن ترأوِتیٕ
برہم دِتھ ژٕلی مِتہ کا کو

(گھر کے مالک کے مرنے پر)

''اے فریب دے کر جانے والے ''کاک'' (کاک بزرگ شخص کو کہتے ہیں) آپ نے سانس روک کر ''اوم'' شبد کما لیا۔ آپ نے دولت کمائی اور خرچ کی ہے۔ اے فریب دے کر جانے والے کاک!''

(۳)

بب گوٚو برزٕل باغ اندر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نوشہِ کورِ انہٕن کیٛا سو ٖندر
سمیاہ کوٗرٕنۍ کیٛا سوٕندر
وید پٔرنۍ نے کیٛا سو ٖندر
بب گوٗو برزٕل باغ اندر
اہن بی یوٗز چھکھ ونان تَے

(عمر رسیدہ شخص کے مرنے پر)

''بابا برزلہ باغ میں چلا گیا۔ اس نے حسین و جمیل بہوئیں لائیں۔ خوبصورت بیٹیاں اپنے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا ۔اُس نے اچھا وقت گزارا۔ وید پڑھ کر چلا گیا۔ بابا برزلہ باغ میں چلا گیا، ہاں ہاں! بڑی بی تُو سچ کہتی ہے۔''

## ۲......ریٛنٹہٕ گر

''وان'' الاپنے والی ماہر عورت کی طرح مسلمانوں میں بھی رواج تھا کہ ایک ماہر عورت کو معاوضہ دے کر مرنے والے کے لئے ماتمی گیت الاپنے کے لئے لایا جاتا تھا۔ اس عورت کو ریٛنٹہٕ گر کہا جاتا تھا۔ ''رہنٹ'' سے مراد ہے ''رونا، ماتم کرنا، پیچھانہ چھوڑنا اور ماتمی گیت الاپنا''۔ اس لفظ کے حوالے سے کشمیری زبان میں کئی محاورے مستعمل ہیں، ''رہنٹ لاگٕنۍ، رینچہ گژھنہٕ، رینچل'' وغیرہ۔ مسلمان گھروں میں ماہر عورت کے ذریعے مرنے والے کے لئے ماتمی گیت الاپنے کا رواج زیادہ دیر نہ چل سکا۔ رفتہ رفتہ اس رواج کو حقیر نظروں سے دیکھا جانے لگا اور یہ رواج ختم ہو گیا۔ لیکن ''ریٛنٹہٕ گر'' لوک ادب کا ایک کردار ہو کر رہ گئی۔ اس فراموش شدہ کردار کا ذکر حضرت شیخ نورالدینؒ ریشی کے اس شلوک میں بھی ملتا ہے۔ یہ رواج آج سے سات سو سال قبل موجود تھا:

ہوٗ نس واسُرِ پیٹھہٕ سوٗر لارے
بیأرِس گجہ اندر سوکھ
ریوٗ شاہ وَنن خدا گارے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ریٚنچہٕ چھہ دوکھےٚ سوکھ

......''کُتے کوراکھ کے ڈھیر پر اور بلی کو خالی چولہے کے اندر بیٹھ کر آرام محسوس ہوتا ہے۔ خدا کا متلاشی ریشی جنگل میں رہتا ہے اور پیشہ ور ماتم کرنے والی عورت لوگوں کے دُکھ میں سے سُکھ حاصل کرتی ہے۔''

## ۳۔ سازٕ گر

''سازٕ گر'' دُلہنوں کو آراستہ و پیراستہ کرنے والی تجربہ کار عورت کو کہتے ہیں۔ پرانے وقتوں میں ''سازٕ گر'' کو اہمیت حاصل تھی۔ محل خانوں میں بیگمات کا بناؤ سنگار کرنے کے لئے بھی یہ ماہر عورتیں مقرر کی جاتی تھیں۔ بعد میں ان کا کام دُلہنوں کے بناؤ سنگار تک پھیل گیا اور وہ عوامی کردار بن گئیں۔ زمانہ گزرتے گزرتے آرائش و زیبائش کا مواد اور طریقہ بدلتا گیا۔ عورتیں خود اپنا بناؤ سنگھار کرنے لگیں اور ہم عمر سہیلیاں دُلہنوں کو سجانے کا کام انجام دینے لگیں۔ بیوٹی پالروں کا رواج عام ہوتا گیا۔ سازٕ گر (مشاط) کے کاموں میں دُلہن کو زیورات پہنانا، مہندی لگانا، بال بنانا، آنکھوں میں سُرمہ لگانا عطر ملنا اور لباس عروسانہ پہنانا شامل تھا۔ اگرچہ روایتی ''سازٕ گر'' کی اہمیت ختم ہو چکی پھر بھی کشمیری زبان کی لوک شاعری میں اُس کا ذکر موجود ہے۔ ''سازٕ گر'' دلہن کو سجانے کے کام میں مصروف ہو جاتی تو عورتیں ''ونہ وُن'' (شادی بیاہ کے گیت) گا گا کر اُس کی تعریفیں کیا کرتیں مثلاً:۔

سازے گرٕی یےٚ بہار تھٕری یے

شہار آویے ساز وُچھِ نے

......''اے سازٕ گری (مشاطہ)! تُو بہار کے موسم میں پھولوں کی ٹہنی کی طرح گویا جوبن پر ہے۔ شہر کے سارے لوگ تیری مشاطگی کی مہارت دیکھنے کے لئے امڈ آئے ہیں۔''

سازے گرٕی پےٚ سونہٕ شوزہٕاری

بڈ بازأری وَتھ لجی یے

''او سونے کی سوزہاری (سوزہاری: طلائی بٹوہ) جیسی مشاطہ، تمہارا گزر بڑے بازار سے ہونے والا ہے۔''

ساز کر ساز کر نٕر دراز کر



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

## یِٔتہٕ مےٚ ناز کر ساز گٔری یے

''او مشاطہ! باز و دراز کر کے دُلہن کا بناو سنگھار کر۔ یہاں ناز نخرے مت کر۔''

یہِ کٔترھِ ساز گٔر اُمِس نےٚ تگہٕ نےٚ
یوت' چھا لگہٕ نےٚ ساز کرنس

''اری او سکھیو! یہ کیسی سازِ گٔر (مشاطہ) ہے، اسے بناوٗ سنگھار کرنا نہیں آتا۔ دُلہن کا بناوٗ سنگھار کرنے میں کیا اتنا زیادہ وقت لگتا ہے!''......

...........☆☆☆...........



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# شیرازہ (اردو) اور لوک ادب

شیرازہ (اردو) کا پہلا شمارہ جنوری 1962ء میں منظرِ عام پر آیا تھا۔ اس وقت کے وزیرِ اعظم اور کلچرل اکادمی کے صدر بخشی غلام محمد نے شیرازہ کی ادارت سنبھالنے کے لئے محمد یوسف ٹینگ کو محکمۂ اطلاعات سے خاص طور پر طلب کیا تھا۔ معروف عالم علی جواد زیدی کی نگرانی میں نکلنے والے اس رسالہ کی مجلس مشاورت میں صاحب زادہ حسن شاہ، پروفیسر رام ناتھ شاستری، پروفیسر نیلامبر دیو شرما اور پروفیسر عبدالقادر سروری شامل تھے۔ علی جواد زیدی اکادمی کے سیکریڑی تھے اور بقول محمد اشرف ٹاک انہوں نے ہی رسالے کا نام "شیرازہ" تجویز کیا تھا۔ محمد یوسف ٹینگ کے بعد ڈاکٹر رشید نازکی اور محمد احمد اندرابی نے اس مقتدر رسالہ کی ادارت سنبھالی۔ اس وقت شیرازہ کی ادارت میں محمد اشرف ٹاک (مدیرِ اعلیٰ)، محمد سلیم سالک (مدیر)، سلیم ساغر (نائب مدیر) اور محمد اقبال لون (ریسرچ اسسٹنٹ) شامل ہیں۔ شیرازہ کی اشاعت شروع کرنے والوں نے جو خواب دیکھا تھا وہ واقعی حقیقت میں بدل گیا۔ اس رسالے کی نہ صرف اشاعت جاری رہی بلکہ یہ ملک بھر میں ایک موقر اور معتبر رسالے کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ اس کے لئے لکھنے والوں اور اس کے پڑھنے والوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ شیرازہ کے لئے لکھنے والوں میں مُلک کے بڑے بڑے اصحاب علم و دانش شامل ہیں۔ اس رسالے نے گزشتہ پچاس برس کے دوران ادیبوں اور شاعروں کے لئے ایسا پلیٹ فارم مہیا رکھا، جہاں خاص طور پر نئے لکھنے والوں کو اُبھرنے اور اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کا خوب موقعہ ملا۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیرازہ کے اکثر شمارے اور خصوصی نمبر زبان وادب سے متعلق تحقیق وتنقید کا کام کرنے والوں کے لئے بہت فائدہ مند رہے ہیں۔ شیرازہ کی اشاعت شروع کرنے والوں نے جو خواب دیکھا تھا، جو مقاصد اور منزل متعین کئے تھے اُن کے بارے میں پہلے شمارہ کے پیش لفظ میں لکھا گیا ہے:۔

''اگر کسی بات کی کمی کھٹک رہی تھی تو وہ یہ تھی کہ ابھی تک اکادمی کے پاس اپنا کوئی ترجمان نہیں تھا۔ شیرازہ کی اشاعت کا مقصد یہی ہے کہ اکادمی کی سرگرمیوں سے ادیبوں، شاعروں اور فن کاروں کو روشناس کرایا جائے اور اس کے ساتھ صالح تحقیق وتفتیش کے لئے سہولیت بہم پہنچائی جائے۔ ہمارے ملک میں رسائل کی کمی نہیں ہے لیکن ہم اسے اس طرح ادبی رسالہ نہیں بنانا چاہتے ہیں، جس میں کچھ افسانے، کچھ نظمیں اردو کے مقالے جمع کر کے فریضے سے سبکدوشی کا احساس ہو جاتا ہے۔ ہماری کوشش ہوگی ریاست جموں وکشمیر کی تمام زبانوں کے تمام علوم وفنون پر پُر مغز مقالے اور تحقیقی مضامین یکجا کئے جائیں اور ریاست کے ثقافتی ذخیروں کو ہندوستان بھر میں عام کیا جائے۔ خوش قسمتی سے ہمیں جواں سال ادیب محمد یوسف ٹینگ کی خدمات رسالہ کی ادارت کے لئے حاصل ہوگئی ہیں۔''

حق بات یہ ہے کہ شیرازہ میں جموں وکشمیر کی ثقافت اور یہاں بولی جانے والی زبانوں کے ادب سے متعلق گونا گوں موضوعات کے بارے میں اعلیٰ پایہ کے تحقیقی اور تنقیدی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ، ادب، فن وہُنر، جغرافیہ اور علوم کے نہاں گوشوں کو کھنگال کر معلوماتی، معتبر اور موٴقر مقالے شیرازہ کی زینت بنتے رہے ہے۔ ایڈیٹر صاحبان نے ریاست کے لوک ادب کے بارے میں بھی مقالے لکھوائے اور ان کو شیرازہ میں شامل کر دیا۔ اگر چہ پچاس برس کے دوران مختلف علاقائی زبانوں کے لوک ادب کے بارے میں شیرازہ میں شائع شدہ مقالہ جات کی تعداد اتنی نہیں ہے، جتنی ہونی چاہئے تھی پھر بھی وہ غنیمت ہیں۔



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وہ اس لئے کہ ان شائع شدہ مقالات کی عدم موجودگی میں اردو زبان میں ریاست کی زبانوں کے لوک ادب کے بارے میں کچھ بھی محفوظ نہیں ہوتا۔ آج تک ہمارے لوک ادب کو اردو قارئین کے لئے اردو زبان میں باضابطہ طور پیش کرنے کی کوششیں نہیں کی ہیں۔ کشمیری زبان کے لوک ادب کا بڑا حصہ انگریزی میں منتقل ہوا ہے، محققین نے اپنے خاص مطالعات کے نتائج انگریزی زبان میں تحریر کئے ہیں لیکن اردو زبان میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ لے دے کے اردو زبان میں ہمارے پاس وہی مقالے ہیں جو شیرازہ نے محفوظ کئے ہیں اور کلچرل اکادمی نے ''ہمارا ادب'' کا ایک خصوصی فوک لور نمبر شائع کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیرازہ میں شائع شدہ یہ مقالے اگرچہ بنیادی نوعیت کے ہیں مگر اُن کا معیار کافی بلند ہے۔ یہ مقالے لوک ادب کے بارے میں کام کرنے والے محققوں اور تجزیہ کاروں کے لئے مشعل راہ ہیں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے حالانکہ کشمیری سے قطع نظر دیگر علاقائی زبانوں کے لوک ادب کے متعلق شیرازہ میں جو مقالے شامل کئے گئے ہیں وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

## کشمیری لوک ادب اور شیرازہ:

کشمیری زبان لوک ادب کے وسیع سرمایہ سے مالا مال ہے۔ کئی یورپی محققین نے، جن میں جے۔ ہنٹن۔ نوولز، ارنیسٹ نیو، رچرڈ ٹیمپل، جارج ابراہم گریرسن، سٹین، والٹر لارنس، فریڈرچ برکھارڑ، ہندوستانی نژاد آنند کمار سوامی اور ان کی فرنگی نژاد بیوی رتن دیوی وغیرہ شامل ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں کشمیری لوک ادب کی تلاش تحقیق، ترتیب اور تجزیہ کاری کی ابتدا ہوئی۔ اکثر یورپی محققین کشمیری لوک ادب کی گونا گونیت اور بہتات دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جے ہنٹن نوولز نے ڈیڑھ ہزار کشمیری ضربُ الامثال اور محاورات کا ایک مجموعہ 1885ء میں شائع کیا، جس کا نام A DICTIONARY OF KASHMIRI WORDS AND PROVERBS'' ہے۔ اس کے بعد نوولز نے چونسٹھ کشمیری



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لوک کہانیاں جمع کیں۔ اُن کا انگریزی ترجمہ 1887ء میں فوک ٹیلز آف کشمیر (FOLK TALES OF KASHMIR) کے نام سے شائع کیا۔ نوولز نے اس مجموعہ کے دیباچے میں لکھا ہے:

Kashmir as a field of Folklore Literatue perhaps not surprassed in fertility ,by any other country in the world.My interest had been aroused from of their rich store of popular lore,which kashmiri presents in it's folk tales ,songs,proverbs and like."

(J.HINTON KNOWLES. FOLK TALES OF KASHMIR LONDON.PAGE)

''شاید دنیا کا کوئی اور ملک ،فوک لور اور فوک لٹریچر کے میدان میں ، زرخیزیت کے لحاظ سے کشمیر پر سبقت نہیں لے سکا ہے۔ ان لوک روایات میں ، جو کشمیری اپنی لوک کہانیوں ،لوک گیتوں اور محاورات وغیرہ میں پیش کرتے ہیں ، میری پہلے سے ہی دلچسپی رہی ہے۔''

حاصلِ کلام یہ ہے کہ لوک ادب کے اس وسیع سرمایہ کو کھنگالنے کا کام کشمیری ادیبوں اور محققوں نے بہت دیر بعد شروع کیا۔ شیرازہ اردو کی فائل کو کھنگالنے کے بعد کشمیری زبان کے لوک ادب کی مختلف جہات کے بارے میں لکھے گئے صرف انیس مقالے ملے۔ جن میں 1963ء کی دوسری جلد کے تیسرے شمارے میں شیشی شیکھر توشخانی کا مضمون ''ایک ساگر کہانیوں کا'' اور ناجی منور کا مقالہ ''کشمیر کی لوک شاعری'' شامل ہیں ،1963ء میں شیرازہ میں چھپنے والے کشمیری لوک ادب کے بارے میں اوّلین مقالے ہیں۔ توشخانی نے اپنے مقالے میں سوم دیو کی ''کتھا سرت ساگر'' اور گناڑے کی ''برہت کتھا'' سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ بعد میں محمد امین کامل نے بھی برہت کتھا اور کتھا سرت ساگر کے بارے میں ایک پُر مغز مضمون لکھا ہے، جو شیرازہ کے ایک اور شمارے میں شائع ہوا۔ ناجی منور کے علاوہ کشمیری لوک شاعری کے بارے میں علی محمد لون نے عالمانہ، تحقیقی اور تجزیاتی مقالہ لکھا ہے جو شیرازہ کی پانچویں جلد کے



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پہلے شمارے میں شامل ہے۔ یہ مقالہ اصل میں علی محمد لون نے کشمیری زبان کی لوک شاعری کے پہلے مجموعے کے لئے بطور دیباچہ تحریر کیا تھا۔ لوک شاعری کا یہ مجموعہ ناجی منوّر اور موتی لال ساقی نے ترتیب دیا تھا۔ اس کو کلچرل اکادمی نے 1965ء میں شائع کیا تھا۔ اسی شمارے میں اختر محی الدین کا مقالہ ''ہماری مشترکہ میراث، لوک ادب'' بھی شامل ہے۔ نومبر 1965ء کے شمارے میں اٹھارہ صفحات پر محیط سیوا سنگھ کا تحریر کردہ قابل قدر مقالہ ''کشمیری زبان میں قصہ سوہنی مہوال'' شائع ہوا ہے۔ اس میں پنجابی لوک کہانی پر مبنی محی الدین مسکین کی مثنوی'' قصہ سوہنی مہوال'' کے بارے میں تفصیل سے بات کی گئی ہے اور اس لوک کہانی کی اصل صورتوں کے متعلق، جو پنجابی زبان میں پائی جاتی ہیں، بھی خاصی تفصیلات اور معلومات بیان کی گئی ہیں۔ برکات ندا کے مضمون ''تخلیقی ادب اور لوک ادب، امتیاز و مماثلت کے چند پہلو'' نے'' جلد 23 کے شمارہ نمبر 12 میں جگہ پائی ہے۔ شیرازہ کے مہجور نمبر میں (جلد 23، شمارہ 8 تا 11) میں ''مہجور کی چند تلمیحات'' کے عنوان سے محمد یوسف ٹینگ کا عالمانہ اور دلچسپ مقالہ درج ہے جو 13 صفحات پر محیط ہے اور جس میں پیرزادہ غلام احمد مہجوؔر کے کلام میں موجود چند تلمیحات کی وضاحت کر کے ان کا پس منظر پیش کیا گیا ہے۔ جن میں سے اکثر ہمارے لوک ادب کا حصہ ہیں مثلاً لالہ گوپال، ستی بھاما، قند ہارچ زون، دلا رام، کونسر ناگ، راوُن، رام، شلہ پدمان وغیرہ۔

شیرازہ اردو کے مختلف شماروں میں شائع شدہ کشمیری لوک ادب سے متعلق انیس مقالے اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے حوالوں کا کام دیتے ہیں اور یہ حوالے بہت معتبر مانے جاتے ہیں۔ ان میں کئی مقالے، جو ہمارے معتبر پیش رو محققین نے، جن میں اختر محی الدین، علی محمد لون، موتی لال ساقی، امین کامل، ناجی منور وغیرہ شامل ہیں۔ جنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اور تحقیقی دیانت کے ساتھ تحریر کئے، آج بھی بہت کارآمد ہیں۔ کشمیری لوک ادب کے متعلق ابتدائی کام کرنے والوں میں اور لوگ بھی شامل ہیں مثلاً پروفیسر محی الدین حاجنی، سُدرشن کاشکاری وغیرہ، لیکن شیرازہ اردو کی زیرِ نظر فائل میں ان کا کوئی مقالہ راقم



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

الحروف کی نظر سے نہیں گزرا۔ شیرازہ کے ان مقالوں سے قطع نظر کشمیری اور انگریزی زبانوں میں کشمیری لوک ادب کے بارے میں آج تک خاصا کام ہوا ہے، جس کا سہرا پروفیسر محی الدین حاجنی، محمد یوسف ٹینگ، موتی لال ساقی، منظور فاضلی، سُدرشن کاشکاری، اختر محی الدین، غلام نبی ناظر، محمد سبحان بھگت، سید رسول پونپر، فاروق فیاض، رشید نازکی، نشاط انصاری، جواہر لال ہنڈو وغیرہ کے سر ہے۔ یہاں کشمیری لوک ادب سے متعلق شیرازہ کے مختلف شماروں میں شامل مقالہ جات کی مکمل فہرست اس لئے پیش خدمت ہے کہ عنوانات سے مقالوں کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکے اور پوری تفصیلات بہم رہیں۔

| | مقالہ | مقالہ نگار | جلد، شمارہ، سال | ایڈیٹر |
|---|---|---|---|---|
| 1 | ایک ساگر کہانیوں کا | شیشی شیکھر توشخانی | جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 3 ستمبر 1693 | محمد یوسف ٹینگ |
| 2 | کشمیر کی لوک شاعری | ناجی منور | جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 3 1963ء | محمد یوسف ٹینگ |
| 3 | کشمیری زبان میں قصہ سوہنی مہوال | سیوا سنگھ | جلد نمبر 6 شمارہ 6 نومبر 1965 | محمد یوسف ٹینگ |
| 4 | کشمیری لوک شاعری ایک جائزہ | علی محمد لون | جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 1 1966ء | محمد یوسف ٹینگ |
| 5 | ہماری مشترکہ میراث لوک ادب | اختر محی الدین | جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 1 1966ء | محمد یوسف ٹینگ |
| 6 | مہجور کی چند تلمیحات | محمد یوسُف ٹینگ | جلد نمبر 23 شمارہ نمبر 8 تا 11 مہجور نمبر 1984 | محمود احمد اندرابی |
| 7 | تخلیقی ادب اور لوک ادب، امتیاز و مماثلت کے چند پہلو | برکات ندا | جلد نمبر 23 شمارہ نمبر 12 | محمد احمد اندرابی |
| 8 | ضلع ڈوڈہ کے تہوار | محمد اسد اللہ وانی | جلد نمبر 26 شمارہ نمبر 6 جون 1987ء | محمد احمد اندرابی |
| 9 | کشمیری فوک لور میں ظرافت | غلام نبی آتش | جلد نمبر 29 شمارہ نمبر 8 | محمد احمد اندرابی |
| 10 | کشمیری لوک کہانیوں میں تاریخ | غلام نبی آتش | جلد نمبر 23 شمارہ نمبر 7 تا 12 | محمد احمد اندرابی |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 11 | کشمیری لوک ورثے کے اجزائے ترکیبی، بدلتے عصری تناظر میں | موتی لال ساقی | جلد نمبر 40 شمارہ نمبر 11 | محمد اشرف ٹاک |
| 12 | کشمیری فوک لور میں بچوں کے گیت | غلام نبی آتش | جلد نمبر 41 شمارہ نمبر 11، 12 | محمد اشرف ٹاک |
| 13 | کشمیری لوک گیت، سماجی تبدیلیوں کے عکاس | غلام نبی آتش | جلد نمبر 42 شمارہ نمبر 1 | محمد اشرف ٹاک |
| 14 | سنہ کشمیر | غلام نبی آتش | جلد نمبر 43 شمارہ نمبر 12 1995ء | محمد اشرف ٹاک |
| 15 | بازیافت | غلام نبی ناظر | جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 8 2010ء | محمد اشرف ٹاک |
| 16 | کشمیری فوک لور میں چند پُر اسرار جگہیں | غلام نبی آتش | جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 8 2010ء | محمد اشرف ٹاک |
| 17 | کشمیر لوک ادب اور لوک گیت | غلام نبی ناظر | جلد نمبر 46 شمارہ نمبر 2 | محمد اشرف ٹاک |
| 18 | کشمیر: فوک لور کے آئینے میں | غلام نبی آتش | جلد نمبر 49 شمارہ نمبر 1 تا 3 جموں کشمیر لداخ نمبر 2010ء | محمد اشرف ٹاک |
| 19 | کشمیری لوک ادب | اختر محی الدین | جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 4 | محمد یوسف ٹینگ |

## ڈوگری لوک ادب:

ڈوگری لوک ادب سے متعلق شیرازہ میں شائع شُدہ مضامین کی تعداد صرف تین ہے ، بڑے تعجب کی بات ہے کہ ڈوگری ادیبوں نے اپنے لوک ادب کے بارے میں اردو میں مقالے لکھ کر شیرازہ میں شامل نہیں کروائے ہیں۔ حالانکہ جنوری 1962ء میں جو پہلا شمارہ شائع ہوا تھا، اُس میں تارامنی سمیلپوری کا ایک دلچسپ مضمون ڈوگری کہاوتوں کے بارے میں ہے۔ دس صفحات پر محیط اس مضمون میں صاحب مضمون نے کہاوتوں کو اکٹھا کیا ہے ، اُن کے استعمال اور پس منظر کے بارے میں وضاحت کی ہے اور ڈوگری کہاوتوں کے ہندی، اردو، مراٹھی، بندیلی، بنگالی، کھڑوالی، گجراتی اور راجستھانی زبانوں کی کہاوتوں سے متبادل بھی دیئے ہیں۔ اس کے بعد دوسری جلد کے شمارہ نمبر 5 میں ہنس راج رہبر کا مضمون ''



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لوک کتھاؤں میں مورکھ کا کردار'' شائع ہوا ہے۔ اس میں بے وقوف کردار سے متعلق کئی مزاحیہ اور طنزیہ واقعات درج کر کے بتایا گیا ہے کہ لوک کہانیوں میں بے وقوف کا کردار کتنا دلچسپ ہوتا ہے لیکن اس مضمون میں خصوصیت کے ساتھ ڈوگری لوک کہانیوں کے مورکھ کردار کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔ جلد نمبر 30 کے شمارہ 4 تا 7 میں بھگوت پرساد ساٹھے کا مقالہ ''ڈوگری لوک کتھاؤں میں سائیکولوجی'' شامل ہے۔ یہ نہایت معلوماتی اور تجزیاتی مگر دلچسپ مقالہ ہے۔

## پنجابی لوک ادب:

ڈوگری لوک ادب کی طرح پنجابی لوک ادب سے متعلق بھی شیرازہ اردو کے نصف صدی کے کامیاب سفر کے دوران اس میں صرف چار مقالوں نے جگہ پائی ہے، جو سب کے سب تحقیقی، تجزیاتی اور معلوماتی ہیں۔ سیوا سنگھ کا مضمون ''کشمیر میں پنجابی محاورات اور کہاوتیں'' دو قسطوں میں جلد نمبر 3 اور جلد نمبر 4 کے شمارہ نمبر 1 اور شمارہ نمبر 5 میں شائع ہوا ہے۔ پہلی قسط میں 154 پنجابی محاورات اور کہاوتیں اور ان کے معانی درج ہیں۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ تقریباً ہر ایک محاورے اور کہاوت کا کشمیری مترادف بھی دیا گیا ہے۔ دوسری قسط میں 265 محاورات اور کہاوتیں معہ معانی درج ہیں البتہ ان کے کشمیری مترادف نہیں دیئے گئے ہیں۔ جلد نمبر 6 کے پانچویں شمارے میں سیوا سنگھ کا تحریر کردہ ایک اور تحقیقی مقالہ ''پنجابی لوک گیتوں میں عورت کی عکاسی'' شائع ہوا۔ سیوا سنگھ کا کام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اُن کے مضامین نے اردو پڑھنے والوں تک پنجابی لوک ادب کی مختلف جہات کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اُن کا ایک اور طویل مقالہ ''جموں و کشمیر میں پنجابی لوک گیت'' جو جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 3 میں شامل ہے، واقعی عالمانہ اور خاصا معلوماتی و تجزیاتی ہے۔ مجموعی طور پر لوک گیتوں کے پس منظر بیان کرنے کے علاوہ انہوں نے پنجابی لوگ گیتوں کی تفصیلات متعدد ذیلی عنوانات کے تحت پیش کی ہیں۔ چند ذیلی عنوانات یہ ہیں: گیتوں کا پس منظر، پنجابی لوک



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گیتوں میں عورت کی عکاسی، شادی بیاہ کے گیت، پنجابی لوک گیتوں میں اقتصادی پسماندگی کا ذکر، پنجابی لوک گیتوں میں رزمیہ عنصر، مشہور لوک کہانیاں، موسموں کا ذِکر، لوک ناچ، پوٹھوہاری، تاریخی واقعات کا ذکر اور گوری اسی سلسلے کی ایک خاص کڑی کے طور پر شاکر پرسَار تھی کا مضمون ''بابُل میرا کاج رچا'' یعنی ''پنجاب میں سہاگ گیت'' خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ پُرمغز مضمون جلد نمبر 31 کے شمارہ نمبر 10 تا 12 میں شائع ہوا ہے۔

متفرقہ:

گوجری لوک ادب کے بارے میں شیرازہ کی جلد 17 شمارہ 1 میں محمد اسد اللہ وانی کا تحریر کردہ ایک طویل مقالہ ''جموں و کشمیر میں گوجری لوک ادب'' شائع ہوا ہے اور شنا زبان کے لوک گیتوں کے بارے میں عبدالعزیز سامون کا ایک مضمون جلد 16 شمارہ نمبر 1 میں شامل ہے۔

............☆☆☆............



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# کشمیر کی مقامی گنتی......خاص طرزِ تحریر

**چیزوں** کو شمار کرنے اور اُن کا حساب و کتاب رکھنے کی ضرورت بنی آدم کو ابتدائے آفرینش سے پیش آتی رہی ہے۔ اس عمل کے لئے لازماً مختلف طریقے اپنائے جاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ انسان ترقی کی ابتدائی منازل تک پہنچتے پہنچتے گنتی کرنے کے علاوہ اس کو لکھنے کی منزل تک پہنچ گیا۔ گنتی سے مراد ہے گننا، شمار کرنا، حساب و کتاب رکھنا (Counting , Account)، تعداد وغیرہ۔ رفتہ رفتہ گنتی کا یہ عمل تمام علوم کے لئے لازمی بن گیا۔ اس سے ترقی کے نئے دروازے کھل گئے۔

> ''ریاضی (Mathematics) ایک اہم علم اور علمی ہنر ہے۔ دنیا کے تمام علوم ریاضی کے بغیر کسی نہ کسی صورت میں نامکمل ہیں۔ ریاضی کی بنیاد گنتی پر ہے اور گنتی کی بنیادیں دو ہیں، صفر اور ایک۔ صفر (Zero) اور ایک (One)۔ گنتی صفر (Zero) یا اس کے علاوہ بھی چھوٹی، بڑی، معمولی اور غیر معمولی اشیاء گن کر دیتی ہے اور استعمال میں لاتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ریاضی اسی گنتی کا عمل ہے۔'' (چھم نہ کینہہ ہس گریند یوان: ص: ۲۴۔ شاہباز ہاکباری)

انسان نے لکھنا پڑھنا سیکھا تو گنتی کرنے اور گنتی کو تحریر میں لانے کے مقامی و روایتی طریقے بدلتے گئے۔ خاص کر جب صفر (Zero) سے نو (Nine) تک ہند سے وجود میں آگئے تو شماریات میں انقلاب آگیا۔ یہی ہند سے (Digits) اعداد (Numericals) کی بنیاد بن گئے۔ علم


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ریاضی نے تمام علوم کا احاطہ کیا۔ ہندسوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستانیوں کی ایجاد ہیں۔ حالانکہ مشہور ہندوستانی ریاضی دان آریہ بھٹ چھٹی صدی عیسوی میں ریاضی وشماریات کے بارے میں محو تحقیق رہا تھا۔ حال ہی میں ریاست کے مصروف محقق پروفیسر بشر بشیر نے انکشاف کیا ہے کہ صفر (Zero) دوسری صدی عیسوی میں کشمیر، جو کہ شُنیہ واد کا مرکز رہا ہے، نے دنیا کو دیا ہے۔ اس انکشاف پر بحث جاری ہے اور نکتہ داں اور ماہرین اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ہندسے (Digits) اور اعداد (Numericals) اصل میں علامتیں ہیں، جن کی مختلف قیمتیں (Values) مشخص ہیں۔ یہ علامتیں مختلف علاقوں میں مقامی طور پر مختلف ہیں، لہٰذا ان کے لکھنے کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ لیکن اس وقت ان مقامی اور علاقائی طریقوں کے علاوہ گنتی لکھنے کے کئی معیاری اور مقبول طریقے رائج ہیں۔ الفاظ میں گنتی لکھنے کا تعلق زبانوں کے ساتھ ہے۔ مختلف زبانوں میں مختلف طریقوں سے گنتی لکھی جاتی ہے۔ تاہم عدد نویسی متعلقہ زبانوں کے اثر سے علاحدہ نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی عدد مخصوص نشانوں اور علامتوں کے ذریعے لکھے جاتے ہیں۔ بہر حال گنتی عددوں میں بھی لکھی جاتی ہے اور لفظوں میں بھی۔ مثال کے طور پر اس وقت دنیا میں مقبولِ عام طریقہ Anglo-Indian System of Notation، جس کو ہم عرف عام میں انگریزی گنتی بھی کہتے ہیں، رائج ہے، جو اس طرح لکھی جاتی ہے:

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| 1 | 2 | 3 | 4 | 5 | اعداد میں |
| One | Two | Three | Four | Five | الفاظ میں |
| 6 | 7 | 8 | 9 | 10 | اعداد میں |
| Six | Seven | Eight | Nine | Ten | الفاظ میں |
| 20 | 30 | 40 | 50 | 60 | اعداد میں |
| Twenty | Thirty | Forty | Fifty | Sixty | الفاظ میں |
| 70 | 80 | 90 | 100 | 200 | اعداد میں |
| Seventy | Eighty | Ninety | Hundred | Two Hundred | الفاظ میں |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دنیا میں رومن گنتی کا بھی خوب چلن ہے:۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| رومن گنتی | V | IV | III | II | I |
| انگریزی گنتی | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
| رومن گنتی | X | IX | VIII | VII | VI |
| انگریزی گنتی | 10 | 9 | 8 | 7 | 6 |

عصرِ حاضر میں کشمیر میں انگریزی گنتی کا خوب چلن ہے۔لیکن گنتی لکھنے کا یہاں ایک مخصوص مقامی اور روایتی طریقہ بھی ہے، جس کا کئی صدیوں تک خوب بول بالا رہا ہے۔ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی ہے کہ عوامی مقبولیت کے باوجود اس کا چلن، شاہی درباروں یا دفتروں میں رہا ہوگا یا نہیں۔البتہ آج بھی گنتی لکھنے کا یہ طریقہ محکمۂ مال میں رائج ہے۔ زمین کے کاغذات میں اس کا چلن ہے، پٹواری، تحصیلدار اور دیگر ملازمانِ محکمۂ مال سرکاری طور پر اسی طریقے یا اسی لپی میں زمین کی پیمائش کا حساب وکتاب درج کرتے ہیں۔ روپے پیسے بھی اسی گنتی کی صورت میں لکھے جاتے رہے ہیں۔دوکاندار، سودخوار اور دیگر تجارت پیشہ لوگ بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے تھے۔گنتی لکھنے کے اس مخصوص طریقے کی اصل معلوم نہیں۔خمدار اور پیچیدار علامتوں کو ملا کر یہ طرزِ تحریر معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔ان ہی علامتوں کے مرکبات کو قیمت عطا کر کے گنتی لکھنے کا یہ طریقہ کام میں لایا گیا ہوگا۔ یہ بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ کشمیر میں گنتی لکھنے کا یہ مخصوص طریقہ کب وجود میں آیا ہوگا البتہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شاید یہ کشمیر کے لئے اسلام اور اسلامی تمدن کی دین ہو۔ کچھ جانکاروں کا خیال ہے کہ یہ بالکل مقامی ایجاد ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فارسی، عربی اور کشمیری کے امتزاج سے وجود پا گیا ہے، تاہم عربی اور فارسی گنتی کی علامتوں یا اعداد کے طرزِ تحریر میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، دونوں میں صفر (Zero) موجود ہے، جبکہ کشمیری گنتی بالکل جداگانہ طریقے سے لکھی جاتی رہی۔ اُس میں صفر (Zero) کا وجود ہی نہیں۔لیکن اس میں عربی زبان کے دو حروف تہجی ''ع'' اور ''ح'' کی علامتوں سے کام لیا گیا ہے۔گنتی لکھنے کا ایک اور طریقہ، جس کو ''اردو گنتی'' کہا جاتا ہے، بھی کشمیر میں رائج ہے اور یہ گنتی بہت حد تک فارسی اور عربی گنتی کے ساتھ مماثلث رکھتی ہے۔تاہم کشمیری گنتی کے لکھنے کا مروجہ اور


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قدیمی طریقہ زبان وادب اور تواریخ کے محققین کی توجہ کا طلبگار ہے۔ یہ ہماری تہذیب وتمدن کا ایک چھوٹا ہی جُز ہی مگر اہم ضرور ہے اور اس لئے توجہ طلب بھی۔ اصل میں یہ صفحات تحریر کرنے کا یہی مدعا ہے کہ اس طرزِ تحریر کی اہمیت، افادیت اور تاریخ پر محققین کی نظر پڑے، عین ممکن ہے ہماری ثقافت کے کچھ اور نقش روشن ہو جائیں اور فی الوقت یہ علامتی طرز تحریر محفوظ رہ سکے، حالانکہ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ محکمہ مال میں اس کا چلن موجود ہے مگر آثار وقرائن بتا رہے ہیں کہ یہ چلن زوال پذیر بھی ہے کیونکہ اب (Digitalization) کا زمانہ ہے اور محکمۂ مال کا ریکارڈ بھی Digitalize ہو کر رہے گا۔

یہ گوشوارہ ملاحظہ ہو: اس میں فارسی، عربی، کشمیری، انگریزی اور اردو میں لکھی گئی گنتی تقابلی مطالعہ کے لئے مددگار ہو سکتی ہے۔

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴ | 14 | [illegible] | ١٤ | ۱۴ |
| ۱۵ | 15 | [illegible] | ١٥ | ۱۵ |
| ۱۶ | 16 | [illegible] | ١٦ | ۱۶ |
| ۱۷ | 17 | [illegible] | ١٧ | ۱۷ |
| ۱۸ | 18 | [illegible] | ١٨ | ۱۸ |
| ۱۹ | 19 | [illegible] | ١٩ | ۱۹ |
| ۲۰ | 20 | [illegible] | ٢٠ | ۲۰ |
| ۲۱ | 21 | [illegible] | ٢١ | ۲۱ |
| ۲۲ | 22 | [illegible] | ٢٢ | ۲۲ |
| ۲۳ | 23 | [illegible] | ٢٣ | ۲۳ |
| ۲۴ | 24 | [illegible] | ٢٤ | ۲۴ |
| ۲۵ | 25 | [illegible] | ٢٥ | ۲۵ |
| ۲۶ | 26 | [illegible] | ٢٦ | ۲۶ |
| ۲۷ | 27 | [illegible] | ٢٧ | ۲۷ |
| ۲۸ | 28 | [illegible] | ٢٨ | ۲۸ |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | | |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴ | 14 | [illegible] | ١٤ | ۱۴ |
| ۱۵ | 15 | [illegible] | ١٥ | ۱۵ |
| ۱۶ | 16 | [illegible] | ١٦ | ۱۶ |
| ۱۷ | 17 | [illegible] | ١٧ | ۱۷ |
| ۱۸ | 18 | [illegible] | ١٨ | ۱۸ |
| ۱۹ | 19 | [illegible] | ١٩ | ۱۹ |
| ۲۰ | 20 | [illegible] | ٢٠ | ۲۰ |
| ۲۱ | 21 | [illegible] | ٢١ | ۲۱ |
| ۲۲ | 22 | [illegible] | ٢٢ | ۲۲ |
| ۲۳ | 23 | [illegible] | ٢٣ | ۲۳ |
| ۲۴ | 24 | [illegible] | ٢٤ | ۲۴ |
| ۲۵ | 25 | [illegible] | ٢٥ | ۲۵ |
| ۲۶ | 26 | [illegible] | ٢٦ | ۲۶ |
| ۲۷ | 27 | [illegible] | ٢٧ | ۲۷ |
| ۲۸ | 28 | [illegible] | ٢٨ | ۲۸ |
| ۲۹ | 29 | [illegible] | ٢٩ | ۲۹ |
| ۳۰ | 30 | [illegible] | ٣٠ | ۳۰ |
| ۳۱ | 31 | [illegible] | ٣١ | ۳۱ |
| ۳۲ | 32 | [illegible] | ٣٢ | ۳۲ |
| ۳۳ | 33 | [illegible] | ٣٣ | ۳۳ |
| ۳۴ | 34 | [illegible] | ٣٤ | ۳۴ |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۳۵ | 35 | [illegible] | ٣٥ | ۳۵ |
| ۳۶ | 36 | [illegible] | ٣٦ | ۳۶ |
| ۳۷ | 37 | [illegible] | ٣٧ | ۳۷ |
| ۳۸ | 38 | [illegible] | ٣٨ | ۳۸ |
| ۳۹ | 39 | [illegible] | ٣٩ | ۳۹ |
| ۴۰ | 40 | [illegible] | ٤٠ | ۴۰ |
| ۴۱ | 41 | [illegible] | ٤١ | ۴۱ |
| ۴۲ | 42 | [illegible] | ٤٢ | ۴۲ |
| ۴۳ | 43 | [illegible] | ٤٣ | ۴۳ |
| ۴۴ | 44 | [illegible] | ٤٤ | ۴۴ |
| ۴۵ | 45 | [illegible] | ٤٥ | ۴۵ |
| ۴۶ | 46 | [illegible] | ٤٦ | ۴۶ |
| ۴۷ | 47 | [illegible] | ٤٧ | ۴۷ |
| ۴۸ | 48 | [illegible] | ٤٨ | ۴۸ |
| ۴۹ | 49 | [illegible] | ٤٩ | ۴۹ |
| ۵۰ | 50 | [illegible] | ٥٠ | ۵۰ |
| ۵۱ | 51 | [illegible] | ٥١ | ۵۱ |
| ۵۲ | 52 | [illegible] | ٥٢ | ۵۲ |
| ۵۳ | 53 | [illegible] | ٥٣ | ۵۳ |
| ۵۴ | 54 | [illegible] | ٥٤ | ۵۴ |
| ۵۵ | 55 | [illegible] | ٥٥ | ۵۵ |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۵۶ | 56 | [illegible] | ٥٦ | ۵۶ |
| ۵۷ | 57 | [illegible] | ٥٧ | ۵۷ |
| ۵۸ | 58 | [illegible] | ٥٨ | ۵۸ |
| ۵۹ | 59 | [illegible] | ٥٩ | ۵۹ |
| ۶۰ | 60 | [illegible] | ٦٠ | ۶۰ |
| ۶۱ | 61 | [illegible] | ٦١ | ۶۱ |
| ۶۲ | 62 | [illegible] | ٦٢ | ۶۲ |
| ۶۳ | 63 | [illegible] | ٦٣ | ۶۳ |
| ۶۴ | 64 | [illegible] | ٦٤ | ۶۴ |
| ۶۵ | 65 | [illegible] | ٦٥ | ۶۵ |
| ۶۶ | 66 | [illegible] | ٦٦ | ۶۶ |
| ۶۷ | 67 | [illegible] | ٦٧ | ۶۷ |
| ۶۸ | 68 | [illegible] | ٦٨ | ۶۸ |
| ۶۹ | 69 | [illegible] | ٦٩ | ۶۹ |
| ۷۰ | 70 | [illegible] | ٧٠ | ۷۰ |
| ۷۱ | 71 | [illegible] | ٧١ | ۷۱ |
| ۷۲ | 72 | [illegible] | ٧٢ | ۷۲ |
| ۷۳ | 73 | [illegible] | ٧٣ | ۷۳ |
| ۷۴ | 74 | [illegible] | ٧٤ | ۷۴ |
| ۷۵ | 75 | [illegible] | ٧٥ | ۷۵ |
| ۷۶ | 76 | [illegible] | ٧٦ | ۷۶ |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۷۷ | 77 | [illegible] | ٧٧ | ۷۷ |
| ۷۸ | 78 | [illegible] | ٧٨ | ۷۸ |
| ۷۹ | 79 | [illegible] | ٧٩ | ۷۹ |
| ۸۰ | 80 | [illegible] | ٨٠ | ۸۰ |
| ۸۱ | 81 | [illegible] | ٨١ | ۸۱ |
| ۸۲ | 82 | [illegible] | ٨٢ | ۸۲ |
| ۸۳ | 83 | [illegible] | ٨٣ | ۸۳ |
| ۸۴ | 84 | [illegible] | ٨٤ | ۸۴ |
| ۸۵ | 85 | [illegible] | ٨٥ | ۸۵ |
| ۸۶ | 86 | [illegible] | ٨٦ | ۸۶ |
| ۸۷ | 87 | [illegible] | ٨٧ | ۸۷ |
| ۸۸ | 88 | [illegible] | ٨٨ | ۸۸ |
| ۸۹ | 89 | [illegible] | ٨٩ | ۸۹ |
| ۹۰ | 90 | [illegible] | ٩٠ | ۹۰ |
| ۹۱ | 91 | [illegible] | ٩١ | ۹۱ |
| ۹۲ | 92 | [illegible] | ٩٢ | ۹۲ |
| ۹۳ | 93 | [illegible] | ٩٣ | ۹۳ |
| ۹۴ | 94 | [illegible] | ٩٤ | ۹۴ |
| ۹۵ | 95 | [illegible] | ٩٥ | ۹۵ |
| ۹۶ | 96 | [illegible] | ٩٦ | ۹۶ |
| ۹۷ | 97 | [illegible] | ٩٧ | ۹۷ |



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| اُردو | انگریزی | کشمیری | عربی | فارسی |
|---|---|---|---|---|
| ۹۸ | 98 | [illegible] | ٩٨ | ۹۸ |
| ۹۹ | 99 | [illegible] | ٩٩ | ۹۹ |
| ۱۰۰ | 100 | [illegible] | ١٠٠ | ۱۰۰ |

| اُردو | انگریزی | کشمیری |
|---|---|---|
| ۲۰۰ | 200 | [illegible] |
| ۳۰۰ | 300 | [illegible] |
| ۴۰۰ | 400 | [illegible] |
| ۵۰۰ | 500 | [illegible] |
| ۶۰۰ | 600 | [illegible] |
| ۷۰۰ | 700 | [illegible] |
| ۸۰۰ | 800 | [illegible] |
| ۹۰۰ | 900 | [illegible] |
| ۱۰۰۰ | 1000 | [illegible] |
| ۲۰۰۰ | 2000 | [illegible] |
| ۳۰۰۰ | 3000 | [illegible] |
| ۴۰۰۰ | 4000 | [illegible] |
| ۵۰۰۰ | 5000 | [illegible] |
| ۶۰۰۰ | 6000 | [illegible] |
| ۷۰۰۰ | 7000 | [illegible] |
| ۸۰۰۰ | 8000 | [illegible] |
| ۹۰۰۰ | 9000 | [illegible] |
| ۱۰۰۰۰ | 10000 | [illegible] |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آج بھی کشمیر میں قدیم ''بہی کھاتے'' ملتے ہیں، جن میں کچھ صحیح حالت میں ہیں اور کچھ کرم خوردہ۔ اُن پر دوکاندار، سودخوار اور تجار اپنے کاروبار کا حساب و کتاب تحریر کیا کرتے تھے۔ اُنہی پر قرض کی رقم لکھتے، چاہے وہ نقدی ہو یا جنسی صورت میں۔ قرض لینے والوں سے رسیدیں حاصل کرتے اور ان سے واپس شدہ قرض کی رقم یا جنسی صورت میں لیا ہوا قرض درج کرتے۔ عام لوگ بھی گلۂ میؤٹھ یا ورتاو یعنی شادی بیاہ کے موقعوں پر نقد و جنس تحائف لینے اور دینے کا حساب و کتاب لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ یہ سب حساب و کتاب چھوٹے بڑے ''بہی کھاتوں'' میں کشمیری گنتی میں درج کر لیا جاتا تھا۔ نمونے کے طور پر یہاں رجسٹر نما پرانے ''بہی کھاتے'' کا ایک لمبا ورق ملاحظہ ہو:

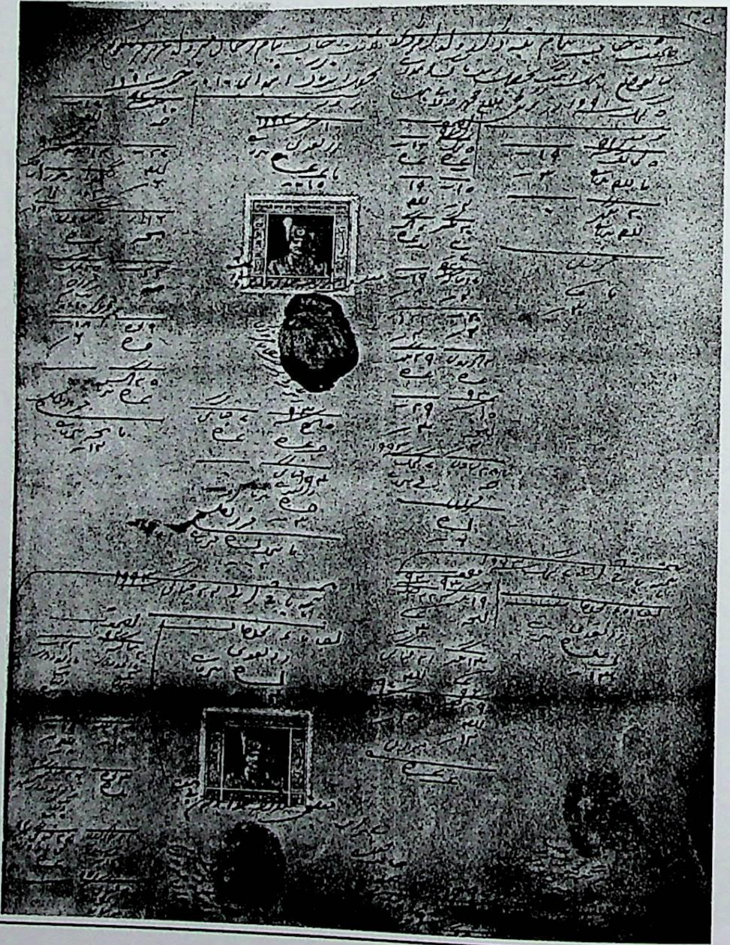



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ ''بہی کھاتہ'' موضع نائل انت ناگ کشمیر کے ایک معروف تاجر حاجی غلام محمد وانی کا ہے۔
مرحوم خواجہ غلام محمد ایک قابل محرّر اور فارسی زبان کا خاص شناسا تھا۔ ''یہ بہی کھاتہ'' اس نے بقلمِ خود تحریر کیا تھا۔ اس میں نبہ ڈار ولد امبر ڈار ساکنِ موضع نائل تحصیل انت ناگ اور رحمان میر ولد عزیز میر ساکن پنیر تحصیل انت ناگ کے لین دن کا حساب و کتاب، جو ''بہی کھاتہ'' سے صاف ظاہر ہے کہ نبہ ڈار مذکورہ کا حساب و کتاب، جو ''بہی کھاتہ'' کے دائیں جانب درج ہے، 5 کتک 1991 بکرمی سے لکھا جا چکا ہے جبکہ اسی صفحے پر رحمان میر مذکورہ کا حساب بائیں طرف 10 مگھر 1993 بکرمی سے آگے درج کیا گیا تھا۔ قرضداروں سے انگوٹھے لگوائے گئے ہیں اور ہر میزان کے بعد ریونیو ٹکٹ (Revenue Stamp) چسپاں کئے گئے ہیں۔ ٹکٹوں پر مہاراجہ ہری سنگھ (1925ء۔ 1947ء) کا فوٹو ہے مگر سنہ یا تاریخ کا کوئی اندراج نہیں ہے۔ ٹکٹ پر ہندی زبان میں یہ عبارت درج ہے:
''سری رام جی سہائے۔ جموں و کشمیر تبت آدِ ہاراشٹر یہ سٹامپ'' اس ٹکٹ پر دائیں طرف اُردو زبان میں اور بائیں طرف ہندی زبان میں ''ایک آنہ'' لکھا ہوا ہے۔
یہ ''بہی کھاتہ'' آج 2074 بکرمی (2017ء) میں تقریباً 83 سال پرانا ہے۔ اس زمانے میں بھی اردو سرکاری زبان تھی مگر فارسی کا چلن بھی تھا۔ فارسی زبان رفتہ رفتہ کم بولی جانے لگی اور اُس کا چلن باقی نہیں رہ سکا۔ اب بہت کم لوگ فارسی زبان جانتے ہیں۔ کشمیری گنتی محکمۂ مال کے کاغذات میں، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، لکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک نمونہ پیشِ خدمت ہے:

| انگریزی | کشمیری گنتی | پٹوار میں گنتی | اُردو |
|---|---|---|---|
| 1 | 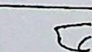 | 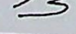 | ۱ |
| 2 | 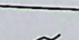 | 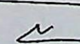 | ۲ |
| 3 | 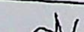 | 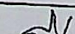 | ۳ |
| 4 | 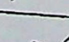 | 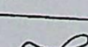 | ۴ |
| 5 | 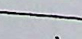 | | ۵ |
| 6 | 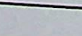 | 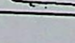 | ۶ |


CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷ | 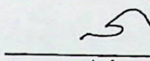 | 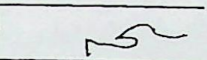 | 7 |
| ۸ | 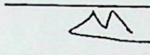 | 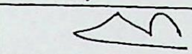 | 8 |
| ۹ | 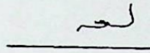 | 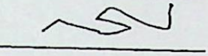 | 9 |
| ۱۰ | 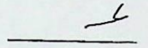 | 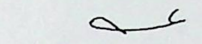 | 10 |

ایک اور ''بہی کھاتہ'' کا صفحہ بھی پیش خدمت ہے۔ اس کا مالک اور محرّ ر مرحوم عبدالرحمان ویرے المعروف رحتی جو ساکن موضع نانل تحصیل اننت ناگ تھا۔ خواجہ غلام محمد وانی المعروف حاجی صاحب کے ''بہی کھاتہ'' کے بعد مرحوم عبدالرحمان ویرے کا ''بہی کھاتہ'' 2009ء میں یعنی 65 سال بعد لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ 1947ء کے بعد بھی کشمیری گنتی، کا تھوڑا بہت استعمال کیا جاتا رہا ہے بلکہ اکیسویں صدی تک بھی اس کا استعمال کسی حد تک بزرگ دوکاندار اور تاجر کرتے رہے ہیں۔ لیکن انگریزی گنتی کا رواج بڑھتا گیا اور زیر نظر صفحے پر کشمیری گنتی کے ساتھ ساتھ انگریزی گنتی بھی لکھی گئی ہے تاکہ کشمیری گنتی سے نابلد لوگ انگریزی گنتی کی مدد بھی لے سکیں۔ اس میں مہینوں کے انگریزی نام اور انگریزی اعداد بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ رقوم کے میزان بھی انگریزی گنتی میں ہیں۔

......●●......



CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

# KASHMIR

## FOLKLORE KAY AIENAY MAIN

GHULAM NABI AATASH

J & K ACADEMY OF ART CULTURE & LANGUAGES

*Published by:*
*Jammu & Kashmir Academy of Art, Culture and Languages, Srinagar*

Printed at Government Press, Srinagar

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri